بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو



مؤلف

استاذ العلماء حضرت مولانا
سید عزیز علی شاہ صاحب



امام اہل سنت فخر علماء دیوبند شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا
سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

تحقیق الدعاء

بعد صلوٰۃ الجنازۃ

مع جواب

اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ

ناشر

مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ پنجاب پاکستان

نام کتاب۔ تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ جنازہ بجواب اثبات دعا بعد صلوٰۃ جنازہ

نام مصنف: استاذ العلماء حضرت مولانا حکیم سید عزیز علی شاہ صاحب رح

تعداد ———————— ۱۰۰۰

قیمت ———————— [redacted] روپے

ملنے کے پتے

سید فدا حسین شاہ صاحب بخاری
مہتمم جامعہ عزیزیہ کھیکے ضلع گوجرانوالہ
مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
المحمود اکیڈمی اردو بازار لاہور
مکتبہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور
مکتبۃ السادات شرقپور روڈ شیخوپورہ
المدنی دارالکتب سرے گھاٹ حیدرآباد
محسن برادرس ۱۶، بیراج روڈ سکھر
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
مکتبہ طیبہ معراج منزل بنوری ٹاؤن کراچی ۵
مکتبہ بنوریہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

عزیز کتاب گھر بیراج روڈ سکھر
سنی پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور
مکتبہ حسینیہ ۱۸ - بلاک سرگودھا
مکتبہ الجمعیۃ امین بازار سرگودھا
مکتبہ امداد محلہ جھنگی پشاور
المحمود اکیڈمی محلہ جھنگی پشاور
الجمعیۃ اکیڈمی محلہ جھنگی پشاور
تاج کتب خانہ پار ہوتی مردان
مکتبہ حسینیہ پار ہوتی مردان
دارالکتب والتجلید پار ہوتی مردان



فہرست مضامین (حصہ اول)

صفحہ

مقدمہ

تمہید

باب اول

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

فہرست مضامین (حصہ دوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ اَلْفَ اَلْفِ تَحِيَّةٍ وَالتَّسْلِيْمِ۔

راقم الحروف نے حضرت مولانا حکیم عزیز علی شاہ صاحب کا رسالہ "تحقیق الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ" حرفاً حرفاً پڑھا۔ اگرچہ بعض مقامات پر طرز استدلال میں معمولی پیچیدگی اور بعض میں تقریب تام نہیں ہے مگر بایں ہمہ موصوف نے مسئلہ کے ہر گوشہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور جس محنت، مشقت اور عرق ریزی سے بدعت کی تعریف اور پھر مسئلہ زیر بحث کو بادلائل ثابت کیا ہے اور فریق ثانی کو مسکت اور مسقط جوابات دیے ہیں بلا شک موصوف نے دین اسلام کے ایک اہم مسئلہ کو حل فرما کر اُمت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرما کر ان کو دارین میں کامرانی عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے جناب امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم الشان قانون اور آئین عطا فرمایا ہے جو قرآن کریم اور حدیث شریف کی شکل میں آج بھی امت کے ہاتھوں میں صحیح اور اصلی رنگ میں موجود ہے۔ گو باطل پرستوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے تحریف لفظی اور معنوی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ ہم اس کے محافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ہر زمانہ میں انتظام فرمایا اور آج بھی دین اسلام کا وہ چشمہ بغیر کسی آمیزش کے ہمارے سامنے موجود ہے، اور وہ ایسا مکمل نظام ہے جس کے بعد کسی اور نظام اور آئین کی مطلقاً ضرورت

ہی باقی نہیں رہتی اور کیوں مکمل نہ ہو جب کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد یہ ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ سورۃ مائدہ رکوع ۸) آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے، اور تمہارے لیے اسلام کو میں دین پسند کر چکا ہوں۔

یہ قرآن کی آخری آیت جو حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں نازل ہوئی، اور ایک لاکھ سے زائد ان نفوس پاک نے اپنے کانوں سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی جن کو اہل اسلام صحابہ کرام رض کی بہترین جماعت سے تعبیر کرتے ہیں اس آیت کے پیش نظر سوچنا یہ ہے کہ جس چیز کا وجود اور سبب تو خیر القرون میں موجود تھا مگر اس پر ایسی کارروائی نہ کی جاتی تھی جو آج کی جاتی ہے اور اس کو دین کا رنگ دیا جاتا ہے تو وہ یقیناً بدعت ہوگی اور اس کی ترویج و اشاعت کرنے والا گویا عملی طور پر اس کا ادّعا کر رہا ہے کہ دین مکمل نہیں اور میری سمجھ اور رائے سے اس کی تکمیل ہوگی مثلاً ولادت اور ختنے اس وقت بھی ہوتے تھے۔ شادی اور غمی اس وقت بھی ہوتی تھی، وفات اور جنازے اس وقت بھی ہوتے تھے، قبریں بھی موجود تھیں، اور مصائب بھی لوگوں کو پیش آتے تھے مگر نہ تو ولادت اور ختنوں کے موقعوں پر وہ بدعات کی جاتی تھیں جو آج کی جاتی ہیں، اور نہ شادی اور وفات پر وہ رسمیں ادا ہوتی تھیں جو آج رائج ہو چکی ہیں اور نہ میت پر نماز جنازہ پڑھ چکنے کے بعد وہ مصنوعی طریقۂ دعا تھا جو آج کیا جاتا ہے۔ قبریں بھی موجود تھیں مگر ان پر میلے اور عرس نہیں لگا کرتے تھے۔ صعوبتیں اور تکلیفیں بھی لوگوں کو پیش آتی تھیں مگر نہ تو وہاں قبروں کے طواف ہوتے تھے، اور نہ قبروں پر نذریں اور منتیں ہی مانی جاتی تھیں۔ جب یہ تمام اسباب و دواعی اس وقت موجود تھے مگر یہ خود ساختہ کارروائیاں ہرگز وہاں نہ تھیں تو کیسے سمجھ لیا جائے کہ آج یہ کام جائز اور کار ثواب ہیں۔ یقین جانیے کہ جو کام اس وقت دین نہ تھا وہ آج بھی ہرگز دین نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام مالک رح نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا۔ (اعتصام للشاطبی جلد ۱ ص ۲۸) کہ جو چیز اس

وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔

اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردٌ (بخاری جلد ۱ ص۳۷۱ مسلم، جلد ۲ ص۷۷ وابوداؤد جلد ۲ ص۲۷۹) کہ جس شخص نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں سے نہیں تھی تو وہ مردود ہوگی۔

فی امرنا سے امر دین اور شریعت مراد ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

والمراد بہ امر الدین (فتح الباری جلد ۵ ص۲۲۱) اس سے مراد دین کا کام ہے۔

اور یہ واضح امر ہے کہ مذموم وہ بدعت ہے جو امر دین سے ہو۔ محض لغوی بدعت یا زمانہ اور سائنس کی ترقی کے تحت جو چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں یا تاقیامت ہوں گی وہ یقیناً مذموم نہیں ہیں اور ایسی بدعت ہرگز مذموم نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ہوائی جہاز گاڑی، بس، عینک، گھڑی، نلکا اور اس قسم کی بے شمار نو ایجاد اشیاء کو لے کر یا تات اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ یہ بھی تو آخر بدعت ہیں ان کو کیوں استعمال کیا جاتا ہے؟ لیکن آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مذموم وہ بدعت ہے جو امر دین سمجھ کر کی یا چھوڑی جاتے۔ یہ چیزیں امر دین سے نہیں ہیں بلکہ تمدن اور ترقی کے لوازمات سے ہیں ایسی کسی نو ایجاد چیز کا استعمال ناجائز نہ ہوگا بشرطیکہ ان کا استعمال کسی خلاف شرع امر کے لئے نہ ہو۔ فقہائے کرام کا تمباکو کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ اس کو مطلقاً حرام دوسرا مکروہ تحریمی اور تیسرا مکروہ تنزیہی کہتا ہے۔ فریق ثانی کے مسلم عالم مولوی احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تمباکو حلال کیسے ہو گیا۔ جب کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھا تو اس کا استعمال بدعت ہوگا اور بدعت کیسے حلال ہوگی۔ اس کا جواب خاں صاحب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

"رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تو اس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے"

بلفظہ (احکام شریعت حصہ سوم ص۱۴۸)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بدعت وہی بُری ہوتی ہے جو امورِ دین سے ہو۔ کھانے پینے اور دیگر تمدنی اور تہذیبی امور میں بدعت لغوی ہوگی اور وہ مذموم نہ ہوگی اور اس کا حرام ثابت کرنا ایک دشوار امر ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بدعت سے نہایت سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔

وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار۔ (نسائی شریف جلد ا ص۱۷۹) بُرے کام وہ ہیں جو نئے نئے نکالے گئے ہوں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ بدعت بظاہر کوئی بُرا کام ہی ہو تب ہی بدعت ہوگی بلکہ اگر بالفرض نماز بھی ہو مگر کسی خاص وقت اور اس کیفیت سے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو وہ بھی بدعت ہی ہوگی۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن الزبیر رح مسجد میں داخل ہوئے۔

فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة رض والناس يصلون الضحى فى المسجد فسألناه عن صلوتهم فقال بدعة۔ (بخاری جلد ا ص۲۳۸ و مسلم جلد ا ص۴۰۹) تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عائشہ رض کے حجرے کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں، ہم نے حضرت ابن عمر رض سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے۔

حضرت امام نووی رح اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ مراده ان اظهارها فى المسجد والاجتماع لها هو البدعة لا ان اصل صلوة الضحى بدعة۔ (نووی رح جلد ا ص۴۰۹) حضرت ابن عمر رض کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کا مسجد میں اظہار کرکے پڑھنا اور اس کے لئے خاص اہتمام اور اجتماع کرنا یہ بدعت

نہ یہ کہ چاشت کی نماز ہی بدعت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ چاشت کی نماز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات سے ثابت ہے مگر اس کے لئے اجتماع اور خاص اہتمام آپ سے ثابت نہیں ہے اور اس نماز کا یہی اہتمام اور اجتماع حضرت ابنِ عمرؓ کے نزدیک بدعت ہے آج کل کے عاشق اور محب وہاں بھی ہوتے تو حضرت ابن عمرؓ پر وہابیت کا فتویٰ لگا دیتے کہ مسجد نبوی میں نماز جیسی عبادت کو بدعت کہتے ہیں مگر وہ بزرگ صحیح معنی میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ وہ ہر قول اور فعل میں آپ کی اقتدار کو دین اور آپ کی خلاف ورزی کو بے دینی اور بدعت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

بعض لوگ ازراہِ جہالت یہ کہا کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا مگر اس سے منع بھی تو نہیں کیا لہٰذا یہ مکروہ اور بدعت نہ ہوگا۔ مگر یہ ان کی اشد غلطی ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ جب آپ نے قانون کلی اور ضابطہ یوں بیان فرما دیا ہے کہ شرالامور محدثاتھا۔ کل محدثۃ بدعۃ۔ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ تو پھر الگ الگ جزئیات کے لیے جداگانہ ارشاد فرمانے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ کیوں کہ قانون کلی ہی ہوتے ہیں اور جزئیات ان کے تحت داخل ہوتی ہیں۔ ثانیاً فقہاء کرام نے آپ کے کسی فعل کو نہ کرنے سے بھی ایک قانون ہی سمجھا ہے اور اس سے فعل کے مکروہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی مسلّم فقیہہ صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع صبح صادق کے بعد صبح کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ نماز پڑھنے پر بہت حریص تھے (ہدایہ جلد ۱ صفحہ)۔

جب کوئی کام سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو (کہ من وجہ وہ سنت سے ثابت ہو سکتا ہے اور من وجہ وہ بدعت ہے) تو فقہاء کرام کا اس کے متعلق ارشاد یوں ہے۔

ویلزم ان ما تردد بین بدعۃ وواجب اصطلاحی فانہ یترک کالسنۃ (بلفظہٖ بحر الرائق جلد ۲ صـــ ۱۶۵ طبع مصر) جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی (بین الفقہاء) کے درمیان دائر ہو اس کو بھی سنت کی طرح ترک کر دینا لازم ہے۔

نہایت حیرت اور تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو خالص بدعت اور مکروہ پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ چند اصول تھے جو بدعت کی تشریح میں عرض کر دیے گئے ہیں تاکہ کوئی انجان اور ناواقف آدمی بدعت کی چمک اور ظاہری زینت میں مبتلا ہو کر آخرت ضائع نہ کر بیٹھے۔

مؤلف موصوف نے خصوصی طور پر فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کے فتوے نقل کر کے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ دعاء بعد الجنازہ کو فقہاء احناف مکروہ کہتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ محیط کے حوالہ سے امام ابوبکر بن حامد (جو امام ابوحفص الکبیر (المتوفی ۲۶۴ھ کے معاصر تھے) سے نقل کیا گیا ہے۔

ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہٌ کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ بالکل اپنے مفہوم میں واضح ہے اور علامہ ابوالمکارم الحنفی رح لکھتے ہیں :-

کہ " مکروہ کا لفظ جب بغیر کسی قید کے ذکر ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے تحریم مراد ہوتی ہے "

(ابوالمکارم جلد ۳ صـــ ۱۵۹)

نواب صاحبؒ تحریر کرتے ہیں کہ

" حافظ ابن قیم رح در اعلام الموقعین تصریح کردہ است بآنکہ استعمالِ کراہیت در محاورہ سلف در تحریم بود " (الدلیل الطالب صـــ ۵۰۲)

الغرض فقہاء احناف رح کا اسی پر عمل تھا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیئے، اور اسی پر ان کا فتوے تھا۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب مجموعہ خانی میں اس کی تصریح ہے۔

" دعا نخوانند و فتوٰی بریں قول است " (مجموعہ خانی قلمی صـــ ۳۴۹)

اب جو شخص فقہاء کرام کے یہ صریح فتوے دیکھ کر بھی اس بدعت اور مکروہ امر کو ترک نہ کرے تو اس کی مرضی۔ ایک دن ضرور ایسا آئے گا جس میں احکم الحاکمین کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا۔ باقی رہا فریق ثانی کا استدلال تو مؤلف موصوف نے ان کے تمام پیش کردہ دلائل پر علمی اور تحقیقی رنگ میں جو کچھ تحریر فرما دیا ہے اس سے زیادہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور حقیقت بھی یہی ہے کہ فریق ثانی کے استدلات کا تعلق اس مسئلہ سے قطعاً کوئی نہیں کہ "نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد متصل دفن سے قبل دعا مانگنی جائز ہے" دور دراز کی عمومی دلیلوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابلہ میں ترک دعا صریح الفاظ کے ساتھ فقہاء کرام سے منقول ہے۔ رہی یہ بات کہ فریق ثانی بھی تو فی الجملہ کچھ نہ کچھ دلائل پیش کرتا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں اتنی شدت نہیں ہونی چاہیئے تو یہ نہایت مہمل اور بیکار بات ہے۔ آخر کوئی بھی باطل پرست خاموش نہیں رہا کرتا اپنے باطل زعم پر کچھ نہ کچھ وہ ضرور پیش کرتا ہے۔ علامہ ابو اسحاق غرناطی رح نے کیا خوب کہا ہے۔

انك لا تجد مبتدعا ممن ينسب الى الملة الا وهو يشهد على بدعته بدليل شرعي (الاعتصام ص۱۳۲) تم کسی ایسے مبتدع کو نہ پاؤ گے جو ملت سے وابستگی کا مدعی ہو، اور وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استناد نہ کرتا ہو۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس کی پیش کردہ دلیل سے وہ بدعت ثابت بھی ہوتی ہے؟ اور کیا صحابۂ کرام اور تابعین اور اتباع تابعین اور فقہاء کرام اور محدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس دلیل سے یہی سمجھا جو ان مبتدعین نے سمجھا؟ اور اگر وہ حضرات اس سے یہ مطلب نہ سمجھ سکے۔ تو آج ان کو یہ مطلب کہاں سے حاصل ہوا؟

پہلی صدی کے مجدد اور خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) نے اہل بدعت کے ایک فرقہ منکرین تقدیر کی واشگاف الفاظ میں تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے منکرین تقدیر اگر تم یہ کہو کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے تقدیر کا انکار

معلوم ہوتا ہے توان آیات کا کیا کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے۔
لقد قرؤا منہ ما قرأتم وعلموا من تاویلہ ما جہلتم وقالوا بعد ذلک کلہ بکتاب وقدر (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۳) سلف صالحین نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھی ہیں جیسے تم پڑھتے ہو مگر وہ ان کے مطلب کو سمجھے اور تم نہیں سمجھ سکے اور باوجود ان آیات کے پڑھنے کے وہ پھر بھی تقدیر کے قائل تھے۔

مطلب واضح ہے کہ اگر تمہاری طرف سے پیش کردہ آیات کا یہی مطلب ہوتا جو تم مراد لے رہے ہو تو سلف صالحین کے سامنے بھی یہ آیتیں تھیں مگر باوجود اس کے وہ یہ مطلب نہیں لیتے تھے جو تم لے رہے ہو۔ ناچار یہی کہنا پڑے گا کہ وہ حق پر تھے اور تم باطل پرست ہو۔ کیا خوب اور مزے دار بات کہی خلیفہ راشد نے اللہ تعالٰی کی کروڑوں رحمتیں ان پر نازل ہوں اسی نہج پر مؤلف موصوف نے کہا ہے کہ اِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کی آیت اور اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کی حدیث ان اکابر کے سامنے بھی تھی مگر ان کو دعاء بعد الجنازہ کا جواز اس سے سمجھ نہ آسکا بلکہ فقہاء کرام نے صاف اور صریح الفاظ میں اس کو مکروہ کہا تو پھر کیسے باور کر لیا جائے کہ اس کا وہی مطلب ہے جو فریق ثانی پیش کرتا ہے؟ یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس پر کسی بھی منصف مزاج کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ البتہ نہ ماننے والے کے لیے دفتر بھی بیکار ہیں۔ اور بدعت ایک ایسی بلا ہے کہ بدعت کی تاریکی سے نور ایمان جاتا رہتا ہے اور دل پر ایسے سیاہ غلاف چڑھ جاتے ہیں کہ بدعتی کو توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان اللہ حجب التوبہ عن کل صاحب بدعۃ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۹) بے شک اللہ تعالٰی نے توبہ کا دروازہ ہی ہر بدعتی پر بند کر دیا ہے۔ جب بدعتی بدعت کو کار ثواب سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے گا؟ اعاذنا اللہ من البدعات۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے اس قول سے کہ ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ سے بھی فریق ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ

وہ تو حضرت عمرؓ کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکنے پر حسرت کرتے ہوئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ حسن عقیدت اور گہرے تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے صحابہ ؓ کرام سے یوں خطاب کرتے ہیں کہ اگر آپ حضرات نماز جنازہ میں مجھ سے سبقت کر چکے ہو تو حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کرنے کے بارے میں آپ مجھ سے ہرگز نہیں بڑھ سکتے۔ کیوں کہ میں ایسی کثیر اور پُر از اخلاص دعا کروں گا۔ کہ جنازہ میں غیر حاضری کی تلافی اس سے ہو جائے گی۔ اس دعا میں آپ حضرات مجھ سے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ دعا کس موقع پر ہوئی جنازہ کی نماز سے فارغ ہونے کے متصل بعد پر اس میں کوئی قرینہ نہیں کیا بعید ہے کہ وہ تازیست یہ دعا ان کے حق میں کرتے رہے ہوں۔ اور قبر پر اجتماعی رنگ میں دعا کا ثبوت تو بہر حال صحیح حدیث سے ثابت ہے خلاصہ امر یہ ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد میت کے لئے دعا کرنے کا شریعت حقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ناجائز، بدعت اور مکروہ ہے اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کو تمام اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس مسئلہ پر محققانہ بحث کی اور اس کے مثبت اور منفی پہلو کو واضح براہین سے ظاہر کیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّ اٰخِراً وصلی اللہ علیٰ محمد خیر خلقہ وعلیٰ الہ و اصحابہ وازواجہ وبارک وسلم ابدا الابدین ودھر الداھرین۔

۲۰ رجب ۱۳۷۶ھ یوم الخمیس

۲۱ فروری ۱۹۵۷ء

احقر ابوالزاھد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گکھڑ، ضلع گوجرانوالہ

تمہید

سنت، مستحب، مباح اور بدعت کی تعریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

ربّ العزت کی طرف سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ایک ضابطۂ حیات تمام مسلمانوں کو عنایت فرمایا گیا ہے۔ وہ قانونِ فطرت ملت اسلام ہی ہے جو ہمارے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے، ایک امانت ہے جس میں خیانت کرنا جرم عظیم ہے، ایک صداقت ہے جس میں باطل کی آمیزش ہرگز گوارا نہیں کی جا سکتی۔ ایک نور ہدایت ہے جو لوگوں کو گمراہی اور ظلمت کے گڑھے سے نکال کر صراط مستقیم پر چلاتا اور پھر منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔

ملت اسلام کے احیاء و بقا کے لیے کتاب الٰہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ جملہ انسان کتاب وسنت کی اتباع سے ہی دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ اس شاہراہ سے سرتابی کرتے ہیں وہ ضلالت و گمراہی کے خوفناک کنوئیں میں جا گرتے ہیں ملت اسلام پر پابند رہنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب وسنت کی پابندی کے لئے نہایت پرزور الفاظ میں تاکید فرمائی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔ (رواہ فی الموطا۔ مشکوٰۃ) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جاتا ہوں۔ تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے، اگر تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے، ایک کتاب اللہ۔ دوسری سنت اس کے رسولؐ کی۔

جو لوگ کتاب وسنت کو چھوڑ کر دین اسلام میں کسی منکر اور غیر معروف شے کو

داخل کر لیتے ہیں، عقائد و ایمان اور شریعت کے احکام میں اپنی ہوا پرستی اور بدعت نوازی سے تحریف و زیادت کرتے رہتے ہیں ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے سے ان کا مذہب ہمرنگ کفر و الحاد نظر آنے لگتا ہے۔ بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو اسلام کے شیشہ میں بھر دیا گیا ہے، شرک کو توحید کے لباس میں پیش کیا جا رہا ہے اور بدعات و محدثات کو سنت کے سنہری غلاف میں لپیٹ کر سادہ لوح عوام کا ایمان لوٹا جا رہا ہے۔ کتاب حکیم کے معنوں میں تحریف اور اس کے احکام سے اس قدر تغافل کہ آیات الٰہی کا بیشتر حصہ نذرِ نسیان کر دیا گیا۔ ان کے اس تحریف و نسیان کے انداز سے یہودی بھی چند قدم پیچھے رہ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ (پارہ ۶ رکوع ۶) بدل ڈالتے ہیں باتوں کو جگہ ان کی سے اور بھول گئے حصہ اس چیز سے کہ نصیحت کئے گئے ساتھ اس کے۔

دین اسلام کو چھوڑ کر جو راستہ اختیار کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز مقبول نہیں ہوگا۔ اور آخرت میں سوائے ذلت و رسوائی کے کوئی چیز حاصل ہو سکے گی۔ دیکھئے رب العزت کیا فرماتے ہیں۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (پارہ ۳۔ رکوع ۱۷) اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے دین پس ہرگز نہ قبول کیا جاوے گا اس سے اور وہ بیچ آخرت کے ٹوٹا پانے والوں سے ہے۔

عقائد و ایمان میں لوگوں نے جو اختلاف پیدا کیا ہے وہ اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے ہم اس وقت صرف بدعات و محدثات پر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں سے استشہاد کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بدعت و محدث نہایت ہی بری چیز ہے۔ اس پر عمل کرنے سے ثواب کی قطعاً امید نہیں۔ ہاں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جانا یقینی ہے۔ اس لیے بدعات و محدثات سے ہر مسلم کا بچنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا سنت و اعمال حسنہ پر کاربند ہونا ضروری ہے۔ یہی بات حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ارشادت سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا۔
مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (متفق علیہ) جو شخص ہمارے اس امر دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرے گا جو امر (دین) سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

اور فرمایا:۔

فانّ خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم و شر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ۔ (مسلم جلد ا صـ ۲۸۵)

پس یقیناً بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سنت ہے، اور بدترین امور سے محدثات ہیں، اور ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

ما احدث قوم بدعۃً الّا رفع مثلھا من السنۃ فتمسك بسنۃ خیر من احداث بدعۃ (رواہ احمد)

جس قوم نے کوئی بدعت نکالی اس سے اسی طرح کی ایک سنت اٹھالی گئی۔ پس سنت کا تمسک بدعت کے پیدا کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ البدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام۔

جس شخص نے بدعتی کی توقیر و عزت کی یقیناً اس نے اسلام کے ڈھادینے پر امداد کی۔

ان آیات و احادیث کے پیش نظر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ بدعات و محدثات پر عمل کرنے سے کوئی نجات و فلاح نہیں مل سکتی بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف گامزن ہونے کی کچھ اور راہیں کھل جاتی ہیں اور بدعتی لوگ علی الاعلان بدعت کو سنت کے پیرائے میں اپنا شعار بنا لیتے ہیں ایسے لوگوں پر یہ بات مشتبہ ہو جاتی ہے کہ بدعت کیا ہے اور سنت کس کو کہا جاتا ہے جس طرح ایک نادان بچہ دہکتے ہوئے کوئلے میں اور لعل بدخشانی میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ جھٹ دہکتے ہوئے کوئلے کو ہاتھ میں پکڑ کر اپنا ہاتھ جلا لیتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی بدعت پر عمل پیرا ہو کر اپنے ناتواں جسم کو دوزخ کا ایندھن بنا لیتے ہیں۔ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔

یہ تو ایسے لوگوں کا حال ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے سنت و بدعت میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ افسوس اور صد افسوس تو ایسے لوگوں پر ہے جو شریعت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا علم رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت میں شامل کرتے ہیں، اور فقہ حنفیہ کے مقلد کہلاتے ہیں۔ لیکن حرص وہوا کے دام میں اس قدر جکڑے ہوئے ہیں کہ سنت و جماعت کی موافقت اور بدعات کی مخالفت میں ان کی زبان کو اور اُن کے ہاتھ پاؤں کو قطعًا حرکت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے خلاف بدعات کو رواج دینے اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو مٹانے میں ان کی زبان درازی اور کدوکاوش حد سے بڑھ جاتی ہے (العیاذ باللہ)

قرآن حکیم میں یہود و نصاریٰ کے ایسے باطل پرست عالموں اور درویشوں کے بارے میں فرمان خداوندی ملاحظہ فرمائیے اور عبرت حاصل کیجئے۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (پارہ ۶ رکوع ۱۴) کیوں نہ منع کیا اُن کو درویشوں نے اور عالموں نے بولنے اُن کے سے جھوٹ کو اور کھانے ان کے حرام کو البتہ برا ہے جو کچھ تھے وہ کرتے۔

اور فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۱)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تحقیق بہت عالموں اور درویشوں میں سے البتہ کھاتے ہیں مال لوگوں کے ساتھ جھوٹ کے اور بند کرتے ہیں راہ خدا کی سے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کی پوری صراحت فقہ کی معتبر کتابوں سے کر دی جائے۔ پھر بدعت ہدیٰ اور بدعت ضلالت کا فرق بیان کر دیا جائے تاکہ عوام کو سنت و بدعت کے امتیاز کرنے میں زیادہ کاوش نہ کرنی پڑے اور وہ سنت کو سنت کے رنگ میں اپنا شعار بنا کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کر بیٹھیں۔

سنت مؤکدہ کی یہ تعریف ہے کہ جس فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ بر سبیل عبادت کیا ہو اور کبھی اتفاقاً ترک بھی کر دیا ہو۔ ایسا فعل سنت ہدیٰ یا سنت مؤکدہ کہلاتا ہے۔ اور جس فعل کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ نہ کیا ہو بلکہ کبھی کبھی کیا ہو۔ ایسا فعل مستحب و مندوب ہوتا ہے اور جس فعل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بر سبیل عبادت نہیں کیا بلکہ بر سبیل عادت کیا ہو وہ سنت زائدہ کہلاتا ہے۔ کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے جیسا کہ صدر الشریعت شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیاناً فان کانت المواظبۃ مذکورۃ علیٰ سبیل العبادۃ فسنن الھدیٰ و ان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد کلبس الثیاب بالیمین والاکل بالیمین و تقدیم الرجل الیمین فی الدخول ونحو ذالك۔	جس فعل کو حضور اکرم علیہ السلام نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔ سو اگر آپ کا یہ فعل ہمیشہ کرنا بر سبیل عبادت ہو تو وہ سنت ہدیٰ ہے اور اگر وہ فعل بر سبیل عادت ہو تو وہ سنت زائدہ ہے۔ جیسے داہنے ہاتھ سے لباس[1] پہننا داہنے ہاتھ سے کھانا اور داہنا پاؤں پہلے (مسجد) میں داخل کرنا وغیر ذالک۔

بحر الرائق میں ہے۔

السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن ان کانت مع الترك فھی دلیل السنۃ المؤکدۃ	سنت وہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیا ہو لیکن کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو پس یہ دلیل سنت مؤکدہ کی ہے۔

• اشعۃ اللمعات میں ہے۔

السنۃ المؤکدۃ ھی طریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر الوجوب و الافتراض نعنی بالطریقۃ المسلوکۃ	سنت مؤکدہ دین میں طریقہ مسلوکہ ہے جو نہ واجب ہو اور نہ فرض۔ طریقہ مسلوکہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس فعل کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

---

[1] لباس پہننے میں اپنے جانب سے شروع کرنا۔ مثلاً قمیص اور کوٹ کی داہنی آستین پہلے پہننا۔

ماواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یترک الا نادراً۔

والسلام نے ہمیشہ کیا ہو مگر کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو۔

شامی جلد اول کے صفحہ ۷۰ کے حاشیہ پر ہے۔

ان کان مما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدون من بعدہ فسنۃ و الا فمندوب ونفل والسنۃ نوعان سنۃ الھدی وترکھا یوجب اساءۃ وکراھیۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوھا و سنۃ الزوائد وترکھا لا یوجب ذلک کسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لباسہ وقیامہ وقعودہ

اگر کسی فعل کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیا ہو اور خلفاء راشدینؓ نے بھی آپ کے بعد اس پر عمل کیا ہو تو وہ سنت ہے ورنہ مندوب اور نفل ہے۔ سنت دو قسم کی ہے، ایک سنت ہدیٰ جس کا چھوڑنا بہت بُرا اور ناپسندیدہ ہے۔ جیسا کہ اذان، اقامت وغیرہ۔ دوسری سنت زائدہ ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی برائی اور کراہیت نہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لباس، قیام، قعود میں عادت شریفہ تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ سنت ہدیٰ (سنت مؤکدہ) کے لئے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی امر پر مواظبت کرنا اور کبھی کبھی ترک کر دینا شرط ہے۔ بعد میں صحابہ اور خصوصاً خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس کو ہمیشہ کرتے رہنا بھی سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور جس فعل پر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ عمل نہیں کیا بلکہ اکثر ترک فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کبھی کبھی اس پر عمل کیا تو وہ مستحب، مندوب، تطوّع یا نفل ہوگا۔ جس کے کرنے سے ثواب کی اُمید ہے اور ترک کرنے میں کوئی عتاب نہیں جیسا کہ کتب اصول فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

الرابع النفل (وحکمہ انہ) مما یثاب المرء علی فعلہ ولا یعاتب علی ترکہ۔ (نور الانوار وحسامی) چوتھی قسم نفل ہے (اور حکم اس کا یہ ہے) کہ اس کے کرنے سے آدمی کو ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ترک کرنے سے عتاب نہیں کیا جاتا۔

مباح کا درجہ مستحب اور نفل سے بھی کم تر ہے۔ اس پر عمل کرنے سے کوئی شخص ثواب کا مستحق نہیں ہوتا، اور نہ اس کا تارک کسی ملامت و عتاب کا مستوجب قرار دیا جاتا ہے۔ اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ کسی جانب کو ترجیح نہیں جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح موجود ہے۔

المباح ماخیّر المکلف بین فعله و ترکه من غیر استحقاق ثواب وعقاب (جوہرہ نیرہ) مباح وہ ہے جس میں مکلف کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو لیکن وہ کسی ثواب یا عقاب کا مستحق نہ ٹھہرایا جائے گا۔

اب بدعت کا حال سنیے۔ بدعت لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی ایجاد و اختراع کی پہلے کوئی مثال موجود نہ ہو۔ جیسا کہ ابن حجر مکی نے شرح اربعین للنووی میں لکھا ہے۔

البدعة لغةً ماکان مخترعًا علی غیر مثال سابق و منه بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ای موجدهما علی غیر مثال سابق۔	بدعت لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ایجاد و اختراع کی پہلے مثال موجود نہ ہو جیسے بدیع السماوات والارض یعنی از سر نو آسمان و زمین بنانے والا جن کی مثال پہلے موجود نہ تھی۔

اور وہ جو شیخ ابن اثیر جزری نے نہایہ میں لکھا ہے۔

البدعة بدعتان بدعة هدی و بدعة ضلالة۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت ہدیٰ اور بدعت ضلالت۔

اس میں بدعت ہدیٰ سے مراد سنت و مستحب ہی ہے جس کا وجود قرون مشہود لہا بالخیر میں قرآن کریم اور سنت کی روشنی میں تسلیم کر لیا گیا ہو بشرطیکہ وہ کسی نص اور حدیث کے مخالف نہ ہو۔ جس کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین سے رتبہ سے واضح کر دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قرآن مجید کو جمع کرنے کے لئے حکم دینا اور حضرت زید

کا قرآنِ کریم کو لکھنا، تراویح کا با جماعت اور عدد معین میں ادا کرنا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمت البدعۃ کہا تھا اور حضرت عثمان رض کے عہد میں جمعہ کے روز پہلی اذان کا زیادہ کیا جانا وغیر ذالک۔ لیکن بدعت ضلالت جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ سے تعبیر کیا اور مردود کہا ہے وہ بدعت شرعیہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور آپ کا بیان امر شریعت کے لیے خاص ہے۔ اس لیے عند الاطلاق بدعت شرعیہ مراد ہوگی۔ جس کو ضلالت فرمایا گیا ہے اور جس کے متعلق ابن حجر مکی نے یہ بیان دیا ہے۔

وشرعًا ما احداث علی خلاف امر الشارع۔ اور شریعت میں بدعت وہ ہے جو شارع کے امر کے خلاف ہو۔

صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے۔

البدعة ما احداث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم وعمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعله دینا قویمًا وصراطًا مستقیمًا۔	بدعت وہ ہے جو ایسے حق کے خلاف ہو جس کی تلقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو چکا ہے وہ عقیدہ ہو، عمل ہو یا حال ہو جس میں کوئی شبہ کارگر ہوا اور اس کو مستحسن قرار دے دیا گیا ہو۔ اور اس کو دین قویم اور صراط مستقیم یقین کر لیا جائے۔

اسی طرح حدیث نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فَهُوَ رَدٌّ کے تحت مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فھو رد ای الذی احداثه مردود علیه والمعنی ان من احداث فی امر الاسلام رأیًا لم یکن له من الکتاب او	پس وہ رد ہے۔ یعنی جو نیا کام نکالے وہ مردود ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص امر اسلام میں کوئی نئی رائے پیدا کرے جس کی کتاب یا سنت سے سند ظاہر،

السنة سندًا ظاهرًا او خفيًا ملفوظًا
او مستنبطًا فهو مردود عليه
اقول في وصف هذا الامر بهذا
اشارة الى ان امر الاسلام كمل
واشتهر فمن رام الزيادة عليه
حاول امرًا غير مرضي۔

خفی، ملفوظ یا مستنبط نہ ہو تو وہ چیز مردود
ہے۔ میں کہتا ہوں اس امر کی تعریف میں
اس طرف اشارہ ہے کہ امر اسلام مکمل اور
مشہور ہو چکا ہے۔ پس جو شخص اس میں زیادتی
چاہے گا اس نے ناپسندیدہ چیز کو اختیار
کیا۔

ان عبارتوں سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

۱ جو چیز حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر کے خلاف ہو وہ بدعت ہے۔

۲ جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو چاہے وہ عقیدہ کی بات ہو یا عمل کی یا حال ہو جس میں کوئی شبہ کا گرہو اور اس کو مستحسن قرار دے دیا گیا ہو۔ وہ بدعت ہے۔

۳ جس کا وجود خیر القرون میں نہ پایا گیا ہو اور اس کی سند کتاب وسنت سے ظاہر، خفی یا ملفوظ و مستنبط نہ ہو وہ مردود ہے۔

۴ پھر ایسے امر محدث کو دین اسلام اور صراط مستقیم اعتقاد کر لیا جائے یعنی فرض، واجب، سنت یا مستحب قرار دے دیا جائے۔

ان امور سے یہ ثابت ہوا کہ شریعت میں بدعت اس کو کہا جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہ ہو۔ صحابہ، تابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود نہ پایا جائے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر کے خلاف ہو اور صحابہ و تابعین و اتباع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر تعامل نہ ہو پھر ایسے امر کو شریعت کا کوئی جزو قرار دے لیا جائے۔ اس کے عامل کو مصیب اور اس کے تارک پر لعن طعن کیا جائے۔ تو ایسا کام یقینًا زیادت فی الدین، بدعت یا محدث کہلائے گا، جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق مردود وضلالت ہوگا اس کو جاری کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بدعتی کہلائے گا ایسے بدعتی کی عزت

وتوقیر کرنے والا ہادم اسلام قرار پائے گا۔ کیونکہ بدعت کو جاری کرنے والا حقیقت میں اسلام کو نامکمل سمجھتے ہوئے خود شارع بن بیٹھا ہے۔ شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایک نئی شریعت کی بنیاد رکھتا ہے یہ خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محاربہ نہیں تو اور کیا ہے؟ (العیاذ باللہ) آج تو مبتدعین کی آنکھیں بدعت نے خیرہ کر دی ہیں مگر کل حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ ؎

بوقتِ صبح شود ہم چو روز معلومت　　　　کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

یہ بدعت ومحدث کا حال ہے جس کا مردود ہونا ثابت ومسلّم ہے۔ رہا مستحب امر تو اس کے متعلق اتنا سمجھ لینا چاہئیے کہ اس پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے اس کے ترک کرنے سے کسی قسم کا عتاب وعذاب نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی کبھی اس کو ترک کر دینا بھی مستحب اور کارِ ثواب ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کے وجوب کا اعتقاد نہ پیدا ہو جائے اور جہاں اس کے وجوب کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہو وہاں اس کا چھوڑ دینا نہایت ضروری ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کام میں تیامن یعنی دائیں جانب کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص نماز کے بعد دائیں جانب پھرنے کو ضروری اور واجب اعتقاد کر لے تو وہ گنہگار ہو جائے گا جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

لا یجعل احدکم للشیطان شیئًا من صلوٰتہ یری ان حقًا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ۔	تم میں سے کوئی شخص شیطان کے لئے اپنی نماز سے کچھ حصہ نہ بنائے۔ اس طرح سے کہ وہ حق اور واجب سمجھ لے کہ وہ نہیں پھریگا مگر دائیں جانب کو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دیکھا ہے کہ وہ بائیں جانب کو بھی پھر جاتے تھے۔

حواشی مشکوٰۃ میں علامہ طیبی اور علامہ سید شریف فرماتے ہیں۔

ان من اَصرّ علی مندوب	یقیناً جو شخص مستحب امر پر اصرار کرتا ہے

وجعلهٔ عزمًا و لم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان فکیف من اصر علیٰ بدعۃ و منکر۔(انتہیٰ) | اور اس کو نہایت عزم سے لازم کر لیتا ہے، اور رخصت پر عمل نہیں کرتا تو تحقیق اس سے شیطان نے حصہ پایا۔ پس جو بدعت ومنکر پر اصرار کرے اس کا کیا حال ہوگا

اس سے معلوم ہوا کہ مستحب امر کو اصرار کے ساتھ ضروری سمجھ کر کرنا اور رخصت پر عمل نہ کرنا اور نہ کسی اور کو اس کی اجازت دینا اور جو شخص اس مستحب پر عمل نہ کرے۔ (یعنی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق رخصت پر عمل کرے) اس پر لعنت و ملامت کرنا صریحاً گناہ ہے۔ اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے سرتابی ہے۔ کیونکہ جس کام کو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھوڑنے کی اجازت دی ہے اس کو یہ خود سر آدمی نہ خود کبھی چھوڑتا ہے نہ کسی کو چھوڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ چھوڑنے والے کو برا بھلا کہتا ہے۔ یہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت واطاعت نہیں بلکہ ان کے ساتھ عداوت و مخالفت ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ!

اس سے بڑھ کر اس شخص کا حال دیکھئے۔ جو صرف مباح امر کو جس پر عمل کرنے سے ثواب کی امید بھی نہیں اور اس کے ترک کرنے سے کوئی عتاب و ملامت بھی نہیں اس کو یا چند مزدہات ومنکرات کو دین اسلام میں شامل کر لیتا ہے۔ ان کو فرض، واجب یا سنت و مستحب قرار دے کر ان پر عمل کرنے کو کار ثواب سمجھتا ہے دوسرے لوگوں کو اصرار کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے اور جو شخص اس امر کو مضبوط دلائل کے پیش نظر مستحب نہ مانے نہ اس پر عمل کرے اس کو مفتری، کذاب اور بے دین کہتا ہے۔ ایسے شخص کے فاسق، گنہ گار اور بدعتی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ دیکھئے قرآن میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ | اور جو کوئی برخلافی کرے رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور

غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۰	پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بُری جگہ
(پارہ ۵ - رکوع ۱۴)	ہے پھر جانے کی۔

اور کیا خوب کہا گیا ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اور دیکھئے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنت پر پابندی کرنے کی نہایت تاکید فرمائی ہے اور محدثات سے بچنے کی کس انداز میں تلقین فرمائی ہے۔

فانہ من یعش من بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا و عضوا علیہا بالنواجذ و ایاکم ومحدثات الامور فان كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضلالۃ (رواہ احمد و ابوداؤد و	پس تحقیق میرے بعد جو زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہیں چاہیئے کہ میری سنت کو اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم جانو اور اس کو ڈاڑھوں سے خوب مضبوط پکڑے رکھو اور نئے نئے کاموں سے بچتے رہو کیوں کہ ہر ایک محدث بدعت ہے اور ہر ایک بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔

الترمذی و ابن ماجہ)

اس کے بعد نماز جنازہ کے پڑھ چکنے کے بعد متصلاً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنے پر سیر حاصل بحث کی جائے گی کہ آیا یہ دعا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قولاً فعلاً یا تقریراً ثابت ہے یا نہیں؟ پھر صحابہ، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم کا اس پر تعامل رہا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس دعا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ سے روایتاً ثابت کرتے ہیں ان کا استدلال کہاں تک درست ہے۔ اور علماء مجتہدینؒ اور فقہائے احناف نے اس دعا کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرمایا ہے؟ اس سارے مضمون کو بنظر انصاف

پڑھیئے اور حقیقت کو باطل کے گرد وغبار سے پاک و صاف کر کے خالص سنت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش فرمائیے جو لوگ ادلۂ شرعیہ کی پروا نہ کرتے ہوئے خود اجتہاد کرنے بیٹھ گئے ہیں اور اپنی غلط تاویلوں سے اس دعا کو یا اس قسم کے اور محدثات و منکرات کو ثابت کر کے گمراہ کر رہے ہیں۔ آیاتِ قرآن کریم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موڑ توڑ کر یا موضوع و متروک آثار کو پیش کر کے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں ان کی تقلید کا دامن چھوڑ دیجئے۔ ورنہ تھوڑے ثواب کی امید میں آخرت کے ابدی عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا۔

دُعاء بعد نماز جنازہ

اکثر دیہات میں بلکہ بعض شہروں میں بھی یہ رواج پایا جاتا ہے۔ کہ نماز جنازہ کے بعد سلام پھیرتے ہی بیٹھ کر اور بعض علاقوں میں کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں جس کا احادیث صحیحہ اور کتب فقہ معتبرہ میں کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ جب ثبوت نہیں تو یہ دعا نہ سنت ہوگی نہ مستحب کہلائے گی۔ جو لوگ اس دعا کو سنت یا مستحب قرار دیتے ہیں ان سے دریافت کیا جائے تو وہ یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ چونکہ اس دعا پر عام مسلمانوں کا عمل ہے اور اس پر اجماع امت قائم ہو چکا ہے۔ کیوں کہ جس چیز کو عام مسلمان پسند کرتے ہوں وہ اس حدیث کے رو سے مستحب ہوگی۔ ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسنٌ۔ جس چیز کو مسلمان بہتر سمجھتے ہوں۔ وہ اللہ کے ہاں بھی بہتر ہے۔

حالانکہ اصول فقہ کی رو سے عوام کا قول یا فعل حجت کے قابل نہیں ہوتا نہ شریعت کے مسائل و احکام میں ان کی بات کا کوئی اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

والمعتبر فی ھٰذا الباب اجماع	معتبر اس باب میں اہل الرائے اور مجتہدین
اھل الرائے والاجتھاد فلا	کا اجماع ہے۔ عوام، متکلم اور محدث کے
یعتبر بقول العوام والمتکلم	قول کا بھی یہاں کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔
والمحدث الذی لا بصیرۃ	جن کو اصول فقہ میں کوئی بصیرت حاصل

لہٗ فی اصول الفقہ۔ نہ ہو۔

(اصول شاشی)

جب متکلم اور محدث جن کو اصول فقہ میں بصیرت نہیں ان کا اس باب میں چنداں اعتبار نہیں کیا جا سکتا تو عوام کالانعام کا اجتہاد و اجماع کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ اگر عوام کے اجماع و اجتہاد پر شریعت کے مسائل و احکام کی بنیاد رکھ دی جائے تو بیمہ لاٹری، تصویر سازی و تصویر فروشی، سینما، تھیٹر، راگ رنگ اور دیگر کئی قسم کے تماشے سب جائز ہو جائیں گے جن کو عوام بڑے شوق و محبت سے دیکھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو آج کل ان چیزوں کو جائز سمجھتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی ایسی چیزوں میں شامل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں اگر اعتبار نہ ہو تو ذرا بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹوں، سینماؤں اور تھیٹروں کے مینجروں سے مل کر حالات معلوم کر لیجئے، بینکوں کا حساب ملاحظہ فرما لیجئے۔ عام مسلمانوں کا لین دین سود پر چل رہا ہے۔ کوئی تجارت کوئی فرم سود سے آزاد نظر نہیں آتی۔ پھر ان حالات کے پیش نظر عوام کا کسی بات پر اجماع کر جانا کیسے اعتبار کے لائق ہو سکتا ہے یا عوام کے اجتہاد پر مسائل شرعیہ کے ثبوت کا کس طرح دارو مدار رکھا جا سکتا ہے۔ یقین جانئے کہ اس حدیث میں بھی مسلمون سے صحابہ رض، تابعین رح، تبع تابعین رح اور ائمہ مجتہدین رح ہی مراد ہیں نہ کہ عوام جن کو اصول فقہ سے واقفیت ہی نہیں۔ اور صحابہ رض، تابعین رح، تبع تابعین رح، ائمہ مجتہدین اور علماء متقدمین و متاخرین کا آج تک کسی زمانے میں بھی نماز جنازہ کے بعد دعا و استغفار کرنے پر اجماع و اتفاق نہیں ہوا، اور نہ اس کا ثبوت کہیں موجود ہے اور اجماع ثابت بھی کیسے ہو جب کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے اس کے برعکس دعا بعد نماز جنازہ کے غیر ثابت، ناجائز اور مکروہ و زیادت فرمانے میں ہر زمانے میں فقہائے احناف رح نے ضرور اتفاق و اجماع فرمایا ہے جس کا تفصیل ذکر کتب فقہ معتبرہ کی تصریحات سے اگلے صفحات میں کر دیا جائے گا۔ اور یہ جو مسلمون کے لفظ سے عوام مراد لیا جاتا ہے اور پھر عوام کے اجماع کو حجتِ شرعیہ قرار دے کر دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت و جائز

کیا جاتا ہے یہ محض دھوکہ ہے۔ جس سے عام مسلمانوں کو گمراہی کے ہیبتناک گڑھے میں دھکیلا جارہا ہے ؎

"یہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا"

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر کتاب کے (باب اول) میں دعا بعد نماز جنازہ کے عدم ثبوت کے متعلق دلائل وشواہد بیان کر دیے جائیں اور کتب فقہ سے وہ تصریحات جو فقہائے احنافؒ نے اس دعا کے عدم جواز پر ارشاد فرمائی ہیں ان کا مفصل ذکر کر دیا جائے۔ تاکہ مسئلہ کی حقیقت پوری طرح کھل جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں جو شکوک وشبہات اس دعا کے متعلق پیدا ہو چکے ہیں وہ بالکل دور ہو جائیں ساتھ ہی انہیں یہ یقین بھی ہو جائے کہ فقہائے احنافؒ نے اس دعا کو نہایت واضح اور صریح الفاظ میں ناجائز، مکروہ اور زیادت علی صلوٰۃ الجنازہ فرمایا ہے

باب دوم میں ان علماء کرام کے فتوے درج کئے جائیں گے جنہوں نے اس دعا کو فقہ حنفیہ کی رو سے ناجائز، مکروہ یا بدعت قرار دیا ہے اور یہ فرمایا کہ اس کا صدر اول (زمانہ مشہود لہا بالخیر) میں کوئی ثبوت نہیں ملتا نہ علمائے متقدمین اور متاخرین نے اس کے جواز کا کوئی فتویٰ دیا ہے۔

باب سوم میں بریلوی مولوی صاحبان کی طرف سے دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان کا ذکر کر دیا جائے گا۔ اور وہ احادیث اور اقوال بھی درج کر دیے جائیں گے۔ جن سے وہ اس دعا کو جائز ومستحب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان کے پیش کردہ دلائل کا جواب اور ان کی پیش کردہ روایات کا صحیح محمل اور مفہوم پیش کر دیا جائے گا۔ جس سے صاف اور بیّن طور پر یہ معلوم ہو سکے گا کہ ان لوگوں نے ان روایات وآثار کا مفہوم اور مطلب بیان کرنے میں دیانتداری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اصل مسئلہ کو نہایت ہی رکیک تاویلات سے بڑی حد تک چھپانے کی کوشش کی ہے۔ جس سے عوام کے عقائد میں اور زیادہ خرابی یہ پیدا ہو گئی کہ وہ اس دعا بعد نماز جنازہ کو وجوب کے درجے میں اعتقاد کرتے ہوئے نہایت اصرار کے ساتھ

اس پر عمل کرنے لگے اور جس نے اس دعا کے ناجائز ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور اس کے مانگنے سے گریز کیا اس کو ان لوگوں نے نہایت بری طرح طعن و ملامت کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ لوگ اس کو ترک واجب کے گناہ سے بھی بڑا گناہ خیال کرتے ہیں۔

باب چہارم (خاتمہ) دفن میت کے بعد قبر پر دعا و استغفار کرنے کا ثبوت قرآن کریم حدیث شریف اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کتب فقہ معتبرہ سے پیش کر دیا جائے گا کہ عامۃ المسلمین اس غیر ثابت اور ناجائز و مکروہ دعا کو (جو نماز جنازہ کے بعد مانگی جاتی ہے) بالکل چھوڑ دیں اور اس کی بجائے ثابت اور جائز و مستحب دعا (جو دفن میت کے بعد قبر پر مانگی جاتی ہے) اسی پر اکتفا کر لیا کریں۔ اس طریقہ سے ان کو دوگنا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

ایک ترک بدعت کا کیوں کہ بدعت کو چھوڑ دینا بھی سنت ہے دوسرا سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل پیرا ہونے کا ؎

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

بندہ ناچیز:- حکیم سید عزیز علی شاہ ثابت بخاری
الراجی رحمۃ ربہ الباری کھیکے ضلع گوجرانوالہ

باب اوّل

دُعا بعد نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر فقہاء کرام کی تصریحات

نمازِ جنازہ حقیقت میں دعا ہے اور میت کے لئے استغفار ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا مسنون نہیں نہ اس کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ ہدایہ باب الجنائز میں لکھا ہے :-

والاتیان بالدعوات استغفار للمیت والبدایۃ بالثناء ثم بالصلوٰۃ سنۃ الدعاء۔	دعاؤں کا ادا کرنا میت کے لئے استغفار ہے اور ثنا سے شروع کرنا اور درود شریف پڑھنا دعا کے لئے سنت طریقہ ہے۔

نمازِ جنازہ میں دوسری نمازوں کی طرح تمام شرائط وارکان نہیں پائے جاتے اس لئے اس کو دوسری نمازوں پر کلیتہً قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کو دوسری دعاؤں کی نظیر ہی قر[illegible] کتاب مبسوط جلد دوم کے ص۵۵ پر شہید پر نماز [illegible] بارے میں ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم السیف محاء الذنوب والصلوٰۃ علیہ شفاعۃ لہٗ ودعاءٌ۔ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے اور (شہید) پر نماز جنازہ پڑھنا اس کے لئے شفاعت اور دعا ہے۔

جس سے ثابت ہوا کہ نمازِ جنازہ دراصل دعا ہے۔ اس لئے اس کو دعا کی نظیر قرار دینا قیاس میں معتبر ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الجنائز میں ایک مسئلہ کے جواز میں لکھا ہے۔

اجزاھم فی القیاس لانہا دعاءٌ قیاس میں ان کو کافی ہے کیوں کہ یہ دُعا ہی تو ہے۔

عنایہ میں ہدایہ کے اس قول "الاتیان بالدعوات استغفارٌ للمیّت" کے نیچے لکھا ہے۔

اشارۃ الیٰ ان المقصود ھو الدعاء (حاشیہ فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۲)۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل مقصود دعا للمیت ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۴ پر ہے۔

والمقصود بالصلوٰۃ علی الجنازۃ	نماز جنازہ سے مقصود میت کے لئے
استغفار للمیّت والشفاعۃ لہ	استغفار اور اس کی شفاعت ہے
فلھذا یاتی بہ ویذکر الدعاء	لہٰذا دعا میں مشہور دعاء اللّٰھم
المعروف اللّٰھم اغفر لحیّنا و	اغفر لحیّنا و میّتنا آخر تک پڑھنی
میّتنا۔	چاہیے۔

آگے چل کر شمس الائمہ سرخسی اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

لان ھٰذہ لیست بصلوٰۃ علی	کیونکہ یہ حقیقت میں نماز نہیں ہے بلکہ
الحقیقۃ انما ھی دعاء واستغفار	محض میت کے لئے دعا و استغفار ہے۔
للمیّت واشتراط الطھارۃ	اور وضو کا شرط ہونا اور قبلہ کی طرف منہ
واستقبال القبلۃ فیھا لا یدل	کرنا اس میں یہ دلالت نہیں کرتا کہ وہ
انھا صلوٰۃ حقیقۃ۔	حقیقت میں نماز ہے۔

کتب فقہ کی ان عبارتوں سے یہ بات اچھی طرح سے واضح ہوگئی کہ نماز جنازہ سے اصل مقصود دعا و استغفار میت ہے۔ دوسری نمازوں کی طرح اس میں اذان و اقامت نہیں ہے، تعوذ، تسمیہ، قرآت قرآن نہیں ہے، قومہ، جلسہ، قعود نہیں، تسمیع و تحمید نہیں، نہ اس میں رکوع ہے نہ سجود، اور التحیات اور تشہد بھی نہیں۔ پھر اس میں اوقات مکروہہ کے علاوہ کسی خاص وقت کی پابندی نہیں۔ صرف وضو کر کے قبلہ رو کھڑے ہو کر چار تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ جس کا سنت طریقہ کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔

والصلوٰۃ ان یکبر تکبیرۃ	نماز جنازہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی
یحمد اللہ عقیبھا ثم یکبر	ثنا پڑھے، پھر دوسری تکبیر کے بعد نبی
تکبیرۃ یصلی علی النبی صلی اللہ	علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، پھر
علیہ وسلم ثم یکبر تکبیرۃ	تیسری تکبیر کے بعد اپنے لیے اور میت
یدعوا فیھا لنفسہ وللمیت	اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعاء کرے
وللمسلمین ثم یکبر الرابعۃ	پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر
ویسلم (ہدایہ ص۱۲۵ باب الجنائز)	دے۔

جس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ دراصل میت کے لئے دعاءِ مغفرت ہے جس میں خدا کی ثنا اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا سنت طریقہ ہے۔ اس طریق سے دعا کرنا بہت مقبول ہوتا ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا میت کے لئے جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ جس صورت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میت کے لئے استغفار و دعا کرنے کا طریقہ چار تکبیروں کے اندر کھڑے ہونے کی حالت میں مقرر فرما دیا ہے تو اب میت کے لئے کسی اور خود ساختہ طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہوگا اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے دعا کرنے کی مخالفت ہو جائے گی اور اگر بعد نماز جنازہ کے کوئی اور دعا میت کے لئے کی جائے گی تو نماز جنازہ والی دعا کو لوگ ناکافی خیال کرلیں گے۔ جس سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو ناکافی اور نامکمل سمجھنے کا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف رح نے دعا بعد نماز جنازہ کو زیادت اور مکروہ فرمایا ہے۔

نماز جنازہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو چھپ کر اندرون خانہ پڑھی جاتی ہو۔ یہ تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر آج تک کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی رہی۔ اکثر لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوتے رہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کئی جنازوں پر نماز ادا فرمائی۔ آپ کے ساتھ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک نماز ہوتے رہے صحابہؓ پر صحابہؓ و تابعینؒ نے اور تابعینؒ پر تابعین رح و

تبع تابعین رح نے جنازہ کی نمازیں پڑھیں۔ ایسی صورت میں بعد نماز جنازہ کے دعار و استغفار کی شہادت کئی طرق سے احادیث صحیحہ میں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ نماز جنازہ کو کثرت سے کھلے میدانوں میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کے باوجود اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ اور نہ ائمہ مجتہدین رح نے اس کی کہیں صراحت فرمائی ہے۔ ایسی صورت میں اس دعا کو سنت و مستحب قرار دے کر اس پر اصرار کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم، احادیث اور آثار کو جاننے والے فقہائے عظام رح نے اس دعا کو جائز نہیں کہا، بلکہ انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں اس نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو صاف طور پر ناجائز اور مکروہ فرمایا ہے۔ آپ فقہ کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے اور تعصب کو دُور رکھ کے انصاف کی نظر سے فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کو ملاحظہ فرماتے جایئے آپ کو صراط مستقیم مل جائے گی۔

پہلا ثبوت۔ کنز الدقائق میں نماز جنازہ کی ترکیب میں لکھا ہے وھی اربع تکبیرات بثناء بعد الاولیٰ وصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ ودعاءٍ بعد الثالثۃ۔ اور جنازہ کی چار تکبیریں ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثنار دوسری تکبیر کے بعد حضور اکرم علیہ السلام پر درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا ہو۔

دعاءٍ بعد الثالثۃ کے بعد بحر الرائق جلد دوم ص۱۸۳ پر لکھا ہے۔
وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم (کما فی الخلاصۃ)
اور مقید کیا اس کو ساتھ قول بعد الثالثۃ کے کیونکہ بعد سلام کے کوئی اور دعا نہ مانگے۔ (جیسا کہ خلاصہ میں ہے)۔

دوسرا ثبوت: طاہر بن محمد عبد الرشید البخاری رح نے خلاصہ الفتاویٰ کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھا ہے۔
ولا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد کوئی

دعا نہ مانگے۔

تیسرا ثبوت:۔ خلاصۃ الفتاوٰی کے صـ۲۲۵ پر دوسری جگہ لکھا ہے۔

ولا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القرآن لاھل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلہا

اور نہ دعا مانگی جاتے اہل میت کے لئے قرآن پڑھ کر نہ بعد نماز جنازہ کے اور نہ پہلے اس کے۔

چوتھا ثبوت:۔ کتاب المسمّٰی نفع المفتی والسائل (مولانا عبدالحی صاحبؒ) کے صـ۶۱ پر لکھا ہے۔

بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے۔

پانچواں ثبوت:۔ فتاویٰ سراجیہ کے باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں صـ۱۴۱ پر یہ عبارت ہے۔

اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء جب فارغ ہو نماز جنازہ سے دعا نہ مانگے۔

چھٹا ثبوت:۔ مشکوٰۃ المصابیح کے باب الجنائز میں صـ۱۴۷ پر مالک بن ہبیرہؓ سے روایت ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلاثۃ صفوف من المسلمین الا اوجب فکان مالک اذا استقل الجنازۃ جزأھم ثلاثۃ صفوف لھذا الحدیث (رواہ ابوداؤد)

فرمایا انہوں نے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ نہیں کوئی مسلمان مرجا کہ اس پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھ لیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے پس مالکؓ جب اہل جنازہ کو کم دیکھتے تھے تو ان کی تین صفیں بنایا کرتے تھے اس حدیث نبوی پر عمل کرتے ہوئے۔

اس حدیث کے تحت صاحب مشکوٰۃ میں بحوالہ مرقاۃ ملّا علی قاری حنفی ؒ المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ [illegible] لکھا ہے۔

ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ
اور نہ دعا مانگے کوئی بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ دُعا نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب جنازے کی نماز میں شامل ہونے والے لوگ کم ہوتے تھے تو مالک بن ہبیرہؓ ان کی تین صفیں بنا لیا کرتے تھے تاکہ اس طریقہ سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس میت کے لئے بھی جنت واجب ہو جائے۔ اس کی شرح یوں بیان کی گئی کہ یہ طریقہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد تو کوئی اور دعا نہیں ہے۔ کیوں کہ ایسی دعا نماز میں زیادت سے مشابہت رکھتی ہے۔

ساتواں ثبوت:۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث مذکورالصدر کی شرح میں لکھا ہے۔

"جنازے کی نماز کے بعد کوئی دعا نہ مانگے۔ کیوں کہ یہ نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے۔"

آٹھواں ثبوت:۔ شرح وقایہ برجندی باب الجنائز میں ہے۔

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیھا۔ کذا فی المحیط
نہ مانگے کوئی شخص دعا بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ وہ اس میں زیادت کے مشابہ ہے۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔

نواں ثبوت:۔ محیط میں باب الجنائز کے اندر امام ابوبکر بن حامد رح سے روایت ہے۔

ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی یقیناً مکروہ ہے۔

دسواں ثبوت:۔ قنیہ میں ابوبکر رح بن حامد رح والی روایت بھی درج ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ قال لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ ناقلا عن علاء السغدی وشرح السرخسی۔ نہ مانگے کوئی مرد دعا بعد نماز جنازہ کے۔ کہا اس نے کیوں کہ وہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے نقل کرتے ہوئے علاء السغدی اور شرح سرخسی سے۔

نوٹ

بہت ممکن ہے کہ کسی صاحب کو امام محمدؒ بن فضلؒ کے قول سے جو قنیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ اس دعا کے جواز پر شبہ پیدا ہو، اور وہ لا باس بہ کے قول سے غلطی کھا جائے کہ وقال محمد بن الفضل لا باس بہ (ترجمہ) اور محمدؒ بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ جمہور فقہاء احنافؒ کے قول کے مقابلہ میں صرف ان کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے۔ ثانیاً کلمۂ لا باس بہ سے فقہاء کرام رح کی اصطلاح میں کراہت تنزیہی مراد ہے۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ کے صفحہ ۱۳۰ پر ہے۔ کہ "کلمۂ لا باس بہ۔ اکثر در کراہت تنزیہی مستعمل میشود (یعنی کلمۂ لا باس بہ کا استعمال مکروہ تنزیہی پر کیا جاتا ہے۔ شامی جلد اول ص۸۲ پر ہے۔ حاصل الجواب حمل الکراھۃ علی التنزیہ فلا تنافی قولھم لا باس بہ لان غالب استعمالھا فیما ترکہٗ اولی (ترجمہ) حاصل جواب یہ ہے۔ کہ مکروہ تنزیہی پر محمول کرنے کو فقہاء کا قول لا باس بہ ہرگز منافی نہیں۔ کیوں کہ اس کلمہ کا استعمال اکثر ان چیزوں میں ہوتا ہے۔ جن کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔ دوسری جگہ شامی جلد اول کے ص۳ پر احکام المساجد میں لا باس بنقشہ کے تحت لکھا ہے۔ قال فی النہایہ لان لفظ لا باس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان الباس الشدۃ (ترجمہ) "کہا نہایہ میں لفظ لا باس دلیل ہے اس بات کی کہ یقیناً یہ مستحب کے خلاف ہے کیوں کہ باس شدت کو کہتے ہیں" انتہی۔

پس کلمۂ لا باس بہ سے بھی یہی ثابت ہوا کہ یہ دعا مکروہ تنزیہی ہے جس

(باقی کرٹ صفحہ ۲۷ پر)

گیارہواں ثبوت :۔ قدوری کے صفحہ ۲۶ پر تمہ یک بر تکبیرۃ رابعۃ دیسلو کے حاشیہ پر شرح وقایہ برجندی اور قنیہ کے حوالے سے دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ کہا گیا ہے۔

بارہواں ثبوت :۔ مالا بدمنہ کے صـ۷۵ کی اس عبارت کہ "بعد تکبیر چہارم سلام گوید" کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ :۔

بعد تکبیر چہارم سلام گوید وبعد آں ہیچ دعا نخواند (چوتھی تکبیر کے بعد سلام کہے اور اس کے بعد کوئی دعا نہ پڑھے۔

آگے چل کر اس حاشیہ میں لکھا ہے۔

بعد سلام برائے دعا ایستادن ہم نشاید بلکہ در حمل جنازہ مشغول شوند کذا فی درالمختار بعد سلام کے دعا کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیئے بلکہ جنازہ کے اٹھانے میں مشغول ہونا چاہیئے ایسا ہی دُرمختار میں ہے۔

تیرہواں ثبوت :۔ فتاویٰ سعدیہ کے صـ۱۳ پر مفتی سعد اللہ صاحب المتوفی ۱۲۹۴ھ نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنے کے متعلق فرمایا ہے۔

خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ بودن برامر مسنون منع مے کنند یہ دعا کراہت سے خالی نہیں کیوں کہ اکثر فقہاء کرام امر مسنون سے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس دعا سے منع کرتے ہیں۔

چودھواں ثبوت :۔ جامع الرموز میں ترکیب نماز جنازہ اور تسلیم کے بعد یہ

صفحہ ۳۲ کا بقیہ نوٹ

کا چھوڑ دینا نہایت مستحسن اور مستحب ہے، فرق یہ نکلا کہ دوسرے فقہاء کرام رح نے اس دعا کو مکروہ (تحریمی) کہا اور محمد بن فضل نے لا باس بہ فرما کر مکروہ تنزیہی ٹھہرا دیا ہے۔ اگر محمدؒ بن فضل رح اس دعا کو سنت ومستحب سمجھتے یا ان کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت سنداً صحیح ثابت ہوتی تو صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اس کا ذکر فرما دیتے۔

عبارت ہے۔

ولا یقوم داعیالہٗ (نماز جنازہ کے بعد) کوئی آدمی اس کے لئے دعا نہ کرے

پندرھواں ثبوت :۔ زاد الآخرت کے صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

و بعد فراغ از نماز برائے خواندن دعا نایستد۔ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

ان سب دلائل فقہیہ سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ فقہاء کرام رح نے اس کے سنت و مستحب ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ اس کو مکروہ و زیادت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے دفن میت میں جلدی کرنی چاہیئے اور غیر معروف اور زائد کاموں میں مشغول ہو کر میت کے ضروری حقوق میں تاخیر کرنی ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۱۴۹)

سولھواں ثبوت :۔ دیکھیئے کافی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

وان فرغوا فعلیھم ان یمشوا خلف الجنازۃ الیٰ ان ینتھوا الی القبر۔

اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو ان پر یہ حق ہے۔ کہ جنازے کے پیچھے قبر تک پہنچ جائیں۔

سترھواں ثبوت :۔ اور صراط مستقیم میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا طریقہ بعد نماز جنازہ کے اس طرح لکھا ہے۔

چوں نماز بر میت گذارے یادے ہمراہ شدے وپیادہ پا بمدفن رفتے۔ جب حضور علیہ السلام میت پر نماز جنازہ ادا فرما لیتے تو آپ اس کے ہمراہ پیدل مدفن تک جاتے۔

ان عبارتوں سے صرف نماز جنازہ کے بعد جنازہ کو قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ دعا بعد نماز جنازہ میں شامل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ نماز جنازہ کے بعد اہم کام تدفین کا ہوتا ہے۔ اس لئے دفن میت میں تاخیر کرنی سنت کے خلاف اور رافع سنت ہو گی۔

اٹھارھواں ثبوت :۔ فتاویٰ سراجیہ جلد اول کتاب الجنائز صـ۹۲ میں ہے۔

وان لم یکبر مع الامام	مسبوق نے اگر امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہی
حتی کبر الامام اربعا کبر	یہاں تک کہ امام نے چار تکبیریں کہہ لیں تو
ھو للافتتاح قبل ان یسلم	وہ امام کے سلام پھیرنے سے قبل تکبیر افتتاح
الامام و یکبر ثلاثا قبل ان	کہہ لے اور باقی تین تکبیریں جنازہ اٹھائے
یرفع الجنازۃ تتابعا لا دعاء فیھا	جانے سے پہلے بغیر دعا کے پے درپے
فاذا رفعت الجنازۃ من الارض	کہے پھر جب جنازہ زمین پر سے اٹھا لیا جائے
یقطع التکبیر۔	تو تکبیر کو ختم کر دے۔

انیسواں ثبوت :۔ مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم ص۹۲ پر ہے۔

اذا کبر الامام تکبیرۃ او تکبیرتین ثم جاء رجل فانه ینتظر حتی یکبر معه فاذا سلم قضٰی ما بقی علیه قبل ان ترفع الجنازۃ فی قول ابی حنیفۃؒ و محمدؒ۔ جب امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا ہو اور کوئی آدمی آگیا تو یہ آدمی انتظار کرے یہاں تک کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے پس جب امام سلام پھیرے تو یہ آدمی جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ہی فوت شدہ تکبیریں کہہ لے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا یہی قول ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مسبوق کو اپنی فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام پھیرتے ہی پے درپے کہہ لینا چاہیئے۔ تاکہ وہ جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے اپنی تکبیروں سے فارغ ہو سکے اس میں دعا وغیرہ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کو نماز کے بعد فوراً اٹھا لینا چاہیئے، مسبوق کی تکبیروں کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور مسبوق کو بھی دعا وغیرہ میں لگ کر دیر نہیں کرنی چاہیئے تو اب نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا شغل کیسے جائز اور درست ہو سکتا ہے؟

بیسواں ثبوت :۔ دُرّ المختار میں پہلی دوسری، تیسری تکبیر کا ذکر کرنے کے بعد آتا ہے۔

ویسلم بلا دُعاء بعد الرابعۃ بتسلیمتین ناویا ان المیت مع القوم بعد چوتھی

تکبیر کے بغیر دعا کے دونوں طرف سلام پھیر دے. جس میں میت کی مع قوم کے نیت رکھے۔

اکیسواں ثبوت :۔ نورالایضاح کے باب احکام الجنائز میں آتا ہے۔

ویسلم بعد الرابعة من غیر دعاء فی ظاهر الروایة ۔ اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بغیر دعا کے یہی ظاہر روایت میں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ظاہر روایت میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل یا سلام کے بعد کوئی اور دعا معہود نہیں ہے۔ اگر یہ دعا فقہائے احناف رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز و مسلم ہوتی تو ضرور اس کا کتب فقہ میں ذکر کر دیا جاتا ہر شخص قرآن کریم و احادیث سے قیاس و اجتہاد کر کے مسائل کو استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس کے لئے علم کثیر ہونے کے ساتھ تفقہ فی الدین کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ آج کل جو لوگ اس دعا کو اصول شرعیہ سے برکنار رہ کر صرف اپنے قیاس فاسد سے جائز و مستحب قرار دیتے ہیں۔ وہ یقیناً غلطی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کی باتوں کا ہرگز اعتبار نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ایسے لوگوں کی کورانہ تقلید سے فلاح و نجات ہی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ یقین جانیئے کہ اس قسم کی تقلید میں دنیا و آخرت کا نقصان ہے۔ الحاصل نماز جنازہ خود دعا ہے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد میت کو قبر تک پہنچانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فقہا احناف نماز جنازہ کے بعد دعا کو غیر ثابت اور مکروہ کہتے ہیں اور اس ترک دعا بعد از جنازہ کو ظاہر روایت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ظاہر روایت کو چھوڑ کر غیر ظاہر روایت کی تلاش کرنا (جب کہ بحمد اللہ اس مسئلہ میں کوئی ایسی غیر ظاہر روایت بھی موجود نہیں جس میں صراحت سے اس دعا کی اجازت بلا کراہت طبی ہو) کہاں کا انصاف اور دیانت ہے،

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

باب دوم

دُعا بعد نماز جنازہ کے عدم جواز پر علمائے کرام رح کے فتوے

استفتاء :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و حاملان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد متصلاً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ دعا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قولاً فعلاً یا تقریراً ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو یہ دعا فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب؟ جواب قرآن کریم، حدیث شریف اور فقہ حنفیہ سے مدلل مرحمت فرمایا جاوے۔ بیّنوا توجروا۔

المرقوم ۲/ اکتوبر ۱۹۵۳ء

پیش کردہ بندہ ناچیز سید عزیز علی از کھیکے ضلع گوجرانوالہ۔

الجواب عاً بعون الملک الوهاب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

دعا بعد نماز جنازہ متصلاً نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب بلکہ بدعت ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر سے قولاً۔ فعلاً۔ تقریراً کسی طرح صحیح طریقے سے ثابت نہیں ہے۔ علماء احناف میں سے کسی معتدبہ عالم نے اس کے استحباب تو بجائے خود اس کے جواز کا فتویٰ بھی نہیں دیا بلکہ اس کو مکروہ تحریمی کہا۔ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر علامہ ملا علی قاری حنفی کی عبارت جو انہوں نے مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں فرمائی ہے۔ نقل کرتا ہوں فرماتے ہیں۔ ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ انتہی بلفظہ مشکوۃ اصح المطابع باب المشی بالجنازہ ص ۱۴۷) اور بحر الرائق جلد دوم باب الجنائز ص ۱۸۳ میں ہے۔ وقیل بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ

اگر بالفرض دعا بعد الجنازہ مستحب بھی ہوتی پھر بھی اس زمانہ میں اس کا چھوڑنا جب کہ دعا نہ کرنے والے پر نکیر کی جاتی ہے واجب ہوتا کیونکہ اس پر ائمہ حنفیہ کی متعدد تصریحات کے باوجود

ہیں کہ اگر کسی مستحب کام کو لوگ ضروری سمجھنا شروع کردیں تو اس کا ترک کردینا اس لئے واجب ہوتا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں سے اس کے وجوب کا اعتقاد جاتا رہے۔ ھٰذا ما عندی واللّٰہ اعلم (دستخط)
حررہ راجی رحمتہ ربہ الصمدانی المدعو بغلام ربانی نائب مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ۔

الجواب نمبر ۲ ۴۴۶/۹ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اس کے بعد کوئی اور دعا مانگنا بدعت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم و حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و سلف صالحین الغرض کسی بزرگ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم ۲۴ صفر ۱۳۷۱ھ

(بندہ اصغر علی غفرلہ معین خیر المدارس ملتان)

مدرسہ عربی خیر المدارس دار الافتاء

الجواب صحیح۔ بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ
خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

الجواب ۳ مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً ۔ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اس کے بعد دعا کیسی؟ کبیری میں علامہ حلبی ایک مسئلہ کی دلیل میں القیاس الجواز لانہا دعاءٌ اور ہدایہ کے اس قول کے نیچے "الاتیان بالدعوات استغفار للمیت" عنایہ میں ہے "اشارۃ الی ان المقصود ھو الدعاء" اور کنز الدقائق کی ترکیب نماز میں و دعاء بعد الثالثۃ کے تحت بحر الرائق میں ہے۔ وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لا باس بہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سلام کے بعد دعا ثابت نہیں نہ فرض نہ واجب نہ سنت نہ مستحب مگر امام فضلی سے ایک روایت نقل ہے کہ منع بھی نہیں لیکن اگر ایسی بات پر جو مستحب ہو یا مباح ہو کہ اس کے نہ کرنے پر کراہت بھی نہیں اگر ایسا التزام کیا جائے کہ اس کے نہ کرنے کو قابل اعتراض اور ترک واجب جیسا قرار دیا جاتا ہو تو یہ جس کے ترک کو شریعت نے جائز رکھا تھا۔ اس کے ترک کو حرام بنانا ہوا جو شریعت کا مقابلہ ہوا۔ یہ خود اس کو ناجائز بنا دیتا ہے پھر اس کو چھوڑنا ضروری ہو جائے گا۔ ایسی چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کی شریعت میں اصل نہ ہو۔ اور لوگ اس کو شریعت کی بات بنالیں کار ثواب قرار دے لیں تو وہ کل بدعۃ ضلالۃ۔ حدیث کی رو سے گمراہی بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے

بچائیں اور صرف اپنے احکام کی پابندی کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



کتبہ :۔ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۲۵ / صفر ۱۳۷۶ھ

الجواب ۴ باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ ۔ مذکورہ بالا صورت میں دعا بدعت ہے اس کو ترک کر دینا چاہیئے ۔ زمانہ مشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں جو لوگ کرتے ہیں۔ غلطی کرتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

محمد خلیل مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ

۱۵ / صفر ۱۳۷۶ھ

الجواب ۵ نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگنا آنحضرت یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں۔ کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ اپنے اپنے دل میں لوگ علیحدہ علیحدہ دعا مانگیں اس کا ہر وقت اختیار ہے۔

محمد مظہر بقاء غفرلہٗ ۱۰ / ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح ۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ



کراچی ۶

الجواب ۶ :۔ باللہ التوفیق ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدس میں جنازے ہوتے تھے لیکن بعد سلام صلوٰۃ جنازہ کوئی دعا آپ سے ثابت نہیں کیونکہ صلوٰۃ جنازہ حقیقت میں ایک دعا ہے۔ ہاں بعد دفن میت قبر پر دعا مانگنے کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب اپنی کتاب المسمیٰ نفع المفتی والسائل کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا کردہ ہے کیونکہ تقاضا دعا موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا ثابت ہی نہیں بحر الرائق ص ۱۸۳ صاحب کنز کے قول بعد الثالثۃ میں لکھا ہے۔ لا یدعو بعد التسلیم۔ سلام کے بعد دعا نہ مانگے۔ فتاویٰ سراجیہ

میں لکھا ہے۔ اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدّعاء جب نماز جنازہ سے فارغ
ہووے تو دعا کیلئے کھڑا نہ ہووے۔ بہر صورت جب ثبوت نہیں تو پھر دعا بعد تسلیم نہیں
کرنی چاہیئے۔ اس میں کراہیت ہے۔

(دستخط) عبدالواحد عفا اللہ عنہ۔ جامع مسجد شیرانوالہ۔ گوجرانوالہ

الجواب صحیح۔ شمس الدین۔ بقلم خود

جواب درست ہے۔ محمد چراغ۔ مدرسہ عربیہ، گوجرانوالہ

علاوہ ان کے خیر الصلاۃ فی حکمۃ الدعاء للاموات میں تکملہ اور ضمیمہ کے
ماتحت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے دلیل الخیرات فی ترک المنکرات
میں ہندوستان، برہما وغیرہا ممالک کے اکثر شہروں مثلاً اجمیر، رنگون، دیوبند کلکتہ، سراج
گنج۔ ڈھاکہ، چاٹگام، بھوپال، پانی پت حصار وغیرہ کے مشہور علماء کرام کے سو سے زائد فتوے
درج کئے ہیں جن میں دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ اور بدعت قرار دیا گیا ہے۔



باب سوم

بریلوی مولوی صاحبان کے فتوے اور ان کا جواب

استفتاء کے الفاظ قریبا یہی ہیں۔ جو حصہ دوم کے شروع میں درج کر دیے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ بریلوی مولوی صاحبان کے چار فتوے میرے پاس موجود ہیں۔ جن میں انہوں نے دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق آیات و احادیث سے ثبوت دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آیات قرآن تو مطلق دعا کے بارے میں ہیں۔ ان میں بعد نماز جنازہ کی دعا یا کسی اور دعا کی تخصیص نہیں ہے اور جو احادیث پیش کی ہیں۔ وہ تمام نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے دعا پڑھنے کے بارے میں ہیں یا دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ حالاں کہ استفتاء میں نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے دعا کرنے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ہرگز سوال نہیں کیا گیا تھا۔ کتب فقہ حنفیہ سے کسی فقیہہ و مجتہد کا قول دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں نقل نہیں کیا گیا۔ اندریں حالات اگرچہ اصولی طور پر ان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ مگر تاہم ان کو نقل کرنا اور ان کے جوابات دینا اس لئے مناسب سمجھا گیا تاکہ ناظرین کرام پر مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے اور ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کی گنجائش ہی نہ رہے۔

قولهم فتوی ۱ جو اس دعا کو نہ مانے وہ مفتری[1]۔ کذاب اور بے دین ہے۔

فتوی ۲ حضور کریم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ (مشکوۃ شریف) جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لئے دعا مانگو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام بھی اس دعا کیلئے ارشاد فرماتے ہیں۔ اب جو کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے اسے دین کی ضرورت نہیں وہ بے دین ہے۔

فتوی ۳ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء (جب تم میت پر نماز جنازہ

---

[1] گویا اس مفتی کے نزدیک وہ تمام سلف احناف جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ سب کے سب مفتری کذاب اور بے دین ہیں (العیاذ باللہ) ماشاء اللہ ایسا ہی حنفی مفتی ہونا چاہیئے۔

پڑھو تو اس کیلئے خاص دعا مانگو) اس حدیث مرفوع میں اذا صلیتم شرط ہے۔ فاخلصوا جزا ہے۔ شرط اور جزا میں تغایر ہونا چاہیے نہ کہ اس میں داخل ہو۔ صلیتم ماضی کا صیغہ ہے فاخلصوا امر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔

فتویٰ ۳ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ کو تو اس کیلئے خالص دعا مانگو ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جائے۔ بلا تاخیر جو لوگ اس کے معنے کرتے ہیں کہ نماز میں اس کیلئے دعا مانگو ف کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے اور فاخلصوا جزاء شرط اور جزاء میں تغایر چاہیئے نہ یہ کہ اس میں داخل ہو پھر صلیتم ماضی اور فاخلصوا امر ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ جیسے فاذا طعمتم فانتشروا میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان اور اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم میں نماز کیلئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ الیٰ سے معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں بھی وضو ارادہ نماز کے بعد ہی ہوا اور ف سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی ف سے معلوم ہوئی کیونکہ حرف ف تعقیب کے لئے آتا ہے۔ انتہیٰ۔

الجواب فتویٰ ۳ میں حدیث اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کا حوالہ نہیں دیا گیا۔

فتویٰ ۲ میں مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کیلئے دعا مانگو اس ترجمے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا طریق استدلال بھی وہی ہے جو فتویٰ ۳ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کا جواب فتویٰ ۳ کے تحت آجائیگا۔ یہاں صرف یہ بات واضح کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنی تحریر میں فرمایا ہے کہ اب جو کوئی اس دعا پر اعتراض کرتا ہے اسے دین کی ضرورت نہیں وہ بے دین ہے۔ فتویٰ ۱ میں بھی اس دعا کو نہ ماننے والوں کو مفتری کذاب اور بے دین کہا گیا ہے۔ اس کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ صرف ہم ہی

اس دعا پر اعتراض نہیں کرتے۔ بلکہ تمام فقہائے احناف اس دعا پر اپنے اپنے زمانہ میں اعتراض کرتے چلے آئے ہیں۔ جیساکہ حصہ اول میں کتب فقہ کی عبارتوں سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں کی شان میں آپ لوگوں کی گستاخی افسوسناک امر ہے۔ اس کی جوابدہی آپ کو خدائے قدوس کے ہاں ضرور کرنی پڑے گی۔ ہم تو صرف یہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ہم تو ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور آپ لوگ نفس امّارہ کی پیروی کرنے والے۔:

ع پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی

فتویٰ ع۳۲ میں مولوی صاحبان نے لکھا ہے کہ اذا صلیتم شرط ہے اور فاخلصوا جزا ہے۔ شرط اور جزا میں تغایر ہونا چاہئیے نہ کہ اس میں داخل ہو۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر ان کی تغایر سے یہ مراد ہے کہ نماز جنازہ دعا کو شامل نہیں بلکہ دعا نماز جنازہ سے الگ ہے تو اس قسم کا تغایر مراد لینا نہایت مضحکہ انگیز ہے کیونکہ اگر نماز جنازہ میں سے دعا و استغفار ہی کو الگ کر دیا جائے۔ تو ایسی نماز سے میت کو کیا فائدہ ہوا اور ایسی نماز جنازہ پڑھنے والوں کو کیا ثواب حاصل ہوگا۔ میت کا حق تو اسی طرح مسلمانوں کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔ نماز جنازہ سے اہم مقصود تو یہی دعا و استغفار ہے۔ جیساکہ کتب فقہ کے حوالوں سے واضح ہو چکا ہے اس حدیث میں بھی نماز جنازہ کے اندر اسی دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور اگر تغایر سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے اندر کی دعا تو کسی نماز میں نہیں ہے۔ اور اس میں اخلاص کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث میں تو نماز جنازہ کے بعد ایک اور دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے تو اس معنی کی تائید میں کسی شارح حدیث اور فقیہہ و مجتہد کا قول نقل کر دینا چاہئیے تھا۔ صرف اپنی غلط تاویل سے حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معنوں میں تبدیلی کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرنا سراسر گمراہی ہے اس قسم کا تغایر اس حدیث میں قطعاً مراد نہیں لیا جا سکتا۔ دیکھئے سورۂ احزاب کی اس آیت سے یہ قاعدہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ اور جب تم (ازواج مطہرات) سے سامان کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

اس آیت میں اذا سئلتموھن متاعًا شرط ہے اور فسئلوھن من وراء حجاب اس کی جزا ہے اس میں ان کے بیان کردہ قاعدہ کی رو سے تغایر کی یہ صورت ہوگی کہ سامان کا سوال الگ ہے اور پردے کے پیچھے سوال کرنے کا حکم الگ ہے وہ سامان کا سوال نہیں بلکہ کوئی اور سوال ہوگا کیونکہ شرط اور جزا میں تغایر ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں اس قسم کا تغایر ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ فعل سئلتموھن میں جس متاع کے سوال کا ذکر ہے۔ اسی متاع کے سوال کرنے کا حکم فسئلوھن میں دیا گیا ہے۔

اور اگر تغایر سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ بعض وجوہ کے اعتبار سے صلوٰۃ ہے اور بعض وجوہ کے اعتبار سے دعا للمیت ہے۔ جب شرائط نماز (وضو استقبال قبلہ، قیام) ادا کرلئے تو اب تکبیر تحریمہ کے بعد سنت طریق سے ثناء اور درود شریف پڑھ کے میت کے لئے دعا و استغفار کرلیا جائے تو اس قسم کا تغایر حنفیوں کے نزدیک مسلّم ہے۔ جس طرح دوسری نمازوں میں سجدہ رکوع سے متغایر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سجدہ اور رکوع نماز سے باہر ہیں۔ نماز کے اندر نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح نماز جنازہ میں بھی یہی سمجھ لینا چاہیئے کہ ثنا اور درود شریف اور دعا للمیت باہم متغایر ہونے کے باوجود نماز جنازہ کے اندر شامل ہیں۔ اس سے باہر نہیں ہیں۔ جس سے یہی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا مراد ہے۔ بعد کی نہیں ہے۔

پھر ان کا یہ کہنا کہ "اذا صلیتم ماضی کا صیغہ ہے اور فاخلصوا امر ہے جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔" اس کے متعلق عرض ہے کہ اذا جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اکثر استقبال کے معنی دیتا ہے جیسا کہ شرح جامی میں آتا ہے۔

ومنھا اذا وھی اذا کانت زمانیۃ للمستقبل ای للزمان المستقبل وان کانت داخلۃ علی الماضی۔ اور (ظروف مبنیہ) میں سے اذا ہے جب وہ زمانیہ ہو تو مستقبل کیلئے ہوگا۔ یعنی زمانہ استقبال کیلئے اگرچہ ماضی پر داخل ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا خود ساختہ قاعدہ یہاں بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اور نہ اس سے ان کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔

پھر ان کا یہ کہنا کہ ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جائے بلا تاخیر اور حرف فَ تعقیب کیلیے آتا ہے"اس کے متعلق عرض ہے کہ فا، ثم کی طرح تعقیب بالفعل کیلئے نہیں آتا بلکہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے۔ اس میں لمحہ بھر کی تعقیب زمانی کرنی ہوتی ہے جیساکہ کتب نحو اور اصول فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ جب امام اور مقتدی نماز میں قیام کرکے تکبیر تحریمہ کہہ لیں تو فوراً دعا للمیت کو سنت طریق سے شروع کر دیں پہلے رب العزت کی ثنا پھر حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام پر درود شریف پھر میت کیلئے دعا و استغفار کرکے سلام پھیر دیں۔ اس طریق سے دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتی ہے ثنا و درود شریف اور دعا للمیت کو نماز جنازہ سے الگ سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے۔

اس حدیث کے یہ معنیٰ جس قاعدے سے ہم نے بیان کئے ہیں۔ اس کی شہادت قرآن حکیم کی چند آیات اور احادیث نبویہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

۱- وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس اس کو سنو اور چپکے رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔

یعنی جب قرآن کریم کی تلاوت شروع ہو اسی وقت قرآن حکیم کو سننے اور چپ رہنے کا حکم ہے تلاوت ختم ہو جانے کے بعد سننے اور چپ رہنے کا نہیں ہے اس آیت میں قُرِئَ ماضی کا صیغہ ہے اذا شرطیہ اس پر داخل اور فاء جزائیہ بھی فاستمعوا له وانصتوا پر آگئی ہے جس سے تعقیب کے معنی لئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں تعقیب زمانی صرف اتنی ہے کہ ادھر تلاوت شروع ہوئی ادھر نماز کے اندر یا باہر لوگوں نے استماع و انصات شروع کر دیا۔ اگر تلاوت کے وقت استماع و خاموشی اختیار نہ کی جائے تو بعد قرأت کے استماع و انصات کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۲) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ - پس جس وقت پڑھیں ہم اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی۔

اِتَّبِعْ کا معنی صحیح بخاری میں اِسْتَمِعْ وَاَنْصِتْ آیا ہے (یعنی سن اور چپ رہ) جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ جب جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑھتے۔ تو آپ کو یہی حکم ہوا تھا کہ آپ اپنی زبان کو پڑھنے کیلئے حرکت نہ دیں۔ بلکہ خاموشی سے سنتے جائیں۔ اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم تو جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ ہی تھا نہ کہ بعد قرأت کے۔ یہاں بھی شرط اور جزا موجود ہیں اور فاء تعقیب بھی جزاء پر داخل ہے۔ لیکن اس قسم کا تغایر یہاں مراد نہیں لیا جا سکتا کہ قرأت قرآن جس سورۃ سے جس وقت یا جس مکان میں ہو رہی تھی استماع و انصات کا حکم اس سورۃ سے متعلق نہیں تھا یا استماع و انصات کا زمان و مکان بھی الگ الگ تھے۔

مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ ۱۰۱ پر ایک حدیث آتی ہے۔ جس میں شرط اور جزا کے متعدد جملے آتے ہیں۔

انما جعل الامام لیؤتم بہ	امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی
(۳) فاذا صلّٰی قائمًا فصلّوا	جائے۔ پس جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو
قیامًا (۴) واذا رکع فارکعوا	تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ
(۵) واذا رفع فارفعوا	رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ
(۶) واذا قال سمع اللّٰہ لمن	اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب وہ سمع اللّٰہ لمن
حمدہٗ فقولوا ربنا لک الحمد	حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ
(۷) واذا سجد فاسجدوا (۸) و	کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ نماز
اذا صلّٰی جالسًا فصلّوا جلوسًا اجمعین	بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

(۹) وعن ابی ھریرۃ (مرفوعًا) واذا قرأ فانصتوا۔ اور ابوہریرہ سے مرفوع روایت ہے اور جب امام پڑھے تو تم چپ رہو۔

اس قسم کی ہزارہا مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے ان کے بیان کردہ قاعدے کی خوب تردید ہوتی ہے لیکن یہاں صرف انہی چند مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ان کو

نہایت غور و تدبر کے ساتھ پڑھئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے کہ جس قاعدے سے ان لوگوں نے حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کے معنے کئے ہیں۔ وہ کہاں تک درست اور صحیح ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے بیان کردہ قاعدے سے اگر ان مذکورہ بالا آیات و احادیث کا ترجمہ کیا جائے تو ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ فاذا صلی قائما فصلوا الخ کا اس قاعدہ کے تحت مطلب یہ ہو گا کہ جب امام نماز پڑھ چکے تو پھر تم نماز پڑھو اور جب وہ رکوع سے فارغ ہو جائے تو پھر تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ سے فارغ ہو جائے تو تم پھر سجدہ کرو اگر یہی مراد ہو تو امام کی اتباع اور اقتداء اور جماعت کا کیا فائدہ؟

تمام مفسرین کرام اور یہ لوگ خود بھی جہاں تعقیب کے معنیٰ فاء میں متعذر ہوں وہاں کوئی فعل مقدر مان لیتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے خود اذا طعمتم فانتشروا میں د غلمہ فعل کو مقدر مان لیا ہے یعنی جب تم طعام سے فارغ ہو جاؤ تو تم باہر نکل جاؤ یا جس طرح انہوں نے اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ میں اَرَدْتُمْ فعل کو مقدر مان کر ارادۂ نماز مراد لیا ہے تاکہ نماز کے بعد وضو کرنا ثابت نہ ہو جو بیکار ہو گا بلکہ ارادہ نماز کے بعد وضو کرنا ثابت ہو جائے یا جس طرح اس آیت اذا قرأت القرأن فاستعذ باللہ - میں ان کے بیان کردہ قاعدے کے مطابق یہ معنیٰ ہوں گے کہ جب تو قرأت قرآن کر چکے تو اعوذ باللہ پڑھ" تو یہ معنیٰ ان کے نزدیک بھی خلاف واقع ہوں گے یہ مولوی صاحبان خود اذا اردت قرأة القرآن فاستعذ باللہ "یعنی جب تو قرأت قرآن کا ارادہ کرے تو اعوذ باللہ پڑھ" اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور اردت کو مقدر مانتے ہیں تو اس حدیث میں بھی اگر ان کے نزدیک معنیٰ متعذر تھے تو قُمْتُمْ فعل کو مقدر مان لیتے تاکہ فاء تعقیب اپنے موقع پر صحیح معنیٰ دے سکتی۔ لیکن یہ صورت تو ہرگز جائز نہیں کہ اپنی مرضی اور خواہش نفسانی سے آیات و احادیث کے معانی تبدیل کر کے امر شریعت میں کوئی نیا کام جاری کر کے اس کو کار ثواب سمجھ لیا جائے۔

اس حدیث کے صحیح معنیٰ یہی ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو اس نماز جنازہ میں دعا میت کو نہایت اخلاص سے پڑھو۔ شراح حدیث کے نزدیک بھی اس حدیث کے

یہی معنی ہیں۔ جیسا کہ بذل المجہود شرح ابی داؤد جلد چہارم ص۲۰ پر اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

أُدعوا لهٗ بلخلاص التام۔ میت کے لئے نہایت اخلاص سے دعا کرو۔

مرقاۃ علی المشکوۃ جلد دوم ص۲۶۵ پر ملا علی القاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ۔ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فاخلصوا له الدعاء قال ابن الملك اى أدعوا لهٗ بالاعتقاد والاخلاص ويمكن ان يكون معناه اجعلوا الدعا خالصًا لهٗ فى القلب وان كان عامًا فى اللفظ واغرب صاحب الازهار على ما خلهٗ ميرك عنه انه قال فيه دليل على وجوب تخصيص الميت بالدعا ولا يكفى التعميم وهو الاصح اه وقال ابن حجر الدعاء للميت بخصوصه بعد التكبيرة الثالثة ركن ويرده ان اكثر الاحاديث وردت بلفظ العموم مع ان وجوب الدعاء مطلقًا غير ثابت عندنا۔

پس اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو کہا ابن مالک نے یعنی اس کیلئے اعتقاد اور اخلاص سے دعا کرو۔ اور ممکن ہے اس کے یہ معنی ہوں کہ دل میں اخلاص کے ساتھ صرف میت کیلئے دعا کرو اگرچہ لفظ عام ہوں۔ اور صاحب الازہار نے بڑی عجیب اور نرالی بات کہی ہے جیسا کہ میرک نے اس سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ انہوں نے کہا اس میں دلیل ہے۔ خاص میت کے لئے دعا کے وجوب کی اور تعمیم کافی نہیں اور یہ صحیح تر ہے اور کہا ابن حجر نے دعا میت کے لئے خاص طور پر بعد تکبیر تیسری کے رکن ہے اور خیال کیا اس نے کہ تحقیق اکثر حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ساتھ لفظ عموم کے باوجود اس کے کہ وجوب دعا کا مطلق طور پر ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

فاخلصوا الجزاء ۔ صلیتم کی اور مقصود با لحکم جزا ہوتی ہے۔ شرط اس کی قید ہے اس لئے اخلاص فی الدعا مقید بفعل صلوۃ ہے۔ بعد کی دعا پر دلالت نہیں کرتا۔ خالصًا فی القلب عامًا فی اللفظ ۔ بھی یہی بتاتا ہے کہ خصوصیت فی القلب

دیں ہے۔ جہاں عمومیت فی اللفظ ہے یعنی صلوٰۃ ہے اور ابن حجر کے نزدیک بھی یہ دری دعا ہے جو بعد تیسری تکبیر کے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کو باب المشی بالجنازہ والصلوٰۃ علیہا کی دوسری فصل میں پہلے نقل کیا گیا ہے اور سنن ابو داؤد جلد ثانی کتاب الجنائز صـــ میں بھی اس حدیث کو باب الدعا للمیت میں پہلے لکھا گیا ہے اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ کی روایت کو نقل کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا الخ

جب حضور جنازہ پڑھتے فرماتے اے اللہ ہمارے زندہ اور مردہ اور ہمارے حاضر اور غائب کو بخش دے۔ الخ

سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ثانی صـــ کتاب الجنائز میں باب الدعاء فی صلوٰۃ الجنازہ کے تحت میں اس حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء[1] کو نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اور ماثورہ دعائیں جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہیں ان سب کو نقل کر دیا گیا ہے۔ جس سے یہی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی نماز جنازہ کے اندر کی دعا کو اخلاص تام کے ساتھ مانگنے کا حکم ہے۔ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز جنازہ کی دعاؤں کا کوئی باب نہیں باندھا گیا کیونکہ ایسی دعاؤں کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ بلکہ نماز جنازہ کے بعد باب الدفن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فتاویٰ سعدیہ کے صـــ پر لکھا ہے۔

آنچہ در سنن ابی داؤد ایں حدیث	سنن ابی داؤد میں جو یہ حدیث
منقول است "اذا صلیتم علی	منقول ہے "اذا صلیتم علی
المیت فاخلصوا له الدعاء	المیت فاخلصوا له الدعاء"

---

[1] اس حدیث میں صلی ماضی پر اذا شرطیہ داخل ہے۔ لیکن سب لوگ اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد پڑھتے ہیں کسی نے اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا کو ثابت نہیں کیا۔ اسی طرح حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء میں اذا کے صلیتم ماضی پر آجانے سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

مراد ازاں دعائیست کہ قبل تکبیر چہارم در نماز بخوانندنہ بعد آں زیراکہ نہ فرمودہ است کہ اذا فرغتم عن الصلوٰۃ ۔

مراد اس حدیث سے وہ دعا ہے جو چوتھی تکبیر کے پہلے نماز کے اندر پڑھتے ہیں۔ بعد کی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگو۔

نماز اور مناسک حج کے ادا ہو جانے کے بعد اللہ کا ذکر کرنے کا حکم اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔اس میں اس قسم کے الفاظ اور صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ (الآیۃ) پس جب تمام کر چکو تم نماز کو پس یاد کرو اللہ کو۔ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ (الآیۃ) پس جب کر چکو تم عبادتیں اپنی پس یاد کرو اللہ کو۔

نماز پڑھنے کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا تو اس طرح فرمایا۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (الآیۃ)

پس جب تمام کی جائے نماز پس پھیل جاؤ بیچ زمین کے اور چاہو فضل اللہ کے سے۔

ان دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ صرف اذا صلیتم سے یہ معنیٰ مراد نہیں لئے جا سکتے کہ "جب کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ"۔ اس مفہوم کو ظاہر کرنے کیلئے ایسے الفاظ ہونے چاہئیں۔جن سے صاف طور پر یہ سمجھا جا سکے کہ دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے۔جیسا کہ فرغتم قضیتم اور قضیت وغیرہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔یا جس طرح فقہ کی کتابوں میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرمادیا گیا ہے۔جیسا کہ امام ابوبکر بن حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ۔ یقیناً بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے قولھم فتوی ۱۰۱ منتخب کنزالعمال میں ابراہیم ہجری سے روایت ہے۔

قال رأیت ابن ابی اوفیؓ وکان من اصحاب الشجرۃ ماتت ابنتہ قال ثم کبر علیھا اربعًا ثم قام بعد ذالك قدر ما بین التکبیرتین یدعوا وقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصنع علی الجنائز ھکذا۔

کہا اس نے میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰؓ کو دیکھا جو بیعت الرضوان والے صحابہ میں سے تھے کہ ان کی دخترؓ کا انتقال ہوا پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کے بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ حضور علیہ السلام جنازوں پر ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

نوٹ :۔ فتویٰ نمبر ۱ میں تو صرف اس حدیث کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ فتویٰ نمبر ۳۰۲ میں اس حدیث کے الفاظ اور ترجمہ قریبًا ایک جیسے ہیں۔ جو اوپر درج کر دیئے ہیں۔ صرف فتویٰ نمبر ۲ میں اتنی عبارت ترجمہ کے بعد لکھی ہوئی ہے کہ "اس حدیث میں لفظ ثم ہے۔ جو تراخی کیلئے آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے"۔ آگے مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ منتخب کنز العمال والی روایت جو آگے درج کر چکا ہوں اس کی سند دو کتابوں بیہقی شریف فتح ربانی میں بھی موجود ہے عبارت کتب سے دیکھیں۔

الجواب فتویٰ نمبر ۱، ۲، ۳ سب سے پہلے ہم سنن الکبری للبیہقی جلد چہارم صفحہ ۴۳ میں سے یہ روایت مکمل طور پر نقل کیے دیتے ہیں ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس حدیث کے پیش کرنے میں کس خیانت سے کام لیا گیا ہے اور حقیقت کو چھپا کر یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس حدیث سے دعا بعد نماز جنازہ ثابت ہوتی ہے حالانکہ اس حدیث سے قبل سلام کے نماز جنازہ کے اندر کی دعا کا ثبوت ملتا ہے۔ دیکھئے سنن الکبریٰ بیہقی میں اس حدیث کو جس باب میں نقل کیا گیا ہے اس کا عنوان یہ ہے۔

باب ما روی فی الاستغفار والدعاء ما بین التکبیرۃ الرابعۃ والسلام عن الھجری یعنی ابراھیم

(باب) جو روایت کیا گیا ہے۔ استغفار اور دعا کے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کرنے میں ہجری یعنی ابراہیم سے روایت ہے کہا اس نے

قال رأيت ابن اوفى وكان
من اصحاب الشجرة ماتت ابنتهٗ
فتبعها على بغل خلفها فجعل
النساء يرثين فقال لا ترثين
فان رسول الله صلى الله عليه
وسلم نهى عن رثاء لتفض
احدالكن عن عبرتها ما شاءت
ثم كبر عليها اربعًا فقام بعد
ذلك قدر ما بين التكبيرتين
يستغفر لها ويدعو وقال كان
رسول الله صلے الله عليه وسلم
يصنع على الجنائز هكذا۔

دیکھا میں نے ابن ادفیٰ کو اور وہ اصحاب
شجرہ سے تھا کہ اس کی لڑکی مرگئی۔ پھر
پیچھے گیا اس کے خچر پر سوار ہو کر پس عورتوں
نے نوحہ شروع کردیا تو اس نے ان کو کہا نوحہ
مت کرو پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نوحہ کرنے سے روک دیا ہے تم میں سے ہر
ایک آنسو بہلے جتنے چاہے پھر اس پر چار
تکبیریں کہیں اور کھڑا رہا بعد اس کے دو
تکبیروں کے درمیانی فاصلہ کے قدر اس
لڑکی کیلئے دعا و استغفار کرتے ہوئے اور کہا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازوں پر ایسا
ہی کیا کرتے تھے۔

سنن الکبریٰ للبیہقی کے اس باب میں صرف یہی ایک روایت ہے جس کے شروع میں ہی محدث بیہقی نے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا و استغفار کرنے کی روایت کا عنوان ثبت کردیا تاکہ اس روایت کا اصلی مفہوم ظاہر ہو جائے کیونکہ ہجری جو اس حدیث کا راوی ہے اس نے یستغفر لها ويدعو کے بعد کی عبارت کو حذف کردیا تھا۔ جیساکہ علامہ نووی نے ہجری کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک روایت سے اس کے پورے الفاظ نقل کرتے ہوئے کتاب الاذکار میں تصریح فرمادی ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے۔

فى رواية انهٗ كبر اربعًا فمكث
ساعةً حتى ظننا انه سيكبر
خمسًا ثم سلم عن يمينه وعن
شماله فلما انصرف قلنا له ما هذا

اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ
کر اتنا ٹھہرے کہ ہم نے خیال کیا کہ پانچ تکبیر ،
کہیں گے پھر دائیں بائیں سلام پھیرا۔ پس جب
وہ پھرے تو ہم نے ان کو کہا یہ کیا کیا؟ تو فرمایا

فقال انی لا ازیدکم علیٰ ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں تمہارے لئے اس سے زیادہ نہ کروں گا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث اور علامہ بیہقی کے عنوان سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ دعا و استغفار کرنا نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے تھا۔ اس روایت سے بعد سلام کے دعا واستغفار کرنے کا استدلال درست اور صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں مانگتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مشائخ اس بات کے قائل تھے۔ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا ہونی چاہیئے۔ ابن ابی اوفیٰ بھی اس بات کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جمہور فقہاء احناف کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں۔ جیساکہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۱۶۴ پر ہے۔

ثُمَّ یکبّر الرابعة ثمّ یسلّم ولیس بعد التکبیرة الرابعة قبل السلام دعاء ھکذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں و ھو ظاھر المذھب و ھکذا فی الکافی۔ انتھیٰ۔ پھر چوتھی تکبیر کہے پھر سلام پھیر دے اور بعد چوتھی تکبیر کے سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے۔ اسی طرح جامع صغیر قاضیخاں میں ہے اور یہ ظاہر مذہب ہے اور اسی طرح کافی میں ہے۔

الغرض بیہقی کی اس روایت کے الفاظ اور ترکیب سے بھی دعا بعد نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتی۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ثمّ کبّر علیہا اربعًا کے بعد فسلّم نہیں جس سے دعا سلام کے بعد سمجھی جائے دوسری بات یہ ہے کہ مابین التکبیرتین کا فاصلہ مقرر کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا، چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان تھی۔ ورنہ اس فاصلہ کے مقرر کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ تیسری بات یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا نماز جنازہ کے اندر کی جاتی ہے۔ بعد نماز کے تو یہ لوگ بھی بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اس روایت میں کان یصنع علی الجنائز ھکذا کے الفاظ ہیں بعد الجنائز کے الفاظ نہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا اس سے ثابت ہو سکے۔ اگر ایسا ثابت ہوتا تو

فقہاء احناف ہرگز دعا بعد الجنازہ کو مکروہ اور بدعت نہ فرماتے۔ اس لئے ان کا یہ استدلال بالکل غلط اور نادرست ہے صحیح بات یہی ہے کہ اس روایت سے چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے قبل دعا کرنا ثابت ہوتا ہے اس سے بعد جنازہ کے دعا کا ثابت کرنا نادانی ہے

علاوہ ازیں محدثین کرام نے اس حدیث کو معتبر اور قابل حجت ہی قرار نہیں دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابراہیم ہجری جو اس حدیث کا راوی ہے وہ روایت کے بیان کرنے میں حذف و زیادت سے کام لیا کرتا تھا جیسا کہ اس نے اس حدیث کے بیان کرنے میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔ غیر معتبر ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب جلد اول ص۱۶۴ و ص۱۶۵ پر حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

ابراہیم بن مسلم العبدی ابو اسحاق کوفی جو ہجری سے مشہور ہے روایت کرتا ہے عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ سے کہا ابن معین نے اس کی حدیث کچھ نہیں اور کہا ابو زرعہ نے ضعیف ہے اور کہا ابو حاتم نے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے اور کہا بخاری نے منکر الحدیث ہے اور کہا ترمذی نے وہ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں اور کہا نسائی نے منکر الحدیث ہے اور دوسری جگہ پر کہا کہ وہ ثقہ نہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ اور کہا حاکم ابو احمد نے وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے اور کہا ابو احمد بن عدی نے باوجود ضعف کے اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے حالانکہ میرے نزدیک اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں اور کہا نسائی نے

ابراهيم بن مسلم العبدي ابو اسحاق الكوفي المعروف بالهجري روى عن عبد الله بن ابي اوفى قال ابن معين ليس حديثه بشيء و قال ابو زرعه ضعيف قال ابو حاتم ضعيف الحديث ومنكر الحديث وقال البخاري منكر الحديث قال الترمذي يضعف في الحديث و قال النسائي منكر الحديث قال في موضع اخر ليس بثقة لا يكتب حديثه وقال الحاكم ابو احمد ليس بالقوي عندهم قال ابو احمد بن عدي و مع ضعفه يكتب حديثه وهو عندي ممن لا يجوز الاحتجاج بحديثه وقال النسائي

النسائی فی التمیز ضعیف وقال عبد الله بن احمد عن ابیہ کان الھجری رفاعا وضعفہ و قال ابن سعد کان ضعیفًا فی الحدیث وقال الحربی فیہ ضعف وقال السعدی یضعف حدیثہ وقال علی بن حسین بن الجنید متروک وقال الفسوی کان رفاعًا لا باس بہ وقال الازدی رفاع کثیر الوھم۔

تمیز میں کہ وہ ضعیف ہے اور کہا عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ سے کہ ہجری حدیث کو مرفوع کر دیتا تھا اور وہ ضعیف تھا اور کہا ابن سعد نے وہ حدیث میں ضعیف تھا اور کہا سعدی نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے اور کہا علی بن حسین بن جنید نے متروک ہے اور کہا فسوی نے کہ وہ حدیث کو مرفوع بنا لیا کرتا تھا وہ لاباس بہ ہے اور کہا ازدی نے کہ وہ مرفوع بناتا تھا کثیر الوہم تھا۔

اس شہادت کے بعد معلوم ہو گیا کہ ابراہیم ہجری تمام محدثین کے نزدیک غیر معتبر غیر ثقہ اور نہایت درجہ کا ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے کسی محدث نے اس کی حدیث کو قابل حجت قرار نہیں دیا بلکہ متروک ٹھہرایا ہے، اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔ انہوں نے اس سے استدلال کر کے چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کرنا جائز قرار نہیں دیا اور نہ اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر یہ لوگ کیوں اس قسم کی خام باتوں کو منظر عام پر لا کر رسوائی عالم کا باعث بنتے ہیں اور دنیا و آخرت کی ذلت کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔

قولھم فتویٰ عا ۲ مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صـ۶۷ میں ہے۔

ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔

اگر تم جنازہ مجھ سے پہلے پڑھ چکے ہو تو اب دعا کے ساتھ مجھ سے سبقت نہ کرو۔ یعنی مجھے دعا میں تو شامل کر لو۔

(نوٹ) فتویٰ عـ۲ میں تو صرف اتنی عبارت ہے ترجمہ اور تشریح نہیں

کی گئی۔ہاں فتویٰ ۲ کا ترجمہ ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے اور جو تشریح کی گئی تھی وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں روایت ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازے پر بعد نماز کے پہنچے ہو فرمایا ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔ اسی مبسوط میں اسی جگہ یعنی باب غسل المیت میں ابن عمرو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ کی اور فلا تسبقونی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا پر صحابہ کرام کا بھی عمل تھا۔"

الجواب فتویٰ ۲ میں اس روایت کو عبداللہ بن عمر سے لکھا گیا ہے حالانکہ مبسوط سرخسی میں یہ قول عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ہم پہلے تو مبسوط سرخسی سے اصل عبارت بتمامہ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ہمارے دوستوں پر پوری حقیقت کھل جائے۔ شمس الائمہ سرخسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دلائل جو انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق دیئے ہیں نقل فرماتے ہیں۔

وقال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ تعاد الصلوۃ علی الجنازۃ مرۃ بعد مرۃ لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر جدید فسأل عنہ فقیل قبر فلانۃ فقال ھلا آذنتمونی بالصلوۃ علیھا فقیل انھا دفنت لیلا فخشینا علیك ھوام الارض فقام وصلی علی قبرھا ولما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصحابۃ علیہ فوجا بعد	اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز دہرائی جائے جنازہ پر ایک بار کے بعد دوسری بار جیسا کہ روایت کیا گیا کہ تحقیق نبی کریم علیہ السلام ایک نئی قبر پر گذرے آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے اس پر نماز کیلئے کیوں نہ خبر دی تو کہا گیا کہ وہ رات کو دفن کی گئی تھی تو ہم آپ کیلئے زمین کے کیڑے کوڑوں سے ڈرے پس آپ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز پڑھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو آپ پر

فوج ۔

پر صحابہ نے فوج در فوج نماز پڑھی۔

پھر ان دلائل کا جواب دیتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی اپنے دلائل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں بلکہ غیر مشروع ہے فرماتے ہیں۔

ولنا ماروی عن ابن عباس رضی الله عنهما وابن عمر رضی الله عنه فاتتهما الصلوة علی جنازة فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار لهٗ و عبد الله ابن سلام رضی الله عنه فاتته الصلوة علی جنازة عمرؓ فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له، والمعنی فیه ان حق المیت قد تأدی بفعل الفریق الاول فلو فعلهٗ فریق الثانی کان تنفلاً بالصلوة علی الجنازة وذلك غیر مشروع ولو جاز هذا لکان اولی ان یصلی علی قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم من یرزق زیارته الآن لانه فی قبره کما وضع فان لحوم الانبیاء حرام علی الارض به ورد الاثر ولم یشتغل احد بهذا فدل انه لا تعاد الصلوة علی المیت الا

اور ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں کی ایک جنازہ پر نماز فوت ہوگئی پس جس وقت وہ دونوں حاضر ہوئے تو اس کے لئے استغفار سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ اور عبد اللہ بن سلام کی نماز حضرت عمرؓ کے جنازہ پر فوت ہوگئی پس جس وقت وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ اگر تم اس پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ چکے ہو تو اب دعا میں مجھ پر سبقت نہ کر سکو گے معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ حق میت کا تو ادا ہوگیا پہلے فریق کے فعل سے۔ پس اب اگر دوسرا فریق کرے گا تو جنازے پر نفل نماز ہوگی اور یہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر جائز ہوتی تو بہتر یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتا جس شخص کو اب اس کی زیارت نصیب ہوتی کیونکہ وہ قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح رکھے گئے تھے کیونکہ پیغمبرؐ کا بدن مبارک کھانا زمین پر حرام ہے۔ اس پر آثار وارد ہیں لیکن کسی نے ایسا نہیں کیا پس ثابت ہوا کہ نہ دہرائی جائے۔ نماز میت پر

ان یکون الولی ھو الذی حضر فان
الحق لہ ولیس لغیرہٖ ولایۃ اسقاط
حقہ وھو تاویل فعل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فان الحق کان
لہ قال اللہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین
من انفسھم وھکذا تاویل فعل
الصحابۃ فان ابابکرؓ کان مشغولاً
بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ وکانوا
یصلون علیہ قبل ظھورہ وکان الحق لہٗ
لانہٗ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ
ثم لم یصل احد بعدہٗ علیہ

مگر یہ کہ ولی ہو جو حاضر ہوا ہے پس تحقیق حق
اس کا تھا کسی دوسرے کو اس کا حق ساقط
کرنے کی ولایت نہیں اور یہی حقیقت ہے
فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پس حق
ان کا تھا کہا اللہ تعالیٰ نے نبی خیر خواہ ہے
مومنوں کا ان کے نفسوں سے بھی اور یہی
تاویل ہے فعل صحابہ رضی اللہ عنہم کی پس
حضرت ابوبکر مشغول تھے استحکام امور میں
اور فتنہ کے فرو کرنے میں لوگ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھتے رہے ان کے
آنے سے قبل اور حق ان کا تھا کیونکہ وہ خلیفہ
تھے پس جب فارغ ہوئے تو نماز پڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر نہ پڑھی
بعد اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کسی ایک نے۔

اس تمام عبارت کو نہایت غور سے پڑھ جائیے اور خط کشیدہ روایات کی عبارت کو سامنے رکھ لیجئے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کسی جنازہ پر حاضر نہ تھے، نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی تو کیا وہ دونوں حضرات امام کے سلام پھیرتے ہی وہاں آگئے تھے یا بعد دفن کے یا اپنے اپنے گھروں میں سب لوگ پہنچ چکے تھے تو اس وقت وہ تشریف لائے ایک دن بعد آئے یا دو تین دن بعد آئے۔ ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔

دونوں تثنیہ کے صیغے ہیں جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس وقت بھی آئے صرف ان دونوں نے میت کے لئے انفرادی طور پر استغفار کر لیا۔ کسی دوسرے کی ان کے ساتھ شرکت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے دعا بعد نماز جنازہ (قبل از دفن) کو ثابت کرنا درست نہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ استغفار دفن کے بعد قبر پر ہوا ہو۔ جس کا ثبوت صحیح حدیث میں موجود ہے۔

باقی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے سے رہ گئے نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی جیساکہ اسی روایت کے پہلے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتتہ الصلوٰۃ علی جنازۃ عمر رضہ فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ	اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی نماز فوت ہو گئی تو وہ جس وقت بھی حاضر ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر تم نے اس پر نماز میں سبقت کی ہے تو اب مجھ سے دعا کر لینے میں سبقت نہ کرو۔

اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام جس وقت بھی حاضر ہوئے (اسی دن یا دوسرے تیسرے دن آئے) انہوں نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا مغفرت کرلی اور بس۔ اس سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ وہ امام اور مقتدیوں کے سلام پھیرتے ہی جنازہ گاہ میں آگئے تھے اور لوگوں کو پکار کر فرما رہے تھے کہ تم مجھ سے دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔ مجھے بھی دعا میں شامل کرلو۔ (حاشا وکلا) اس روایت کے یہ معنیٰ کرنے نہایت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ وجہ اول تو یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے تو ان کو یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جس صورت میں کہ وہ نماز جنازہ کے بعد دفن میت سے قبل دعا و استغفار کرنا جائز سمجھتے تھے یہ تو وہ دوسرے لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد بھی انفرادی طور پر کر سکتے تھے اور اگر یہ خیال ہو کہ وہ اجتماعی رنگ میں دعا مانگنا چاہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام کو ان لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد اجتماعی صورت میں دعا کرنے سے کیا چیز مانع تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو اسی دعا میں شامل ہونے کی ضرورت پیش آگئی؟ کیا ان کو اس دعا میں بھی یہ خدشہ دامنگیر تھا کہ کہیں یہ دعا بھی نماز جنازہ کی طرح فوت نہ ہو جائے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ میں آچکے تھے تو پھر بھی ان کو یہ الفاظ

فرمانے کی ضرورت نہیں تھی وہ خاموشی کے ساتھ دوسرے اصحاب کے ساتھ شامل ہو کر دعا و استغفار کر سکتے تھے اور اگر وہ قریب آچکے تھے تو وہ ذرا فاصلے پر بھی یہ دعا و استغفار کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس دعا میں نہ تو نمائش کی ضرورت تھی نہ صف بندی کی حاجت تھی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صرف استغفار و دعا کرنے کیلئے نماز جنازہ کی طرح وضو اور استقبال قبلہ کی بھی شرط نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن سلام نماز جنازہ ادا ہو چکنے کے بعد آئے تھے اور وضو کرنے کیلئے کہیں جا رہے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا جلدی نہ کرو ذرا وضو کر لینے دو مجھے بھی اس دعا میں شامل کر لینا لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی قرینہ وہاں موجود نہیں تھا اس لئے صرف فلا تسبقونی بالدعاء لہ سے یہ مراد نہیں لی جا سکتی کہ مجھے دعا میں شامل کر لو"

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگر نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعا مانگنا آثار و احادیث سے ثابت ہوتا اور قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ دعا معہود و مشہور ہوتی تو ہم حضرت عبداللہ بن سلام کے اس قول سے بھی یہی سمجھ لیتے کہ شاید آپ نے یہ فقرہ اسی دعا میں شامل ہونے کے متعلق فرمایا ہوگا۔ لیکن احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام اور آثار صحابہ و تابعین سے اس دعا کا ہرگز ثبوت نہیں ملتا۔ پھر اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ تم میرے ساتھ شامل ہو کر دعا کرنے میں سبقت نہ کرو۔ کیونکہ تم نماز جنازہ میں سبقت کر چکے ہو اور نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس لئے تمہیں میرے ساتھ مل کر دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ان وجوہ اور احتمالات پر غور کرنے کے بعد ہر عقلمند انسان یہ نتیجہ از خود نکال سکتا ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام، صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو دعا معہود و مشہور تھی۔ عبداللہ بن سلام نے یہ کلمہ اسی دعا میں شامل ہونے کے لئے فرمایا تھا۔ اور وہ دعا یقیناً وہی ہے۔ جو تمام اہل اسلام بالاتفاق دفن میت کے بعد قبر پر مانگتے ہیں۔ اور جس کا ثبوت احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام اور فقہ

حنفیہ میں موجود ہے اور اس دعا کو فقہائے احناف نے مستحب قرار دیا ہے۔ خاتمہ کتاب میں اس کا ثبوت بھی نقل کر دیا جائے گا۔ احباب کرام وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

قولهم فتوىٰ ۲: بہشتی میں ہے۔

عن المستظل ابن الحصين ان علياً صلى على جنازة بعد ما صلى عليه۔
مستظل ابن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک جنازہ پر نماز ہو جانے کے بعد نماز پڑھی۔

اس حدیث میں حضرت علی کا تعامل ثابت ہے۔ انتہٰی

الجواب فتوىٰ ۲ میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حالانکہ استفسار میں صرف دعا بعد نماز جنازہ کا سوال تھا۔ مولوی صاحب نے تمام فقہائے احناف کے خلاف فتویٰ دیا ہے اور شافعیوں کے مذہب کی خود تائید فرما دی ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہم شافعی ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تعامل سے اس بات کا خوب جواب دیا ہے کہ ان بزرگوں نے نماز جنازہ کے فوت ہو جانے پر صرف دعا و استغفار پر اکتفا کیا تھا۔ اور دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ فریق اول کے نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد میت کا حق ادا ہو گیا، جو فرض کفایہ تھا۔ اب فریق ثانی کی نماز جنازہ نفل ہوگی اور وہ غیر مشروع ہے اس بحث کے آخر میں شمس الائمہ سرخسی بسوط جلد دوم صـ۶۷ پر فرماتے ہیں۔ واذا صلى على جنازة ثم حضر قوم لم يصلوا عليها ثانية جماعةً ولا وحداناً عندنا۔ اور جب نماز جنازہ پڑھی جائے پھر کوئی قوم آگئی تو وہ نماز نہ پڑھیں اس پر جماعت سے یا انفرادی طور پر دوبارہ ہمارے نزدیک۔

جس سے معلوم ہو گیا کہ حنفیوں کے نزدیک نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے صرف ولی کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ اگر اس نے خود نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور وہ پڑھنا چاہے تو نماز جنازہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اگر کسی جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھی ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی خلافت کے زمانے میں تمام

مسلمانوں کے ولی تھے۔ اس لئے ان کے لیے اس صورت میں نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھ لینا جائز تھا لیکن غیر ولی کو ہرگز جائز نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک بھی نماز جنازہ حقیقت میں میت کے لئے دعا و استغفار ہی ہے۔ اسی لئے انہوں نے دُعا بعد جنازہ کو ثابت کرنے کیلئے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کی روایت کو پیش کیا ہے۔

فقہ حنفیہ سے نماز جنازہ کے دوبارہ ادا کرنے کے غیر مشروع ہونے پر کئی ایک حوالے نقل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن شمس الائمہ سرخسی کا بیان ہی اس کے لئے کافی ہے پوری عبارت اس کتاب کے صفحہ ۲۴ پر مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیے۔

قولہم فتوی ص۲۰۱ فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے۔

فصلّی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودعا لہ وقال استغفروا لہ۔

پس نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور دعا کی اس کیلئے اور کہا استغفار کرو اس کیلئے۔

نوٹ: فتوی ۱ میں صرف حدیث لکھی گئی ہے۔ ترجمہ اور تشریح نہیں کی گئی فتوی ۲ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر فرمایا کہ غزوہ موتہ کی خبر دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائی کیلئے دعا مغفرت کرو۔ ودعا لہٗ کی واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔" فتوی ۳ میں ترجمہ اور تشریح وہی ہے جو فتوی ۲ میں لکھی گئی ہے۔ صرف اتنی عبارت اس میں زائد ہے کہ آپ نے غزوہ موتہ کی خبر دی اور اسی اثناء میں جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر دی۔"

الجواب فتوی ص۲۰۱ اس روایت میں سے صرف ودعا لہٗ کی واؤ سے یہ سمجھ لینا کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی نہایت درجہ رکیک تاویل ہے۔ آج تک کسی محدث و فقیہ نے اس حدیث سے یہ تاویل کر کے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا۔ فتح القدیر

میں اس حدیث کو نماز جنازہ کے غائبانہ پڑھنے کی خبر دینے کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے۔ بعد نماز جنازہ کی دعا کے ثبوت میں اس کو پیش نہیں کیا گیا۔ واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے۔ اس میں ثم کی طرح ترتیب اور تراخی کے معنی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ شرح جامی میں ہے۔

فالواو للجمع مطلقًا لاترتیب	پس واؤ مطلق جمع کیلئے ہے۔ اس میں ترتیب
فیہا فقولہ لا ترتیب فیہا بیان	نہیں ہے پس اس کا قول لا ترتیب فیہا
لاطلاقہا ای لا ترتیب بین	بیان ہے واسطے مطلق ہونے کے۔ یعنی نہیں
المعطوف والمعطوف علیہ	ترتیب درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے
بمعنی لا یفہم ھذا	اس معنی کے ساتھ کہ اس سے ترتیب وجودًا
الترتیب منہا وجودًا ولاعدمًا۔	وعدمًا نہیں سمجھی جاتی۔

جیسے جاءنی زید وعمرو (میرے پاس زید اور عمرو آیا) سے یہ ترتیب مراد نہیں لی جاتے گی کہ زید پہلے آیا اور عمرو بعد میں آیا۔ ممکن ہے کہ عمرو پہلے آیا ہو اور زید بعد میں یا دونوں اکٹھے آگئے ہوں۔ بہر حال فعل کی نسبت میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں متحد ہوتے ہیں۔ اس مثال میں زید اور عمرو کی ذات الگ الگ ہے اور صفات میں باوجود تغایر کے معطوف اور معطوف علیہ میں ایسا تغایر نہیں ہوتا کہ وہ ایک موصوف میں جمع نہ ہو سکیں۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

قَدْ جَاءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ۔ تحقیق آیا تمہارے پاس بشیر اور نذیر۔

اس آیت میں اس قسم کا تغایر نہیں ہے۔ کہ بشیر کی ذات الگ ہے۔ اور نذیر کی الگ بلکہ بشیر ونذیر کی ذات ایک ہے دوسری جگہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ یاَ اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اے نبی (علیک السلام) تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو شاہد اور مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ساتھ حکم اپنے کے اور سراج منیر بنا کر۔

اس آیت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر فرمایا گیا ہے اور سب کے درمیان واؤ عاطفہ بھی موجود ہے۔ لیکن اس میں نہ تو یہ ترتیب

ہے کہ آپ پہلے شاہد تھے پھر مبشر پھر نذیر بنے پھر داعی الی اللہ ہوئے اور اس کے بعد سراج منیر بنا دیئے گئے اور نہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ صرف شاہد تھے، مبشر کوئی اور تھا نذیر کوئی اور نہ ہوگا، داعی الی اللہ کی ذات الگ ہے اور سراج منیر سے کوئی اور ہستی مراد ہے بلکہ حضور اکرم علیہ السلام میں یہ سب صفات بیک وقت موجود تھیں۔ ان میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں تھا۔

اسی طرح جب جملے کا عطف جملے پر ہو جیسا کہ اس روایت میں ہے کہ معطوف علیہ بھی جملہ فعلیہ ہے اور معطوف بھی جملہ فعلیہ ہے تو اس صورت میں بھی ترتیب کے معنیٰ نہیں لیے جائیں گے اور نہ فعل میں ہر جگہ اور ہر لحاظ سے تغایر مراد لیا جائے گا بلکہ اکثر دوسرا فعل پہلے فعل کی تفسیر اور وضاحت کے لئے آجاتا ہے جس کو عطف تفسیری کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے۔

اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ (شیطان) نے انکار کیا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں سے۔

اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ میں واؤ عاطفہ موجود ہے۔ لیکن یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شیطان نے پہلے انکار کیا تھا پھر تکبر کیا بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ شیطان نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا اور نہ اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ میں من کل الوجوہ تغایر ہے۔ یہاں دوسرا فعل پہلے کی تاکید اور مزید وضاحت کیلئے آیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ اور جو کوئی انکار کرے گا بندگی اس کی سے اور تکبر کرے گا۔

اس آیت میں استنکاف اور استکبار دونوں معنیٰ کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں اور واؤ عاطفہ بھی درمیان میں موجود ہے۔

دعا قنوت میں سے ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔

نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ۔ ہم چھوڑ دیتے ہیں اور ترک کر دیتے ہیں اس کو جو تیری نافرمانی کرے۔

نخلع و نترک۔ دونوں ہم معنیٰ ہیں درمیان میں واؤ عاطفہ تفسیر اور وضاحت کے لئے آئی ہے۔

بیہقی شریف کا حوالہ جو صفحہ پر آچکا ہے اس میں ایک مثال موجود ہے ۔ یَسْتَغْفِرُ لَھَا وَ یَدْعُوْ ۔ استغفار اس (لڑکی) کیلئے اور دعا کرتا رہا۔

یہاں بھی دُعا عطف ہے کیا یہاں بھی سمجھا جائے گا کہ یہ دعا استغفار سے الگ ہے یا دعا و استغفار کو ایک ہی سمجھا جائے گا ؟

اب پھر اصل حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے اور غور فرمایئے۔

فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَہٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَہٗ ۔
پس نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اور دعا کی اس کیلئے اور کہا اس کے لیے استغفار کرو۔

مطلب بالکل صاف ہے کہ نماز جنازہ چونکہ بعض وجوہ کے اعتبار سے نماز ہے اور اکثر وجوہ کے اعتبار سے دعا ہی ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ شریعت مقدسہ میں اس کو دوسری دعاؤں سے زیادہ اہتمام و اجتماع کے ساتھ ادا کرنے کیلئے وضو استقبال قبلہ اور قیام کو اس پر بڑھا دیا گیا ہے ۔ ورنہ تصریحات فقہ سے یہ بات واضح ہے کہ حقیقتھا الدعاء وھو المقصود منھا۔ (بحر عن الفتح) نماز جنازہ کی حقیقت دعا ہے اور دعا ہی نماز جنازہ سے مقصود ہے۔

اور نماز جنازہ کی نیت کے ساتھ میت کیلئے دعا کی نیت کو بھی اسی لئے شامل کیا جاتا ہے کہ مقصود اصل یہی دعا ہی ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے ۔ اِنَّ المصلّی یَنْوِی مَعَ الصَّلٰوۃِ لِلّٰہِ تعالٰی الدعاءَ لِلْمَیِّتِ عِلَّۃٌ شارح ھُنَالِکَ بانہ الواجب علیہ۔
تحقیق نماز جنازہ پڑھنے والا نیت کرے کہ نماز ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور دعا ہے میت کیلئے اور اس کی وجہ شارح نے یہ بیان کی ہے کہ یہ دعا اس پر واجب ہے۔

اور نماز جنازہ میں اللہ تعالیٰ کی ثنا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف اور میت کیلئے دعا و استغفار یہ سب کچھ شامل ہے جیسا کہ اس کی نیت سے ظاہر ہے۔

نویت ان اؤدی اربع تکبیرات — نیت کی میں نے چار تکبیر نماز جنازہ کی کہ ادا
صلوٰۃ الجنازۃ الثناءُ لِلّٰہِ تعالٰی و — کروں میں جو ثنا ہے اللہ تعالیٰ کی اور درود
الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم — ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور دعا ہے

وَالدُّعَاءُ لِهٰذَا الْمَيِّتِ مُتَوَجِّهًا إِلٰى جِهَةِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ۔ اس میت کیلئے منہ کرتے ہوئے طرف کعبہ شریف کے۔

اس نیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ثنا اور درود شریف اور دعا للمیت کو واو عاطفہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ درود شریف نماز جنازہ سے الگ ہے اور دعا بھی نماز جنازہ سے علیحدہ ہے اسی طرح اس حدیث فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَدَعَا لَهٗ میں صلی ودعا کا مطلب الگ الگ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ یہی سمجھنا چاہیئے کہ آپ نے اسی پر صورتاً نماز پڑھی جو حقیقۃً دعا میت تھی ا۱۰ جب اس روایت میں عطف تفسیری کا بھی احتمال ہے تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے بموجب ان کا استدلال اور کمزور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہاں معاملہ ہی صاف ہے۔ اور وہ یہ کہ نماز جنازہ اور دعا للمیت ایک ہی چیز ہے۔ جس طرح یستغفر لہا و یدعوا میں استغفار اور دعا سے ایک چیز مراد ہے بمطلب یہ نکلا کہ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی یعنی اس کیلئے دعا مغفرت فرمائی۔

اور اگر یہ لوگ وقال استغفروا لہٗ۔ سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت کرتے ہیں تو اس حکم میں بھی واو عاطفہ موجود ہے اس میں بھی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیئے کیونکہ بہت ممکن ہے بلکہ اقرب الی الحق یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ سے پہلے دوسرے لوگوں کو نماز میں شامل ہونے کیلئے فرمایا ہو اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ استغفار سے نماز جنازہ مراد نہیں لی جا سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام جب عبداللہ بن ابی منافق کے جنازے پر کھڑے ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کیا تھا کہ حضرت آپ پر صلوۃ و سلام ہو یہ شخص تو منافق ہے اور منافقین کے حق میں استغفار کرنے سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے آپ کیوں اس پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۶)

بخشش مانگ واسطے ان کے یا نہ بخشش مانگ واسطے ان کے اگر بخشش مانگے تو واسطے ان کے ستر بار پس اللہ ہرگز نہ بخشے گا واسطے ان کے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا سازیدنہ علی سبعین ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کیلئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جس میں صریحاً یہ حکم نازل ہوا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۶)

اور مت نماز پڑھ ان میں سے کسی پر جو مرجائے اور مت کھڑا ہو اوپر قبر اس کی کے۔

پہلی آیت سے حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استغفار سے نماز جنازہ مراد لی تھی ورنہ صرف استغفار فرمانے جس سے ثابت ہوا کہ استغفار و دعا سے نماز جنازہ مراد لی جاسکتی ہے کیونکہ نماز جنازہ محض استغفار للمیت ہے ثنا اور درود شریف اس میں سنت ہے اس طریق سے دعا کرنا نہایت درجہ مقبول ہے۔ جیسا کہ کئی احادیث نبویہ اس پر شاہد ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی مبسوط کے صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں۔

ویستغفر للمیت ویشفع له فی الثالثة لان الثناء علی الله تعالیٰ والصلوٰة علی النبی صلے الله علیه وسلم یعقبه الدعاء والاستغفار

اور استغفار کرے میت کیلئے اور شفاعت تیسری تکبیر میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اور حضور علیہ صلوۃ والسلام پر درود شریف ہوجانے کے بعد دعا و استغفار ہونا چاہیئے۔

پس نماز جنازہ میں اہم مقصود اور خاص چیز استغفار اور دعا للمیت ہے۔ اس سے ساری نماز جنازہ مراد لی جاتی ہے جس طرح صرف رکوع سے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اور سجدہ اور رکوع سے وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۔ میں ساری نماز مراد لی جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس موقع پر استغفروا الله کا ارشاد فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لئے دعوت دی تھی۔ اس سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا ثابت کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ اس روایت میں حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے نماز پڑھنے کی خبر دینے کا ذکر ہے۔

استغفروا لہٗ کے الفاظ میں آجانے سے معنوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور دوسرے لوگوں کو بھی استغفار یعنی نماز جنازہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت سے فقہا مجتہدین کے خلاف فتویٰ دے کر دعا بعد نماز جنازہ کو شریعت میں زیادہ کرنا اور اس پر اصرار کرنا صریحاً ظلم نہیں تو اور کیا ہے ؟

قولھم فتویٰ ۳ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔جب وہ دعا کرے

قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ مطلق ہے اور اذا دقتیہ ہے کہ جس وقت دعا کی جاتے رب تعالیٰ قبول فرماتا ہے جنازہ کے بعد بھی ایک وقت ہے۔ لہٰذا از روئے قرآن مجید ثابت ہوا کہ اس دعا کے متعلق جواز ہے۔

الجواب فتویٰ ۳ اس فتویٰ میں اس آیہ کریمہ کو مطلق اور اذا کو وقتیہ کہا گیا ہے۔پھر مطلق کو اپنی مرضی سے مقید کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آیت میں نماز جنازہ کے بعد کی دعا کا قطعاً ذکر نہیں ہے تو پھر اس کو خاص دعا سے مقید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پھر جس صورت میں نماز جنازہ بھی دعا للمیت ہے اور فرض کفایہ ہے۔جس وقت اس کو ادا کرلیا اس آیہ کریمہ پر بھی عمل ہوگیا کیا جس وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس پر وقت یا زمان کا اطلاق نہیں ہوسکتا کہ اس کے بعد ایک اور دعا پر اتنا اصرار ہے ؟ اور کیا رب العزت نماز جنازہ جیسی اہم اور بہترین دعا کو قبول نہیں فرمائیں گے ؟ حکم عام ہے جس قسم کی دعا ہو یا ذکر ہو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہیں جیسا کہ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے۔

سال جماعۃ عن النبی صلی الله علیه وسلم اَقَرِیْبٌ ربنا فنناجیه ام بعید فنناديه فنزل اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ	ایک جماعت صحابہؓ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا رب ہمارا قریب ہے کہ ہم آہستہ پکاریں اس کو یا دور ہے کہ ہم اونچی پکاریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔جب سوال کریں تجھ کو بندے میرے مجھ سے پس تحقیق میں قریب

الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ ہوں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا
(پارہ ۲ رکوع ۷) جب وہ پکارے مجھ کو۔
اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ کریمہ ہر قسم کی عبادت اور ذکر و دعا کو شامل ہے چاہے ؎
جہری ہو یا سری۔ رات کو ہو یا دن میں، وادی میں ہو یا آبادی میں، خشکی میں پکارا جائے
یا تری میں، جس وقت اور جس جگہ اس کو یاد کیا جائے وہ ہر حال میں سن لیتا
ہے اور قبول فرماتا ہے۔

کتب اصول میں یہ تصریح موجود ہے کہ:

حکم المطلق ان یکون الاداء واجبًا علی التراخی بشرط ان لا یفوته فی العمر و علی هذا قال محمد فی الجامع لو نذر ان یعتکف شهرًا له ان یعتکف ای شهر شاء۔	اور حکم مطلق کا یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا واجب ہے تراخی سے اس شرط سے کہ وہ عمر بھر میں فوت نہ ہو اسی لئے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں کہا کہ اگر کوئی شخص نذر مانے کہ وہ ایک مہینہ اعتکاف بیٹھے گا۔ اس کے لئے جائز ہے۔ جس مہینے میں چاہے اعتکاف بیٹھے۔

نماز جنازہ ادا ہو جانے کے بعد دوسری دعا کی ضرورت نہیں رہتی۔ شریعت نے دعا للمیت کیلئے جنازہ کی نماز مقرر کر دی ہے۔ بغیر دلیل اور ثبوت کے اس پر زیادتی کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور جو کچھ بعد نماز جنازہ کی دعا کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے وہ بالکل مہمل تاویل ہے جس کا فقہائے احناف کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ایسی باتوں سے احتراز کرنا بہت ضروری ہے۔

قولهم فتوی ۲ الم نشرح پ ۳۰ قرآن شریف میں ہے۔
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۔ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بعد میں اللہ سے دعا کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بعد میں اللہ سے دعا

مانگو اس کا ثبوت حدیث پاک میں موجود ہے۔ عبارت لکھنے کیلئے ایک خاصہ دفتر کی ضرورت ہے۔ مندرجہ ذیل کتب سے عبارت دیکھ لیجئے جو کہ اس آیت کے معنے کی تائید میں ہے۔

نوٹ:۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، خازن، معالم التنزیل کے حوالہ سے ابن عباس رض، مجاہد، قتادہ، ضحاک، مقاتل کلبی سے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ اور بعد میں لکھا ہے۔ کہ ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جب کسی نماز سے فارغ ہووے نماز جنازہ ہو یا اور تو اس کے بعد وہیں ٹھہرے رہنا اور بحکم الٰہی وہیں دعا مانگنا ضروری ہوا۔"

الجواب فتویٰ ۳۵ اگر ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ضروری ہے تو آپ لوگ کیوں اس کے خلاف نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے بعد دعا نہیں مانگتے اور خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہو؟ اس آیت کی تفسیر کے ساتھ یہ فقرہ کہ جب کسی نماز سے فارغ ہووے نماز جنازہ ہو یا اور، آپ لوگوں نے اصل تفسیر پر از خود بڑھا لیا ہے۔ ان تفسیروں میں نماز جنازہ اور نماز عیدین کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے۔ فرائض پنجگانہ پر نماز جنازہ کو قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ فرائض کو مسجد میں ادا کیا جاتا ہے نماز جنازہ کو کھلے میدانوں میں پڑھا جاتا ہے، فرائض میں اذان، اقامت اور وقت کی پابندی ہوتی ہے۔ نماز جنازہ میں یہ تینوں باتیں نہیں ہیں۔ دیکھئے قتادہ، ضحاک مقاتل، کلبی، مجاہد فرماتے ہیں۔ اِذَا فرغتَ مِنَ الصلوٰۃِ المکتوبۃِ فانصب اِلیٰ ربّك فی الدعاء وارغب الیہ فی المسئلۃ یعطك۔ جب تو نماز مکتوبہ سے فارغ ہو تو کوشش کر تو طرف رب اپنے کے دعا کرنے میں اور رغبت کو اس کی طرف سوال کرنے میں وہ تجھے عطا کرے گا۔

اس تفسیر میں صرف صلوٰۃ مکتوبہ کا ذکر ہے نماز جنازہ وغیرہ نمازوں کا ذکر نہیں ہے اور صلوٰۃ مکتوبہ اس نماز کو کہا جاتا ہے جس کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم

ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرقان حمید میں فرماتا ہے۔
فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔
پس قائم کرو نماز کو تحقیق نماز اوپر مومنوں کے لکھی ہوئی ہے وقت مقرر کئے ہوئے۔
نماز جنازہ میں کسی خاص وقت کی پابندی نہیں اس لئے یہ نماز مکتوبہ نہیں ہے۔
مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں ابوالدرداسے روایت ہے۔

قَالَ اَوْصَانِي خليلي ان لا تشرك باللهِ شيئًا و ان قطعت و حرقت ولا تترك صلوٰة مكتوبة متعمدًا فمن تركها متعمدًا فقد برئت منه الذمة۔

کہا اس نے مجھے میرے خلیل (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تم اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیو اگرچہ تم کاٹے جاؤ اور جلائے جاؤ اور صلوۃ مکتوبہ کو جان بوجھ کر نہ چھوڑیو جو اس کو چھوڑتا ہے اس سے عہد دور ہو جاتا ہے۔

نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص حاضر نہ ہو تو وہ گنہگار نہیں ہوتا جس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ صلوۃ مکتوبہ نہیں ہے۔
صحابہ رضی اللہ عنہم نماز مکتوبہ کے ترک کو کفر سمجھتے تھے۔ لیکن نماز جنازہ کے ترک کو کوئی شخص کفر نہیں سمجھتا اگر ایسا ہوتا تو ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے کافر قرار دیئے جاتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ نہیں۔
ہدایہ کے صـ۱۲۶ کتاب الجنائز میں ہے۔
ولا يصلّى على ميت فى مسجد جماعة لقول النبى صلى الله عليه وسلم من صلّى على جنازة فى المسجد فلا اجر لهٗ۔ اور نہ نماز جنازہ پڑھے کوئی مسجد جماعت میں واسطے قول نبی علیہ السلام کے جو نماز جنازہ پڑھے گا مسجد میں۔ پس اس کو کوئی اجر نہ ملے گا۔
اس کے بعد صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔
لانه نبى لاداء المكتوبات۔ (ہدایہ صـ۱۲۶) کیونکہ وہ مکتوبہ نمازوں کی ادائیگی

کے لئے بنائی گئی ہیں ۔

سوا ہوا کہ فقہاء کے نزدیک بھی نماز جنازہ صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل نہیں اور نہ کوئی نماز جنازہ کو (بلا ضرورت شرعی) مسجد میں پڑھنے کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ اپنے خیال سے نماز جنازہ کو صلوٰۃ مکتوبہ میں داخل کر کے اس کے بعد ایک اور دعا ثابت کرنا نہایت شرمناک امر ہے۔

اب ہم اس آیت کے متعلق انہی بزرگوں سے وہ روایات نقل کئے دیتے ہیں ۔جو انہوں نے اس کی تفسیر میں دوسرے معنوں کے ساتھ بیان فرمائی ہیں تاکہ ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس آیت کی تفسیر میں اور روایات بھی آئی ہیں۔جن کو ان مولویوں نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے تاکہ صلوٰۃ مکتوبہ میں نماز جنازہ کو شامل کر کے دعا بعد نماز جنازہ کے مسئلہ کو ثابت کیا جاسکے، ملاحظہ فرمایئے۔

قال الشعبیؒ اذا فرغت من التشهد فادع لدنیاک واخرتک	کہا شعبیؒ نے جب تو فارغ ہو تشہد سے پس دعا کر تو دنیا اور آخرت کے لئے اور اسی
وکذا قال الزھری وقال ابن عباسؓ قال اللہ لرسولہ اذا	طرح کہا زہری نے اور کہا ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ نے اپنے رسول کو جب تو
فرغت من الصلوٰۃ وتشھدت فانصب الی ربک واسئلہ حاجتک ۔	فارغ ہو نماز سے اور تشہد پڑھ لے تو اپنے رب کی طرف لو لگاؤ اور اسی سے اپنی حاجت مانگو۔

ان دونوں روایتوں میں تشہد کے بعد دعا کرنے کا حکم ہے ۔نماز جنازہ میں تشہد نہیں ہے ۔اس لئے ثابت ہو گیا کہ اس آیت اور اس کی تفسیر سے صرف صلوٰۃ مکتوبہ مراد ہے جس میں تشہد کے بعد دعا مانگی جاتی ہے اور سلام کے بعد بھی دعا مانگنا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے لیکن نماز جنازہ کے بعد سلام پھیرتے ہی دعا مانگنا احادیث اور فقہ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔اس آیت کی تفسیر سے صلوٰۃ مکتوبہ پر قیاس کر کے نماز جنازہ کو ثابت کرنا صریحاً ظلم ہے اور امر شریعت سے تجاوز ہے۔

اس کے علاوہ اس آیت کی تفسیر میں اور روایات بھی آئی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وقال الحسنؓ وقتادۃؒ وزید بن اسلم اذا فرغت من جہاد عدوك فانصب لعبادة ربك وقال مجاهد اذا فرغت من دنياك فانصب في صلوتك وعن ابن مسعود رض اذا فرغت من الفرائض فانصب في قيام الليل وعن ابن عباس رض نحوه وقال الضحاك فاذا فرغت من الجهاد فانصب في العبادة وعن الحسن رض اذا فرغت من الغزو فاجتهد في العبادة واخرج ابن نصر وجماعة عن مجاهد اذا فرغت عن اسباب نفسك وفي لفظ من دُنياك فصَلِّ۔

اور کہا حسنؓ اور قتادہؒ اور زید بن اسلم نے جب تو فارغ ہو دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے تو اپنے رب کی عبادت میں جہد وسعی کر اور کہا مجاہدؒ نے جب تو فارغ ہو دنیا سے تو نماز پڑھنے میں اجتہاد کر۔ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب تو فرائض سے فراغت پالے تو قیام لیل میں سعی بلیغ کر اسی طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے اور کہا ضحاک نے پس جب تو فارغ ہو جہاد سے تو لگ جا عبادت میں اور حسنؓ سے روایت ہے کہ جب تو فراغت پالئے لڑائی سے اجتہاد کر تو عبادت میں اور ابن نصر اور ایک جماعت نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جب تو فارغ ہو اپنے نفس کے اسباب سے اور ایک لفظ میں اپنی دنیا سے تو نماز پڑھ۔

ان بزرگوں کی ان روایات پر ان لوگوں نے بالکل التفات نہیں کیا۔ اہل علم و بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس آیت اور اس کی تفسیر سے دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ ان سب روایتوں پر مفسرین نے بحث فرماتے ہوئے تطابق کی صورت میں یہ خلاصہ بیان فرمایا ہے۔

اذا فرغت من عبادة كتبليغ الوحي فانصب في عبادة اُخرىٰ ۔

جب تو فارغ ہو ایک عبادت سے مانند تبلیغ وحی کے تو اجتہاد کر دوسری عبادت

شكرًا لما عددنا عليك من النعم السالفة ووعدنا لك من الآلاء الآنفة۔	میں شکر کرتے ہوئے ان نعمتوں کا جو ہم نے تجھ کو گنوادی ہیں پہلے کی اور جن کا اب تجھ کو وعدہ دے رکھا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

كانه عز وجل لما عدد وعدد بما وعد بعثه على الشكر والاجتهاد فى العبادة وان لا يخلى وقتًا من اوقاتها منها فاذا فرغ من عبادة اتبعها باخرى۔	گویا کہ اللہ عزوجل نے جب نعمتیں شمار کرائیں حضورؐ کو اور وعدہ کیا ان سے جو وعدہ کیا تو ان کو حکم دیا شکر کرنے کا اور عبادت میں اجتہاد کرنے کا اس طرح سے کہ کوئی وقت ان اوقات سے وہ خالی نہ رہنے دیں پس جب فارغ ہو ایک عبادت سے دوسری شروع کرے۔

ان سب روایات پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوا کہ صرف دعا کی تخصیص نہیں ہے ایک عبادت کے بعد دوسری عبادت خواہ وہ کسی قسم کی ہو کر لینی چاہیئے۔ اس آیت کی تفسیر میں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں وہ بڑی بڑی تفسیروں مین موجود ہیں۔ جس کا دل چاہے خازن۔ مدارک۔ ابن جریر۔ ابن کثیر، معالم التنزیل، فتح البیان، روح المعانی، تفسیر کبیر وغیرہ میں دیکھ سکتا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں کا اس آیت سے نماز جنازہ کے بعد کی دعا کا استدلال سراسر غلط ہے، کسی مفسر نے اس کی تفسیر سے اس دعا کو ثابت نہیں فرمایا اور نہ کسی فقیہہ ومجتہد نے آج تک اس آیت اور اس کی تفسیر سے نماز جنازہ کے بعد دفن میت سے پہلے دعا کرنا استنباط فرمایا ہے۔

باب چہارم

(خاتمہ)

دفن میت کے بعد قبر پر دُعا کرنے کے ثبوت میں

دفن میت کے بعد قبر پر میت کے لئے دعا و استغفار کرنا سنت و مستحب ہے۔ اس کا ثبوت موجود ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رضی اللہ عنہم کے قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ دعا معہود اور مشہور تھی۔ اس پر عمل کرنا مستحسن ہے۔ لیکن اس کو بھی فرض، واجب کے درجے میں ہرگز اعتقاد نہ کرنا چاہیئے بلکہ سنت و مستحب ہی سمجھنا چاہیئے۔

حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کو رب العزت نے منافقین پر نماز جنازہ ادا کرنے اور ان کی قبر پر دفن و دعا کے لئے ٹھہرنے سے روکنے کے لئے سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ اور مت نماز پڑھ اوپر کسی کے ان میں سے کہ مر جاوے اور مت کھڑا ہو اُوپر قبر اس کی کے۔

امام فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں صفحہ پر فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ تعالٰى وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ وفيه وجهان الاول قال الزجاج كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دفن الميت وقف على قبره ودعا له فمنع هٰهُنا منه والثانى قال الكلبى لا تقم باصلاح مهمات قبره

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور تو اس کی قبر پر بھی نہ کھڑا ہو" اس میں دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ کہا زجاج نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے تھے تو اس کی قبر پر ٹھہر کر اس کے لئے دعا مغفرت کرتے تھے۔ بس یہاں اس سے بھی روک دیئے گئے دوسری وجہ یہ ہے کہ کلبی نے فرمایا کہ تم اس کی قبر کی درستی کے

کاموں کے لئے بھی ٹھہرو۔

تفسیر فتح البیان میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی دو روایتیں نقل کی گئی ہیں اور تفسیر روح المعانی جزء عاشر کے ص۱۲۸ پر اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے۔ وکان المراد بالقیام علی القبر الوقوف علیہ حالۃ الدفن و بعدہ ساعۃ وکان الوقوف بعد الدفن بمقدار نحر جزور مندوبا۔ قبر پر قیام کرنے سے مراد یہ ہے کہ دفن میت کی حالت میں اور بعد دفن کے ایک گھڑی قبر پر ٹھہرا جائے اور بعد دفن میت کے اونٹ نحر کرنے کی مقدار تک ٹھہرنا مندوب تھا۔

اس آیت اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ خیر القرون میں نماز جنازہ پڑھنے اور بعد دفن کے قبر پر دعا کرنے کا طریق ضرور معہود تھا اور ان دونوں سے حضور اکرم علیہ السلام کو منافقین کے حق میں رب العزت نے آیت کے اندر صریحاً ممانعت فرما دی، مومن مسلم کے لئے نماز جنازہ اور قبر پر دعا کرنے کا حکم بدستور سابق بحال رہا۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا دستور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد مبارک میں ہرگز معہود نہیں تھا اگر یہ دعا بعد نماز جنازہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام خود مانگتے تو منافقین کے حق میں آپ کو اس آیت میں اس دعا سے بھی لازماً روک دیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ مشہود لہا بالخیر میں اس دعا بعد نماز جنازہ کا قطعاً وجود نہیں تھا اور نہ اس کا کتاب وسنت میں ثبوت ملتا ہے۔ جب ثبوت ہی نہیں تو اس دعا کا بدعت ہونا یقینی امر ہے اور اس سے احتراز کرنا لازم ہے اور اس کی بجائے دفن میت کے بعد قبر پر دعا واستغفار کر لینا بہتر ہے۔ جس کا ثبوت کتاب، وسنت میں موجود ہے۔

جس طرح میت پر نماز جنازہ ادا کرنے کا بڑا ثواب ہے اسی طرح اس کے دفن میں ہاتھ بٹانا بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتبع جنازۃ مسلم ایمانا واحتسابا

وکان معہٗ حتی یصلّی علیھا و یفرغ من دفنھا فانہٗ یرجع من الاجر بقیراطین کل قیراط مثل احد ومن صلّے علیھا ثم رجع قبل ان یدفن فانہٗ یرجع بقیراطٍ۔ (متفق علیہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے کسی مسلم کے جنازہ کا ایمان اور احتساب سے اتباع کیا اور اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی اور اس کے دفن سے فارغ ہوا وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس آئے گا ہر ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جو صرف نماز پڑھ کر دفن سے قبل واپس ہوا وہ ایک قیراط ثواب لے کر واپس آیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ میت کے دفن کرنے تک جنازہ کے ساتھ رہ کر دفن میت میں اعانت کرنا نماز جنازہ جتنا ثواب رکھتا ہے اس لئے دفن میت تک قبر پر موجود رہ کر میت کے لئے دعا کر کے لوٹنا چاہیئے۔ تھوڑے سے وقت میں احد پہاڑ جتنا ثواب مفت میں حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ و اسرعوا بہ الیٰ قبرہ ولیقرأ عند راسہ بفاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ البقرۃ۔ میں نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی مرجائے اس کو روک نہ رکھو جلدی اس کو قبر کی طرف لے جاؤ اور کوئی آدمی اس کے سر کی جانب سورۂ بقرہ کا شروع اور پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کا آخر پڑھے۔

مرقاۃ علی المشکوۃ میں اس کی شرح کرتے ہوئے ملا علی القاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ قبر پر سر کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا شروع مفلحون تک پڑھا جائے اور پاؤں کی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں اٰمن الرسول سے لے کر آخر سورۃ تک پڑھی جائیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں دعا پر مشتمل ہیں۔ جس سے قبر پر دعا مانگنا ثابت ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیھا فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ التثبت فانہ الآن یسئل رواہ ابوداؤد۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے کچھ دیر اس پر ٹھہرتے۔ پس فرماتے اپنے بھائی کے لیے دعاء مغفرت کرو اور اس کے لئے کلمہ شہادت پر ثابت رہنے کی بھی دعا کرو۔ کیونکہ اب اس کو سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح مرقاۃ علی المشکوٰۃ میں ملا علی القاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے۔

سلوا لہ التثبیت ای ادعوا لہٗ بدعاء التثبیت یعنی قولوا اثبتہُ اللہ تعالیٰ بالقول الثابت او اَللّٰھم ثبتہ بالقول الثابت وھو کلمۃ الشھادۃ عند منکر و نکیر۔ سوال کرو اس کے لئے تثبیت کا یعنی دعا کرو اس کے لئے کلمہ شہادت پر ثابت و قائم رہنے کی یعنی مضبوط رکھے اس کو اللہ کلمہ شہادت پر" یا کہو" اے اللہ اس کو ثابت رکھ قول ثابت پر" اور وہ کلمہ شہادت ہے منکر و نکیر کے سوال کرنے کے وقت۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے معلوم ہوا کہ قبر پر دفن میت کے بعد استغفار اور تثبیت کے لئے دعا کرنے کا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی موجود ہے اس کو سنت و مستحب کہنا جائز ہے۔

براء بن عازب نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

المسلم اذا سئل فی القبر یشھد ان لا الٰہ الا اللہ ویشھد ان محمدًا رسول اللہ فذالک قولہ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔ (متفق علیہ)

(ترجمہ) مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں اور گواہی دے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس یہ قول اللہ تعالیٰ ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ مومنوں کو کلمہ شہادت پر دنیا و آخرت میں۔

یہ سب روایتیں مشکوٰۃ المصابیح میں موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہو گیا کہ قبر میں منکر و نکیر کا سوال ہو گا اس موقع پر میت کے لئے دعاء و استغفار کرنا مناسب وجائز ہے۔ اور کلمۂ شہادت پر اس کے قائم و ثابت رہنے کی دُعا کرنا مستحب امر ہے۔

کتب فقہ میں بھی بعد دفن کے قبر پر دعا مغفرت کرنے کی صراحت موجود ہے دیکھئے علامہ شامی ردّ المحتار جلد اول کے صفحہ ۶۰۶ پر فرماتے ہیں۔

ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلاثا وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء و قرأة بقدر ما ينحر الجزور و يفرق لحمه۔ و كان ابن عمر رض يستحب ان يقرأ على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة و خاتمتها

اور میت کی قبر کے سرہانے کی طرف سے تین دفعہ مٹی ڈالنا اور بعد دفن میت کے لئے دعاء و قرأت قرآن کے لئے بقدر اونٹ کے نحر کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بیٹھنا مستحب ہے اور حضرت ابن عمرؓ دفن میت کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا اول حصہ اور سورۂ بقرہ کا خاتمہ پڑھنے کو مستحب گردانتے تھے۔

ان روایات اور کتب فقہ کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد قبر پر دیر تک ٹھہر کر دعاء استغفار کرنا سنت و مستحب ہے اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور دعا کرنے والے کو بھی ثواب عظیم حاصل ہو جاتا ہے۔

یہاں تک تو دفن میت کے بعد قبر پر دعا و استغفار کرنے کے ثبوت میں کتاب و سنت اور فقہ سے دلائل نقل کئے گئے ہیں۔ اب ایسے امور کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا ہے جو جائز، سنت یا مستحب ہیں اور ساتھ ساتھ ان رسموں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا جو ناجائز، مکروہ اور بدعت ہیں اور بعض ان میں سے باطل اور حرام ہیں۔

میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر صفحہ ۹ جلد ۲
میں ہے۔ ویستحب الاسراع بتجہیزہ کلہ من حین یموت۔
میت کے مرنے کے وقت سے ہی اس کے سارے سامان میں جلدی کرنا مستحب ہے
جس وقت کسی مومن ومسلم کو موت آجائے اسی وقت اس میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں لگ جانا چاہیئے اور اپنی رائے اور قیاس سے کسی کام کے لئے روکنا مناسب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ کام ظاہر نظر میں اچھا ہی کیوں معلوم نہ ہو۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جس کام سے شریعت کے حکم کی مخالفت اور مقابلہ لازم آتا ہو۔ اس کے کرنے میں سرکشی اور خود رائی ضرور پائی جائے گی۔ پس جب کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو اب کسی عزیز کے انتظار میں یا مال ودولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ میں مشغول ہو کر میت کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں دیر کرنے سے حضور اکرم علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی ضرور ہو جائے گی اور سنت کی بجائے بدعت پر عامل ہونا لازم آئے گا۔ اسی طرح میت کو غسل دینے سے قبل یا غسل دینے کے بعد نماز جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد اہتمام واجتماع کے ساتھ ذکر وتلاوتِ قرآن اور دعا واستغفار میں مشغول ہو کر تاخیر کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہو گا۔ دیکھئے درِّ مختار میں یہ تصریح موجود ہے۔

وکرہ تاخیر صلوٰتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوٰۃ الجمعۃ۔

(میت) پر نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں اس غرض سے دیر کرنا کہ نماز جمعہ کے بعد بڑی جماعت سے جنازہ پڑھیں گے مکروہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کو بڑی جماعت کے ساتھ پڑھنا اچھا ہے لیکن چونکہ اس میں نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں تاخیر ہو جانے سے شریعت کی مخالفت ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے فقہائے احناف نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ اور مکروہ کو مطلق استعمال کرنے سے فقہا کے نزدیک مکروہ تحریمی مراد لیا جاتا ہے۔

جنازہ کو اٹھا کر جب چلتے ہیں تو بعض لوگ باآواز بلند کلمہ شریف پکار کر پڑھتے ہوئے جنازہ گاہ یا قبرستان تک جاتے ہیں۔ یہ کلمہ شریف یا اور کچھ بلند آواز سے پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ دیکھئے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وعلیٰ متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن کذا فی شرح الطحطاوی۔ جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموشی لازم ہے اور ان کو ذکر یا قرأت قرآن بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح شرح طحطاوی میں ہے۔

جوہرۂ نیرہ میں بھی یہی عبارت ہے، مراقی الفلاح میں بلند آواز سے ذکر اور تلاوت قرآن کو بدعت کہا گیا ہے اور غنیۃ المستملی میں اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی قیس بن عبادہؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرھون رفع الصوت عند ثلاث عند القتال وفی الجنازۃ وفی الذکر ذکرہ ابن المنذر فی الاشراف۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام تین جگہ آواز بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے ایک قتال کے وقت دوسرے جنازے میں اور تیسرے ذکر میں بیان کیا اس کو ابن منذر نے اشراف میں۔

جس وقت نماز جنازہ سے فراغت ہو جائے فوراً میت کو قبر کی طرف لے جانا چاہئے۔ پھر میت کو قبلے کی طرف سے قبر کے اندر اتاریں اور قبر میں اتارتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ پڑھیں اور یہ مستحب ہے۔ میت کو داہنی جانب سے قبلہ رو کر دینا مسنون ہے۔ اس کے بعد کچی اینٹوں سے لحد کو بند کر دینا چاہیے۔ پختہ اینٹوں اور لکڑی سے بند کرنا مکروہ ہے۔ قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے شروع کیا جاوے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی اٹھا کر قبر میں ڈالے اور پہلی بار مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری مرتبہ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھنا چاہیئے بعد دفن کے تھوڑی

دیر بعد قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعا مغفرت و تثبیت کرنا مستحب ہے، جیسا کہ احادیث اور فقہ کے حوالے سے ثابت ہو چکا ہے۔ قبر پر پانی چھڑکنا بھی مستحب ہے قبر کو مربع شکل میں بنانا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی شکل کوہان شتر کے بنائی جائے اس کی بلندی ایک بالشت بھر تک ہونی چاہیئے۔ قبر کا بہت اونچا کرنا قبر پر پکی اینٹیں لگا کر پختہ کرنا مکروہ ہے بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی سے سرتابی ہے۔ کیونکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ (رواہ مسلم) منع فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبر کو چونے پختہ بنانے سے اور اس پر کوئی عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے۔

قبر پر عمارت مثل گنبد یا قبے کے بغرض زینت بنانا حرام ہے اور مضبوطی کے لئے بنانا مکروہ ہے، قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے۔ کسی میت کو چھوٹا ہو یا بڑا مکان کے اندر دفن نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ قبروں پر چڑھاوے، نذر و نیاز، منت وغیرہ چڑھانا حرام ہے میلے لگانا، تماشے کرانا بہت برا ہے۔ قبر کی طرف سجدہ کرنا اور قبر کا طواف کرنا شرک اور ظلم عظیم ہے۔ یہ تمام مسائل فقہ کی معتبر اور مشہور کتابوں مثلاً بحر الرائق۔ درّ المختار۔ ردّ المحتار، فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضیخان وغیرہ میں موجود ہیں۔ جس کا دل چاہے ان کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔ "

اس زمانے میں چونکہ عوام نے اپنے عقائد و اعمال کو بہت سخت خراب کر لیا ہے اور جس قسم کی ضرورتوں کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ سب نفس امارہ کے بہانے ہیں اور خواہش نفسانی کے فریب۔ دل میں سوچا جائے تو ایسی محدثات اور منکر چیزوں کی برائی خود معلوم ہو سکتی ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ جس طرح سے وہ دوسرے محرمات و مکروہات سے پرہیز کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ان مشتبہات اور محدثات سے بھی اپنے دامن کو بچاتے رہیں۔ ایسا نہ ہو

کہ ہم ان دھندوں میں پھنس کر اپنی عاقبت کو ہی خراب کر بیٹھیں۔

آخر میں دعا ہے کہ رب العزت تمام مومنوں کو اور بندۂ ناچیز کو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی ہمت و توفیق بخشے اور مُدّۃ العمران کو شرک و بدعت سے برکنار رکھتے ہوئے اپنی حفاظت میں صراط مستقیم پر ثابت و قائم رکھے، آخرت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور اپنے حبیب سید الکونین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین! سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۔ بندہ ناچیز سید عزیز علی عفا اللہ عنہ،

پچیس سال کے بعد

ایک ربع صدی گزر چکی ہے جب بندہ نے تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کو ترتیب دیا تھا اس وقت اور اس سے پہلے بعض نادان اور شرع سے بے خبر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو چکا تھا بلکہ عقیدہ ہی بنا چکے تھے کہ نماز جنازہ کے بعد متصل بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنا ضروری ہے اور بغیر اس دوا کے نماز جنازہ ناتمام رہ جاتی ہے۔ نماز جنازہ کی طرح یہ دعا بعد از جنازہ کے بھی نہایت اہم اور ضروری ہے اس لئے میں نے اپنی کتاب تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ حصہ اول میں جو اس وقت ناظرین کرام کے زیر نظر ہے۔ جس میں قرآن حکیم سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء کرامؒ کی تصریحات سے ثابت کیا تھا کہ یہ دعا بعد نماز جنازہ کے غیر شرعی ہے سنت نہیں مستحب بھی نہیں بلکہ بدعت، مکروہ، زیادت علی السنۃ ہے اس کو ترک کر دینا چاہیئے اور یہی زہد و اتقاء سے اقرب ہے تاکہ کسی سنت کا رفع یا کسی سنت کا استخفاف ہم سے سرزد نہ ہو جائے۔

ماسٹر شبیر صاحب ڈھبوی کو پچیس سال کے طویل عرصہ کے بعد یہ بات سوجھی کہ کیوں نہ میں بھی کسی طرح "تھوڑا سا خون لگا کے شہیدوں میں مل سکوں" میری کتاب کے حصہ اوّل

(جولہ اس وقت ناظرین کے ہاتھ میں جدید ایڈیشن میں حاضر ہے) اس پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی کتاب اثبات الدعار بعد صلوٰۃ الجنازہ لکھی ہے جس میں ماسٹرصاحب نے کوئی خاص دلیل قرآن حکیم سنت یا فقہ سے پیش نہیں کی صرف عمومی دلائل، قرآن وحدیث کی غلط تاویلات، اصول فقہ سے برکنار رہ کر اپنے قیاس اور فاسد اجتہاد سے اس دعار کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جس کے جواب میں اور ماسٹر صاحب کے دلائل مزعومہ کی تردید میں بندہ نے اسی حصۂ اول کے ساتھ حصۂ دوئم تحقیق الدعار بعد صلوٰۃ الجنازہ لکھی اور ترتیب دی ہے ناظرین کرام اس کتاب کے حصّہ دوئم کو بنظر عمیق ملاحظہ فرمائیں اور اپنی عقل و بصیرت کے میزان میں موازنہ فرمانے کے بعد حق و باطل میں تمیز فرمائیں اور بندہ کے حق میں دعارِ خیر و مغفرت فرمادیں۔

لاالہ الااللہ کی ضرب

لاالہ کی ضرب سے ٹوٹا طلسم ماسوا
دِل میں محکم ہو گئی اللہ اللہ کی نوا .

شرک ہے من دونہٖ بدعت ہے من غیرالنبی
آشنائی ان بتوں سے ہو نہیں سکتی دوا

شرک و بدعت میں ہے انکار خدا و مصطفےٰؐ
اور اس انکار سے بڑھتی ہے حبّ ماسوا

ہیں یہ دو بیماریاں مہلک ترے دم کیلئے
ہر مرض کی ہے دوا لیکن نہیں اس کی دوا

جھنڈیاں میلاد کی بازار میں پامال ہیں!
خلد میں لہرائے گا احیارِ سنّت کا لوا !

سجدۂ عرس و طواف و نذر غیراللہ تک
سب مشاغل میں یہ تمہارے نفس کی حرص و ہوا

چھوڑ کر سنّت کو بدعت آشنا موٹے ہوئے
یہ دلاور پیٹ میں بھر کر بریلی کی ہوا

دَر بدر پھرنا تمہارا جانتے ہیں اہلِ حق
ہے کسی سنت کو بدعت میں بدلنے کی ہوا

نشر بدعت کیلئے تیری دوامی آرزو
رفع سنت کے لئے القرامی آرزو

احقر:۔ سیّد عزیز علی صانہ اللہ عن کل ذنب خفی وجلی

ما ابتدع قوم بدعة فی دینہم الا نزع اللہ من سنتہم مثلہا (رواہ الدارمی)

جس قوم نے اپنے دین میں کوئی بدعت نکالی اللہ تعالیٰ اس قوم سے اس جیسی ایک سنت نکال دے گا

حصہ دوئم

تحقیق الدعاء

بعد صلوۃ الجنازہ

فی

تردید اثبات الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ

مؤلف

حکیم سید عزیز علی ثابت بخاری خطیب جامع کھیکے (گوجرانوالہ)

باھتمام

انجمن جامعۃ العزیزیہ کھیکے ضلع گوجرانوالہ

انجمن اسلامیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ

اِنتسَابُ

(بفقہاءِ ملت خصوصًا فقہاء احناف کثرا اللہ تعالےٰ جماعتہم)

باسمك اللهم فاطر السموت والارض عالم الغيب و
الشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه
يختلفون اهدنى لما اختلفوا فيه من الحق باذنك انك
تهدى الى صراط مستقيم اللهم لك اسلمت وبك
امنت وعليك توكلت واليك انبت وبك
خاصمت واليك حاكمت فاغفرلى ما قدمت وما
اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به
منى انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت ولا
اله غيرك وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على
المرسلين والحمد لله رب العالمين ٭

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ہ

ایک کتاب بعنوان اثبات الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ نظر سے گزری۔ اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے متصل بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنے کا ثبوت اور دلائل اس کتاب میں پیش کئے جائیں گے اور اس عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصوصی طور پر اس دعاء کے ثبوت میں ہی یہ کتاب لکھی جا رہی ہے لیکن معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ عمومی ادعیہ کے دلائل سے اس کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے قرآن احادیث اور فقہ سے کوئی ثبوت خاص اس دعا کا پیش نہیں کیا گیا جیسا کہ اگلے صفحات میں ہم ثابت کر رہے ہیں انشاء اللہ العزیز، اور ناظرین کرام کو خود معلوم ہو جائے گا۔

اس کتاب کی ابتداء میں تقریظ جناب عظمت علی شاہ صاحب نے لکھی ہے۔ مقدمہ مولوی محمد سعید صاحب خطیب مسجد علی پور چٹھہ کا تحریر شدہ ہے اور کتاب برخوردار ماسٹر شبیر حسین صاحب ڈھبوی ثم گکھڑوی ثم ادجلوی ثم دلاوری پھر کیلانی اور آخر میں بریلوی رضاخانی اور نوری وغیرہ نے لکھی ہے جس کی یہ رہائشی اور مذہبی نسبتیں ہر آن بدلتی رہتی ہیں، اور بدلتی رہیں گی۔ زیر بحث مسئلہ تو دعاء بعد نماز جنازہ متصلاً کا ہے جس کی کوئی خصوصی دلیل آیات قرآن کریم یا سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یا کتب فقہ اور خصوصاً فقہ حنفی سے حضرات ائمہ فقہاء رحہم اللہ کی تصریحات سے ہونا چاہیئے تھی، احادیث میں اور کتاب اللہ میں ہر موقعہ اور محل کی الگ الگ دعائیں منقول ہیں۔ اور ادعیہ ماثورہ کے نام سے مشہور ہیں، مثلاً زیارت قبور کے وقت کی دعاء دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا۔ کھانے پینے کے بعد کی دعا سونے کے وقت اور جاگنے کے بعد کی دعائیں سواری کے وقت کی دعا وضو کے بعد کی دعا پاخانہ جانے اور پیشاب کرنے سے پہلے کی دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں جن کا استیعاب کرنا ہمارے بس اور ہمت سے باہر ہے۔ اگر نماز جنازہ کے

بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اجتماعی رنگ میں کوئی دعا احادیث میں ہوتی یا حضرات صحابہ رض تابعین رح تبع تابعین رح اور فقہاء ملت اور خصوصاً فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول و عمل سے ثابت ہوتی تو وہ ہمارے لئے بلکہ تمام امت مسلمہ کے لیے حجت ہو سکتی ہے ۔ عمومی دلائل اور غلط تاویلات و تسویلات سے اس خاص دعا کو ثابت کرنا قرین انصاف نہیں کیا فقہائے ملت نے اور خصوصاً فقہاء احناف رحمہم اللہ عنہم نے ان آیات و احادیث کو نہیں پڑھا تھا اور ان کو درایت کے اصول پر نہیں پرکھا تھا کہ وہ یہ بات سمجھ جاتے کہ بعد نماز جنازہ کے دعا بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر کھڑے ہو کر اجتماعی رنگ میں مانگنا جائز ہے ۔ اگر ایسا ہوتا تو فقہائے کرام رح اس دعا کے الفاظ اور محدثین اس دعا کا کوئی ثبوت پیش کرتے یا کسی آیت یا حدیث سے اس دعا کو درایت کے اصول پر استنباط فرماتے لیکن انہوں نے یہ نہیں کیا جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کی کوئی اصل نہیں ہے حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اعتبار جس طرح ہم روایت میں کرتے ہیں ان کی درایت و فقہ سے بھی ہم اس سے زیادہ مستفیض ہوتے ہیں ۔ الفاظ روایت ان بزرگوں کے ہمارے لئے حجت ہیں تو ان کی درایت و فقہ اور تفقہ فی الدین کے بھی ہم معتقد ہیں ۔ صرف ظاہر بین حضرات ان کے روایت کردہ الفاظ کی تو قدر کرتے ہیں لیکن ان کی درایت و تفقہ فی الدین سے بالکل اعراض کر جاتے ہیں یہ ان کا شیوہ عقل و نقل کے اعتبار سے بالکل لائق التفات نہیں ہے ۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالکل سچ فرمایا ہے ۔

من یرد اللہ خیرًا یفقہ فی الدین ۔ بخاری جز ۱ صہ ۱۶ مسلم جز ۲ صہ ۱۴۳

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے تفقہ فی الدین عطا کرتا ہے ۔

اور قرآن حکیم میں بالصراحت ارشاد باری موجود ہے ۔

وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم

مومنوں کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ سب (جہاد) کے لئے کوچ کرتے کیوں نہ کوچ کیا ہر فرقے میں ان میں سے ایک جماعت نے تاکہ وہ دین میں تفقہ پیدا کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ

یحذرون - پ۱۱ - سورہ توبہ ان کی طرف لوٹیں تاکہ وہ بچ جائیں۔

اس حدیث اور آیۂ کریمہ سے واضح طور پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تفقہ فی الدین کی خیریت وافادیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور جس طرح جہاد کے لئے نکلنا اور سفر کرنا فرض کفایہ ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تفقہ فی الدین کے لئے سفر کرنا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے پیہم کوشش کرنا ضروری اور اہم ہے، اور تفقہ فی الدین اور درایت کو چھوڑ کر صرف صورت والفاظ پر اپنی نگاہِ فکر وعمل جمائے رکھنا نہایت مذموم ہے۔ غیر مقلدین حضرات کئی مسائل میں درایت وتفقہ کو چھوڑ کر صرف الفاظ حدیث پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور ہم مقلدین پر یہ اعتراض وارد کیا کرتے ہیں کہ نماز جنازہ بھی دوسری فرائض وسنن اور نوافل کی طرح نماز ہی ہے اور تم ہر نماز میں امام اور منفرد ہونے کی حالت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہو تو تم نماز جنازہ میں امام ہونے کی صورت میں کیوں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ بالکل اسی طرح کا اعتراض بریلوی اور رضاخانی حضرات نے اظہار کیا ہے کہ ہر نماز مکتوبہ اور غیر مکتوبہ کے بعد تم ذکر ودعاء کرتے رہتے ہو نماز جنازہ بھی تو ایک نماز ہی ہے اس کے بعد کیوں تم ذکر ودعا کو چھوڑتے ہو اور کیوں اس دعا کو بدعت اور مکروہ کہتے ہو۔ بنا برعلیہ ہم بریلوی اور رضاخانی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اگر نماز جنازہ من کل الوجوہ نماز ہے تو تم اس میں کیوں قرآۃ سورۃ من القرآن رکوع اور سجود اور اس کی تسبیحات اور التحیات کو چھوڑ کر صرف ثنار، درود اور دعار وتسلیم پر اکتفا کرلیتے ہو اور ان سب کو کس دلیل اور برھان سے چھوڑ دیتے ہو۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین؛ تفقہ فی الدین اور درایت وتفکر فی الاحادیث والقرآن سے برکنار ہوکر غلط تاویلات وتسویلات سے ایسی باتوں کو ثابت کرنا جن کا خصوصی ذکر قرآن وحدیث اور فقہار عظام رح کی تصریحات میں موجود نہیں ہے قرآنی اصطلاح میں زیغ کہلاتا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ آمین۔

دوسری صورت ان کے عقائد واعمال میں یہ پائی جاتی ہے کہ جو کام دین اسلام میں اپنے خیال سے نیک تصور کر کے اسے دین کا رنگ دے لیتے ہیں اور اسے بدعت حسنہ

سمجھ کر کرتے ہیں، اور کارِ ثواب سمجھتے ہوئے ان کے تارک پر لعنت و ملامت کرتے رہتے ہیں اور خود ان کی حالت یہ ہے کہ نمازِ جنازہ جو کہ فرضِ کفایہ ہے اس کا ثبوت بھی قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ پھر بھی اکثر و بیشتر بریلوی رضاخانی حضرات نمازِ جنازہ کو ترک کر دیتے ہیں یا ان سے ترک ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ نماز ان سے چھوٹ گئی تو دعا بعد نمازِ جنازہ کب باقی رہے گی؟ ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے آپ کو ہرگز ملامت نہیں کرتے کہ یہ کیوں نمازِ جنازہ اور دعا بعد نمازِ جنازہ ترک کر دیتے ہیں، اور کوئی دوسرا بھی ان کو ملامت نہیں کرتا۔ اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہوں گا کہ ان بریلویوں اور رضاخانیوں اور نوریوں کے بعض مقررین اور خطباء فرضِ عین نمازوں کے تارک ہیں اور تقریریں کرتے اور خطبات پڑھتے رہتے ہیں وہ بھی اکثر و بیشتر فرائض اور سُنن ترک کر جاتے ہیں انہیں کوئی نہیں پوچھتا کہ تمہاری جب یہ حالت ہے کہ نمازیں ترک کر جاتے ہو تو تمہارے سامعین پر تمہاری تقریروں اور خطبوں کا کیا اثر ہوگا اور تم جناب باری کے دربار میں کیا جواب دو گے؟ یوں سمجھ لیجئے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔

صرف اس دعا بعد نمازِ جنازہ کو چھوڑ دینا انہیں بہت بھاری اور ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ دعا فرضِ عین اور نمازِ جنازہ سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے نمازِ جنازہ چلی جائے تو جائے لیکن دعا بعد جنازہ کے نہ رہ جائے یہ ان کا مسلک و مذہب ہے۔ اور یہ ان کی حنفیت ہے۔ مزید برآں اس اپنے اندازِ فکر و عمل اور قیاس کو حسن اور بہتر خیال کرتے ہیں یحبون انهم یحسنون صنعًا۔ اور اس فعل کو بدعتِ حسنہ کہتے ہوئے عمل پیرا ہوتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں وہ خدا کے نزدیک ناپسند ہوگی اور جس چیز کو یہ ناپسند رکھتے ہیں وہ خدا کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہوگی اللہ تعالیٰ اصل بات کو جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔

بریلوی اور رضاخانی حضرات کی عجیب و غریب تاویلات سے ہم یہی اندازہ کرتے ہیں کہ یہ تفقہ فی الدین اور تقلید فقہاء کرام رحمہم اللہ سے بالکل نفور ہیں اور بدعات محدثات کو جاری کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے پر بہت مسرور ہیں۔ اس سے یہ بات بھی اظہر

من الشمس ہوگئی کہ یہ فرقہ بھی شتر بے مہار ہے اور من کی کارروائی کو مذہب قرار دیتا ہے اور فقہ حنفی اور فقہاء احناف و دیگر ائمہ کرام کی تصریحات سے اس فرقہ کو سخت نفرت ہے اور یہ اپنا کوئی نیا اجتہاد جاری کر کے کسی نئے فرقہ اور مذہب کی بنیاد استوار کر رہا ہے

حقیقت الامر یہ ہے کہ نماز جنازہ دراصل دعاء للمیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو جاری کیا ہے اگر اس دعاء پر قبولیت کا اعتبار نہ کیا جائے جس کے متعلق حضرت نبی کریم علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلم کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور نماز جنازہ پڑھے پھر دفن میت تک ساتھ رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا اور اگر دفن میت سے قبل آجائے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا (صحیح بخاری و مسلم)

اور اگر کسی مسلم پر تین صفیں بنا کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ ایسی مقبول و مستجاب دعاء بفرمان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی مسلم میت پر پڑھی جائے تو پھر کیا اس میت کے لئے کسی اور دعاء کی ضرورت رہتی ہے اور بصورت دیگر حضور علیہ السلام کے فرمان کی کوئی قدر و منزلت باقی رہے گی؟ اور اگر کسی اور دعاء کی ضرورت تمہارے خیال کے مطابق ہے تو اس کی دلیل کتاب و سنت سے بیان کر دی جائے، اور اس روایت میں بعد نماز جنازہ کی تصریح بھی ہو اور دعا کے الفاظ بھی صراحت کے ساتھ حدیث میں موجود ہوں۔ ورنہ یہ سب حضرات سمجھ لیں کہ اس بعد کی دعاء سے نماز جنازہ (دعاء للمیت) سے استخفاف سنت یا رفع سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور لازم آئے گا، اور اس کا وبال آپ پر ضرور پڑے گا۔

بندہ۔ حکیم سید عزیز علی عفی عنہ الخفی والجلی۔
یکم جمادی الاول ۱۳۸۰ھ

تقریظ پر تقریض

اثبات الدعار کے صفحہ ۰۰ ۸ پر تقریظ سید عظمت علی شاہ صاحب صاحبزادہ سید باقر علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس تقریظ میں آپ لکھتے ہیں، نزول قرآن کے وقت علماء یہود نے کئی حلال چیزوں کو اپنی کج فہمی کی بنا پر حرام ٹھہرا رکھا تھا اور اس کام کو اپنے تقدس اور پرہیزگاری کی دلیل بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام پر تنبیہ فرمائی اور ان سے فرمایا۔

فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ   پس لاؤ توراۃ پھر پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو۔

آگے لکھتے ہیں" علماء یہود کی طرح امت محمدیہ کے بعض علماء بھی اس کار بے خیر میں مصروف ہیں "

اقول :- چوتھے پارہ کے شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی محبوب ترین چیز کو نہ خرچ کرو۔ اور جو چیز تم خرچ کروگے بیشک اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں " اس کے بعد رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ	تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے مگر جو یعقوب
إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلٰى نَفْسِهٖ	علیہ السلام نے اپنے نفس پر حرام کیا توراۃ کے
مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَأْتُوا	نزول سے پہلے۔ پس لاؤ توراۃ پس پڑھو اس
بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ	کو اگر تم سچے ہو۔

اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نفس پر ایک قسم کا کھانا (اونٹ کا گوشت) حرام کیا تھا اور یہ واقعہ توراۃ کے نزول سے بھی پہلے کا ہے۔ شاہ صاحب نے صرف آیت کا آخر تو تقریظ میں درج کر دیا ہے لیکن پہلے کا حصہ بالکل ترک کر دیا ہے، اور اس کے ترجمہ پر بھی غور نہیں فرمایا تاکہ انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اونٹ کو حرام اپنے نفس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا نہ کہ یہود نے اور یہ واقعہ نزول توراۃ سے قبل کا ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت کا جو کہ

کئی صدیاں پہلے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سے اور بعثت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے کا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے قرآن مجید اور اس کا ترجمہ کبھی نہیں پڑھا ورنہ اس قسم کا سفید جھوٹ نہ لکھتے اور قرآن کریم کی غلط تفسیر نہ کرتے، ان کی اس غلط تاویل میں دو جھوٹ تو بالکل ظاہر ہیں ایک جھوٹ یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت کا یہ واقعہ لکھا گیا ہے دوسرا جھوٹ یہ ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے وقت یہودیوں نے کئی حلال چیزوں (اونٹ کا گوشت اور اس کے دودھ) کو حرام کیا تھا۔ حالانکہ یہود نے نزول قرآن سے پہلے اور نزول توراۃ کے قبل اپنے جدِ اعلیٰ کی تقلید گوارا نہ کرتے ہوئے ایسا کیا تھا۔ تیسری گستاخی اور بے ادبی شاہ صاحب نے یہ کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فعل (اونٹ کے گوشت اور دودھ کے حرام کرنے) کو کج فہمی اور کار بے خیر لکھ دیا ہے۔ ذرا ہوش سے کام لیجئے پیغمبروں پر اتنا بڑا بہتان باندھنا اور گستاخی کرنا اور پھر الزام اُمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علماء پر دھرنا کتنی بڑی بے انصافی اور ظلم عظیم کا ارتکاب ہے ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ آپ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر سوچ سمجھ کر بتائیے کہ یہ سفاہت، نادانی اور سفید جھوٹ نہیں ہے، اور اس کام کا نام ہیرا پھیری نہیں ہے ؟

واقعہ اصل میں قرآن کریم اور حدیث شریف کی رو سے یہ تھا کہ علماء یہود حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام تو اونٹ کا گوشت نہ کھایا کرتے تھے آپ کیوں اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں نیز علماء یہود یہ بھی کہا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے چنانچہ یہودیوں کے چند علماء حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم آپ سے چند سوالات کرتے ہیں۔ آپ ان کا صحیح جواب دیجئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر میں ان سوالات کا صحیح جواب دے دوں تو تم میری رسالت کی تصدیق کرتے ہوئے ایمان لے آؤ گے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے اور ایمان لانے پر بار بار انہوں نے قسمیں اٹھائیں پھر آپ نے فرمایا بتاؤ

وہ کیا سوالات ہیں۔ سب سے پہلا سوال ان کا یہی تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کس چیز کو اپنے نفس پر حرام کیا تھا آپ نے فرمایا اونٹ کا گوشت اور دُودھ۔ دوسرا سوال ان یہودی علماء کا یہ تھا کہ نبی اُمیؐ کی نیند کیسی ہوگی تو حضرت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ختمی مرتبت نے فرمایا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہوں گی اور دل جاگتا ہوگا۔ تیسرا سوال ان کا یہ تھا کہ مرد اور عورت کے پانی میں کیا فرق ہے، اور کیوں کبھی لڑکا اور کبھی لڑکی پیدا ہوتی ہے اور ان کی شکل وصورت کبھی ماں پر اور کبھی باپ کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کا جواب ختم الرسل حضور علیہ السلام نے یہ دیا کہ مرد کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے اور جس کا پانی غالب ہو اسی کے مشابہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ چوتھا سوال ان کا یہ تھا کہ پیغمبروں پر کونسا فرشتہ وحی یا رسالت لاتا ہے؟ حضور ختمی مرتبت سرورِ کائناتؐ نے جواب میں فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سب پیغمبروں پر وحی لاتے ہیں اور مجھ پر بھی وہی روح القدس وحی لاتا ہے۔ پانچواں سوال ان کا یہ تھا کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رعد فرشتہ میکائیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بادلوں پر مقرر ہے اس کے بعد تمام علماء یہود اور ان کے ساتھی سیخ پا ہوگئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ پر یہ فرشتہ وحی لاتا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آتے یہ جبرئیل تو عذاب اور جنگ و جدال کا فرشتہ ہے، اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ میکائیل فرشتہ بارش اور پیداوار کے لئے مقرر ہے وہ آپ کا رفیق ہوتا تو ہم ضرور مان لیتے۔ (مسند امام احمد بروایت ابن عباس)

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہودیوں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ آپ جب نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا تبع گردانتے ہیں تو پھر آپ اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اونٹ کا گوشت نہ کھایا کرتے تھے، اور نہ حضرت یعقوب علیہ السلام اونٹ کا گوشت کھایا کرتے تھے نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے مذہبًا اور ملتہً ہمارے ساتھ تھے جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے اندر واضح کر دیا کہ ایک قسم کا کھانا (اونٹ کا گوشت) حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اپنے نفس پر حرام کیا تھا، نہ حضرت ابراہیمؑ نے اس

کو حرام فرمایا نہ باقی بنی اسرائیل پر پیغمبروں کے ذریعے حرام کیا گیا۔ نزول توراۃ کے بعد اور حضرت موسیٰ کے عہد سے یہودی دور شروع ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یہ جھگڑا تمہارا نرا فضول اور بحث لاحاصل ہے۔ ارشاد باری سنئے۔

یا اھل الکتاب لم تحاجون فی	اے اہل کتاب حضرت ابراہیم کے بارے
ابراھیم وما انزلت التوراۃ	میں تم کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ توراۃ اور انجیل تو
والانجیل الا من بعدہ افلا	ان کے بعد نازل ہوئی تھی تم کیوں نہیں سمجھتے
تعقلون ○ ما کان ابراھیم یھودیا	حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی ولیکن
ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا	وہ تو کلیۃً حنیف اور مسلم تھے اور وہ مشرکین
مسلما وما کان من المشرکین	سے بھی نہ تھے۔

شاہ صاحب آپ میں اگر علم و دانش ہے تو ذرا غور و فکر سے کام لیجئے کہ جس راہ پر آپ گامزن ہو رہے ہیں وہ راستہ تو ایک بھیانک جنگل کی طرف آپ کو لے جا رہا ہے کیوں کہ من فسر القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار کی وعید شدید موجود ہے یعنی جو قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے اور غلط تاویل سے کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنا لیتا ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے۔

فاما الذین فی قلوبھم زیغ	پس جن لوگوں کے دلوں میں زیغ ہے
فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء	وہ متشابہ آیات کی اتباع کرتے ہیں فتنہ
الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔	اٹھانے کو اور (غلط) تاویل کرنے کو

قرآن کی اصطلاح میں اس کو زیغ کہا جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا۔ آمین۔

شاہ صاحب جی مسائل و احکام میں قرآن و احادیث اور فقہ کو اپنے مقام پر رکھنا چاہیئے، اور ان میں اپنی طرف سے کوئی تصرف یا ترمیم و تنسیخ الفاظ یا معانی میں کرنا نہایت

ظلم عظیم اور کبیرہ گناہ ہے یہ ایسی بات نہیں ہے کہ کسی قوم کے افراد کو زدوکوب کر لیا، اور جب اس قوم نے چڑھائی کر دی تو اپنے بزرگوں کو آگے کر دیا کہ وہ نہایت ذلت آمیز رسوائی سے بھرے مجمع میں معافی مانگ لیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مقدمہ پر تعریض

رسالہ اثبات الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کا مقدمہ حافظ محمد سعید صاحب خطیب مسجد علی پور چٹھہ نے لکھا ہے۔ اس مقدمہ میں حافظ صاحب نے مولانا محمد سرفراز خاں صاحب کے مقدمہ پر جو انہوں نے تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ پر ابتدائیہ لکھا تھا اس پر چند اعتراضات وارد کئے ہیں، سب سے پہلے حافظ صاحب نے اس مقدمہ پر یہ لکھا ہے

بدعت کے متعلق مولوی صاحب کا نظریہ ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والی ہے حالانکہ یہ الفاظ مولانا محمد سرفراز خاں صاحب کے اپنے الفاظ نہیں بلکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ ہے دیکھئے حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی آپ فرماتے ہیں۔

وایاکم ومحدثات الامور فان شر الامور محدثاتها وکل محدثة بدعةٌ وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار (نسائی ج۱ ص۱۷۹ مشکوٰۃ ج۱ ص۳۰ وقال رواہ احمد وابو داؤد ترمذی وابن ماجہ)	بدترین امور میں سے محدثات ہیں اور ہر ایک محدثہ بدعت ہے اور ہر ایک بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جائے گی۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ حدیث میں موجود اور مذکور ہے۔

حافظ صاحب نے یہ فقرہ بھی مولانا محمد سرفراز صاحب کی طرف منسوب کیا ہے کہ

بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہو گی۔

حالانکہ یہ عبارت بھی حضور نبی ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ ہے جو مولانا صاحب ممدوح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دیکھئے فرمان نبوی علیہ السلام حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ حجب التوبۃ عن کل صاحب بدعۃ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح الخ (مجمع الزوائد ج۱ ص۱۸۹)	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب بدعت پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

ان احادیث کے ترجمے حافظ صاحب نے مولانا سرفراز خان صاحب کی طرف نسبت کرتے ہوئے اپنی طرف سے تین نتائج برآمد کئے ہیں۔

۱۔ جو نیک کام خیرالقرون میں نہ تھے وہ بدعت ہیں۔

۲۔ اور وہ کام گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔

۳۔ اور ایسے نیک کام کرنے سے دل پر بدعت کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دل سے نور ایمان جاتا رہتا ہے۔

نتیجہ نمبر ۱۔ حافظ صاحب نے بدعت کو نیک کام کہا ہے حالانکہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے بدعت کو شر الامور محدثاتہا فرمایا ہے، اور ہر بدعت کو گمراہی اور مردود فرمایا ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سرور کائنات جس کام کو برا فرما چکے ہیں وہ تا قیام قیامت برا ہی رہے گا۔ وہ کبھی نیک اور حسن بن نہیں سکتا۔ حافظ صاحب کا یہ اعتراض بالواسطہ صادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وارد ہوتا ہے۔ مولانا ممدوح پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ وہ صادق القول علیہ الصلوۃ والسلام کی بات پیش کر رہے ہیں۔

نتیجہ نمبر ۲۔ بالکل نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث کا ترجمہ ہے جو پہلے درج ہو چکی ہے ہر صاحب عقل و دانش اس حدیث کو دیکھ کر پرکھ سکتا ہے اور صحیح فیصلہ کر

سکتا ہے زیادہ وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ؎

"چہ حاجت است عیاں را باستماع و بیاں"

نتیجہ نمبر ۳ میں حافظ صاحب لکھتے ہیں ایسے نیک کام کرنے سے دل پہ بدعت کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دل سے نور ایمان جاتا رہتا ہے۔ جب یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی اور حضرت الصادق الامین صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان حقیقت ترجمان سے روشن ہو جائے کہ بدعت گمراہی ہے تو اب آپ ہی بتایئے کہ بدعت پر عمل پیرا ہونے اور بدعت کو بدعت حسنہ یقین کرنے سے دل پر بدعت کی تاریکی نہ چھا جائے گی؟ اور اس دل میں جس کے اندر بدعت جاگزین اور تہ نشین ہو چکی ہو اس میں ایمان کی روشنی کس طرح آسکے گی؟ اور جو بدعت کو احسن اور مستحسن خیال کرتا ہو وہ بدعت سے توبہ کب کر سکتا ہے؟ اور اسے توبہ کب نصیب ہو سکتی ہے؟ توبہ تو اس وقت نصیب ہوگی جب ہم اس کو برا خیال کرتے ہوئے خدا کی طرف انابت و رجوع کریں اور خدائے قدوس سے اس فعل سے ہمیشہ کے لئے مدت العمر ترک کرنے کا وعدہ کرلیں اور اس رب العزت سے معافی اور مغفرت بھی طلب کریں ورنہ توبہ نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور جس بدعت کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شر الامور محدثاتہا فرما دیا ہو اس کو احسن اور حسنہ کون کہہ سکتا ہے؟ اور جو ان کو اچھا تصور کرتا ہے وہ مجددی اور نقشبندی کب ہو سکتا ہے؟ ظاہری طور پر وہ اپنے نام کے ساتھ مجددی نقشبندی لکھ سکتا ہے حقیقت میں وہ بدعتی ہوگا۔ اسی طرح وہ اہل السنت والجماعت کا ظاہری ٹائیٹل تو اپنے نام کے ساتھ لگا سکتا ہے لیکن اہل السنت و الجماعت، حنفی المذہب اور مقلد نہیں بن سکتا۔ حافظ صاحب دیکھئے پہلے آپ اپنے مجددی نقشبندی ہونے کا ثبوت دیں جو ہم مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے پیش کررہے ہیں۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۲۵۵ صفحہ ۲۷۷ پر فرماتے ہیں۔

بملا طاہر لاہوری صدور یافت در تحریص براحیائے سنت سنیہ ودفع بدعت نامرضیہ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ مکتوب شریف کہ بصحوب حافظ

بہاء الدین ارسال کنانشتہ بودند رسید فرحت فراواں رسانید چہ نعمتی است کہ محبان و مخلصان بہمگی ہمت خود متوجہ احیاء سنتی از سنن مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ باشند و بکلیۃ خود خواہاں رفع بدعتے از بدع منکرہ نامرضیہ بودند۔ سنت و بدعت ضد یکدیگر ند وجود یکے مستلزم نقیض و نفی دیگرے است پس احیائے یکے مستلزم اماتت دیگرے بود احیائے سنت موجب اماتت بدعت است و بالعکس پس بدعت حسنہ وسیئہ مستلزم رفع سنت است مگر حسن نسبتی اعتبار کردہ باشد کہ حسن مطلق آنجا گنجائش ندارد چہ جمیع سنن مرضی حق اند جل سلطانہ واضداد آنہا مرضیات شیطان امروز ایں سخن بواسطہ شرح بدعت بر اکثری گراں است اما فردا معلوم خواہند کرد کہ ما بر ہدایتیم یا ایشاں۔

(ترجمہ) ملا طاہر لاہوری کو لکھا جس میں سنت سنیہ کے احیاء پر اور بدعت نامرضیہ کے رفع کرنے پر ترغیب دلائی گئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

کہ مکتوب شریف جو بہمراہی حافظ بہاء الدین آپ نے ارسال کیا تھا وہ پہنچ گیا ہے۔ نہایت درجہ فرحت حاصل ہوئی کتنا بڑا احسان ہے کہ محب اور مخلصین اپنی تمام تر ہمت احیاء سنت از سنن مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر توجہ رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو کلیتاً رفع بدعت از بدعات منکرہ نامرضیہ میں لگائے رکھتے ہیں سنت اور بدعت ضد ایک دوسرے کی ہیں۔ ایک مستلزم نقیض اور نفی دوسرے کی ہوگی۔ پس ایک کے احیاء سے دوسرے کی اماتت لازم آجائے گی۔ احیاء سنت موجب اماتت بدعت ہوگی اور بالعکس یعنی احیاء بدعت حسنہ وسیئہ مستلزم رفع سنت ہوجائے گی حسنہ میں نسبت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیوں کہ حسن مطلق اس جگہ گنجائش نہیں رکھتا۔ تمام سنن پسندیدہ حق تعالیٰ جل سلطانہٗ ہیں اور ضدان کی تمام بدعات پسندیدہ شیطان ہیں۔ آج یہ بات شرح بدعت کے واسطہ سے اکثر لوگوں کو گراں معلوم ہوتی ہے لیکن فردائے قیامت ان کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

نمبر ۱۔ اس تمام عبارت کو نہایت غور و تفکر سے پڑھیے۔ جس سے یہ باتیں بین طور پر ثابت

ہوتی ہیں کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ اپنے مریدان باصفا کو کیا ہدایت فرمارہے۔ اوران کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ لوگ اپنی تمام تر قوت احیائے سنتؐ اور رفع بدعت پر متوجہ رکھتے ہیں اور یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔

نمبر ۲۔ پھر فرماتے ہیں کہ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ہر ایک دوسرے نقیض ہوگی، اسی طرح ایک سے دوسرے کی نفی ضرور اور لازمًا ہوجائے گی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی بھی یہی ہے کہ ما ابتدع قوم بدعۃً الارفع مثلھا من السنۃ جس قوم نے بدعت نکالی اس قوم سے اسی کی مثل سنت رفع ہوجائے گی اور دوسری حدیث عن حسان رح میں ہے ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا نزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیمۃ۔ (مشکوٰۃ) یعنی جس قوم نے کوئی بدعت اپنے دین میں نکالی اس جیسی (کمیت وکیفیت) میں ایک سنت اللہ تعالیٰ اس قوم سے نکال دے گا اور پھر قیامت تک اس کو اس قوم کی طرف نہیں لوٹنے دے گا۔ اور امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد گرامی بھی قابل غور ہے کہ حسنہ میں نسبت کا اعتبار کیا جاتا ہے اگر اس فعل کی نسبت خدا ورسول کے امر کی طرف ہو تو پھر وہ حسنہ اور احسن ہے، اور اگر اس فعل کی نسبت امرًا یا نہیًا شیطان اور وساوس کی طرف ہو تو پھر وہ سیئہ ہوگی اور خدا کے نزدیک مردود ہوگی۔ اسی اصول کے تحت تمام بدعات بدتر ہوں گی اور قابل ترک ہوجائیں گی۔ سنت کا احیاء مومنین مخلصین کا کام ہے اور بدعات کو فروغ دینا بالکل جاہلوں اور نادانوں کا کام ہے اعاذنا اللہ منہ۔

حافظ صاحب حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے کیا اچھا فیصلہ کیا ہے کہ بدعت حسنہ نہیں ہوسکتی، اور جو سنت ہو وہی حسنہ ہے، اور خدا ورسول علیہ السلام کو پسند ہے۔ احداث بدعت کو چھوڑ کر سنت سنیہ سے تمسک کرنا بہتر ہے۔ بدعت پر عمل پیرا ہونے سے کسی سنت کا ضرور رفع ہوجائے گا۔ اور ایسا آدمی تارک سنت کہلائے گا۔ حافظ صاحب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ مولانا محمد سرفراز خاں صاحب نے

سچ کہا ہے یا نہیں ؟ اور کیا کلام حضرت امام ربانی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کی بیخ کنی نہیں کی اب آپ امام ربانی صاحب کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے اور امام ربانی صاحب علیہ الرحمۃ کا آپ کے بارے میں اور آپ کے ہمنواؤں کے حق میں کیا فیصلہ ہوگا. امام صاحبؒ اس بدعت کو کیا برا فرمارہے ہیں اور بدعت حسنہ ہو یا سیئہ سب کو مردود کہتے ہیں ۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ آپ مجددی نقشبندی ہیں یا کچھ اور دو نشان بینہما

مکتوب نوزدہم (جلد ثانی) ص۳۲ میں میر حبیب اللہ کو امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ النصیحة هی الدین متابعة سید المرسلین علیه وعلیهم الصلوة والسلام واتیان السنة السنیة والاجتناب عن البدعة اللامرضیة وان کانت البدعة تزهی مثل فلق الصبح لانه فی الحقیقة لا نور لها و لا ضیاء ولا للعلیل منها شفاء ولا لداء منها دواء کیف والبدعة امارافعة للسنة اوساکتة عنها والساکتة لابدان تکون زائدة علی السنة فتکون ناسخة لها فی الحقیقة ایضًا لان الزیادة علی النص نسخ له فالبدعة کیف کانت تکون رافعة للسنة نقیضة لها فلاخیر فیها ولا حسن فیها لیت شعری من این حکموا بحسن البدعة المحدثة فی الدین الکامل والاسلام المرضی بعد اتمام النعمة ولم یعلموا ان الاحداث بعد الاکمال والاتمام و حصول الرضاء بمعزل من الحسن فماذا بعد الحق الا الضلال ولو علموا ان الحکم بحسن المحدث فی الدین الکامل مستلزم لعدم کماله وینبئ عن عدم تمام النعمة ۔

(ترجمہ) نصیحت خیر خواہی دین ہے اور اتباع سید المرسلین علیہ وعلیہم التحیۃ والسلام کی کرنی چاہیئے ۔ سنت سنیہ پر عمل کرنا چاہیئے اور بدعت نامرضیہ سے اجتناب کرنا چاہیئے ۔ اگرچہ بدعت صبح کی پو پھٹنے جیسی چمکتی ہو ۔ کیوں کہ اس میں حقیقۃً کوئی نور نہیں اور نہ کوئی روشنی ہے اور نہ بیمار کے لئے شفا ہے نہ کسی بیماری کی اس میں دوا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ بدعت یا تو رافع سنت ہو گی یا سنت سے ساکتہ

ہوگی ۔ اگر سنت سے ساکت ہوگی تو ضروری ہے کہ وہ سنت سے زائدہ ہو اگر وہ زائدہ ہوگی تو وہ حقیقت میں سنت کی ناسخہ ہوگی ایسا ہی نص پر زیادت نص کے لئے ناسخہ ہوتی اور بدعت جس قسم کی ہو (حسنہ ہو یا سیئہ) وہ حقیقت میں سنت کی رفع کرنے والی ہو گی اور اس کی نقیض ہوگی (فلا خیر فیہا ولا حسن فیہا) اس میں خیر بھی نہیں اور حسن بھی نہیں ہوگا ۔ افسوس ان لوگوں نے کیسے حکم کیا دین کامل میں بدعت نوایجاد کو شامل کرنے کا اور اسلام پسندیدہ خدا میں اتمام نعمت اور حصول رضا الٰہی ہو جانے کے بعد بدعت محدثہ کو اسلام اکمل میں ملانے کا ۔"

دیکھئے حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بدعت جتنی بھی چمکدار ہو اس میں نور نہیں ، روشنی نہیں ، خیر نہیں ، حسن نہیں اور ہر بدعت سنت کی رافعہ ہوگی یا ناسخہ سنت سے خدا اور اس کا رسول راضی ہیں اور بدعت سے شیطان اور اس کے ساتھی خوش ہوتے ہیں اور دین اسلام مکمل ہونے کے بعد اس میں بدعت کی کوئی گنجائش نہیں اور مبتدعین نے اسلام کے اندر بدعت کو کس طرح اور کیوں داخل کر لیا ہے ان کو دین اسلام میں زیادت کرنے کا اور کسی حکم کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ۔

حافظ صاحب یہ ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جو انہوں نے مکتوبات میں ارقام فرما دیئے ہیں یلوح الخط فی القرطاس دھراً ۔ وکاتبہ رمیم فی التراب حافظ صاحب آپ نے اہل السنت والجماعت کے علماء پر مرجئہ قدریہ کا الزام لگایا اور پھر مقام ابوحنیفہ پر اعتراض کر دیا حالانکہ مقام ابوحنیفہ میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مناقب اور فقہ حنفیہ کی فضیلت اور ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور غیر مقلدین حضرات کے بعض اعتراضات کے جوابات مندرج ہیں ۔ ایسی کتاب پر اعتراض کرنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ضرور غیر مقلد ہیں اور فقہ حنفی سے دُور اور نفور بھی ہیں ۔

حافظ صاحب نے مقدمہ میں اصول سے گری ہوئی باتیں لکھ دی ہیں حضور صحابہؓ تابعینؒ ، تبع تابعینؒ کا زمانہ خیر القرون مشہود لہا بالخیر ہے ۔ اُس زمانہ کے جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت سے فیضیاب ہو چکے ہیں ۔ ان کی

ان کی دیانت وامانت میں امت مسلمہ نے کوئی شک وشبہ نہیں کیا اور ان کی روایات کو معتبر سمجھتے ہوئے تسلیم کرلیا۔ اسی طرح ان کے اعمال، اخلاق وسیر کو بھی حضور اکرم علیہ التحیۃ والسلام کے پرتوِ صحبت ورفاقت کی وجہ سے قابل قبول اور واجب العمل سمجھا دیکھئے حضرات صحابہ تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے بارے میں قرآن حکیم میں ان کی شان کیا بیان فرمائی ہے۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه۔ (سورہ توبہ)

سب سے سبقت کرنے والے پہلے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جو ان کے تابعین تبع تابعین تھے جنہوں نے صحابہ کی اخلاص و احسان سے اتباع کی اللہ ان پر راضی اور وہ اللہ پر راضی ہوئے

قرآن حکیم کے دوسرے پارے کے شروع میں بھی ارشاد باری ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہی دیں

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان ملاحظہ فرمائیے کہ دنیا میں بھی وہ تمام لوگوں کے سامنے حق کی گواہی دینے والے ہیں اور عالم آخرت میں کافر لوگ جب انبیاء کے بارے میں یہ اعتراض اٹھائیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نذیر اور رسول نہیں آیا تو حضرات صحابہؓ اور تابعین وغیرہم تمام سابقہ امم کے خلاف سچی شہادت دیں گے کہ ہاں ضرور ان امتوں کے پاس رسول آئے تھے اور تمام انبیاء ان کی تصدیق فرمائیں گے اور تمام صحابہ رضؓ اور تابعین وغیرہم کی گواہی عنداللہ مقبول ہو جائے گی حضرات صحابہ رضؓ اور تابعینؒ کی جب کہ ایسی شان ہو اور اتنا بلند مقام ہو تو کیا ہم ان کے قول اور ان کے صحیح عمل کو تسلیم نہ کریں گے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرما دیا کہ ما انا علیہ واصحابی کہ جس طریق پر میں اور میرے صحابہ رضؓ ہیں وہی طریق صحیح، قویم

اور صراط مستقیم ہے اور حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی موجود ہے کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابہؓ تاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے راہ ہدایت پالو گے۔ یعنی جس طرح ستاروں کو دیکھ کر صحیح سمت معلوم ہو سکتی ہے اور ان کی روشنی میں صراط مستقیم کا صحیح یقین ہو سکتا ہے، اسی طرح میرے صحابہؓ کے قول و فعل سے دین اسلام کی سمت اور صراط مستقیم حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہی وہ پاک نفوس ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری میں چن لیا ہے۔ (سورۃ حجرات) اور اللہ تعالیٰ ہمیں تعلیم المسئلہ میں یہ دعا بھی سکھا دی کہ اھدنا الصراط المستقیم ہ صراط الذین انعمت علیھم ڈ یاالٰہی ہمیں صراط مستقیم پر چلا ان لوگوں کی راہ پر جن پاک ہستیوں پر تو نے انعام فرمایا ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہی جماعت مہاجرین، انصار تابعین تبع تابعین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ منہم علیہم جماعت ہے، اور یہی قرون مشہود لہا بالخیر ہے جس کا عمل بھی ہمارے لئے سند اور حجت ہے اور ان کی روایات مرفوعہ ہوں یا موقوفہ ہمارے لئے قابل التسلیم بھی ہیں اور عمل کے لائق بھی ہیں، اسی کا نام تعامل صحابہ رض اور اجماع ہے جو تمام اہل السنت والجماعت کے نزدیک مقبول ہے صرف حافظ صاحب اور ان کے ہم مشرب رضا خانیوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال و سیر کو در خور اعتنا نہیں سمجھا اور علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المھدیین کی صریح مخالفت فرمائی ہے۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کی جماعت صرف تین رات کرائی اور وہ بھی بیچ میں ایک ایک رات کا وقفہ فرما کر پڑھائیں بعد میں حضرت عمر فاروق اعظم اور محدث رضی اللہ عنہ نے تراویح تمام ماہ رمضان شریف میں ہر رات ایک امام کے پیچھے باجماعت پڑھنے کا حکم فرما دیا کسی صحابی نے ان پر اعتراض نہ فرمایا۔ تمام حجاز اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں تراویح باجماعت شروع ہو گئیں اور اب تک اسی نہج پر تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہیں اسی کو ہم اجماع اور تعامل صحابہؓ کہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان کامل الحیاء والایمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

نے دوسری اذان جمعہ کے روز جاری فرمادی اور آج تک جاری ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہؓ کا تعامل ہمارے لئے حجت ہے اور اس پر عمل کرنا عین نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ اور اس حدیث پر تمام امت مسلمہ عمل کرتی ہے اسی لئے حضرات صحابہ رضہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، خیر القرون میں داخل ہیں، اور اُن کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور ان کی سنت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی کہلائے گی۔ بعض نادان قسم کے لوگ قرون پر اعتراض کرتے ہیں کہ قرون معنیٰ زمانہ کے ہیں اور اس سے اہل زمانہ اور اقوام مراد نہیں حالانکہ قرآن حکیم میں کئی جگہ پر اھلکنا القرون آتا ہے اور اس سے اقوام اور اہل زمانہ کفار کو ہلاک کرنے کا ذکر ہے۔ حضور اکرم علیہ السلام کے حضرات صحابہ رضہ تابعینؒ، تبع تابعینؒ کو خیر القرون، خیر امت اور خیر البریہ کے القاب سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا۔ ان بزرگوں نے حضور علیہ السلام کی سنت وعمل پر کما حقہٗ اتباع فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔

سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای الناس خیر قال القرن الذی انا فیہ ثم الثانی ثم الثالث (مسلم ج ۲ ص ۳۱۰)	ایک آدمی نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ کون سے لوگ بہتر ہیں فرمایا وہ قرن جس میں میں ہوں پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔

جس سے یہ ثابت ہوگیا الناس خیرا ہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہا گیا ہے اور اس کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بھی خیر القرون میں سے ہیں۔ الناس کے لفظ سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ قرون سے یہی حضرات صحابہ رضہ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ ہی مراد ہیں صرف زمانہ مراد نہیں بلکہ اہل زمانہ مراد ہیں کتب لغت میں تصریح ہے کہ قرن کے معنی ایک زمانہ اور ایک دَور میں رہنے والے انسان بھی قرن کہلاتے ہیں چنانچہ صراح ص ۵۱۵ میں قرن کے معنی میں واہل یک روزگار از مردم بھی لکھا ہے یعنی ایک زمانہ میں رہنے والے آدمی۔

حافظ صاحب نے درایت وتفقہ فی الدین اور اجماع یا تعامل صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بالکل اعراض کرتے ہوئے مولانا صاحب ممدوح کی کتاب مقام ابی حنیفہ پر اعتراض وارد کر دیا اور اس اعتراض کی بنیاد بھی خیانت پر رکھی مقام ابی حنیفہ سے پوری عبارت درج نہ کی اس عبارت کے لکھنے میں ہیرا پھیری کر گئے ہیں، اور یہ ان کے اسلاف و اخلاف کا پرانا طریقہ چلا آرہا ہے۔ ہم مقام ابی حنیفہ سے پوری عبارت لکھ دیتے ہیں تاکہ صحیح بات سامنے آجائے۔ اور وہ یہ ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت کے ظاہری الفاظ سے صوم الدھر کی ممانعت یا کراہت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اُمت مرحومہ میں بے شمار لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جو صائم الدھر تھے۔

حضرت امام شعبہ بن الحجاجؒ صائم الدہر تھے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی صـ٢٢٢)۔
امام وکیع بن الجراحؒ صائم الدھر تھے (تاریخ بغداد ج۱۳ صـ۴۷۰)۔
حضرت امام بخاریؒ صائم الدہر تھے۔ (میزان الکبریٰ ج۱ صـ۵۰)۔

اگر ہم چاہیں تو کتب اسماء الرجال اور طبقات رواۃ سے سینکڑوں مثالیں ان حضرات کی پیش کر سکتے ہیں جو صائم الدہر تھے مگر صرف ایک حوالہ عرض کرتے ہیں۔
مؤلف نتائج التقلید اپنے استاد محترم حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی کے حالات میں زیر عنوان "مشاہدہ" لکھتے ہیں کہ:-

مدت مدید اور عرصہ بعید سے صائم الدہر ہیں۔ صرف ایک ہی وقت شام کو کھایا کرتے ہیں (بلفظہٖ صـ٣٠)۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مولانا روپڑی صاحب سحری بھی نہیں کھاتے تھے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث یوں آتی ہے کہ:-
تسحروا فان فی السحور برکۃ۔ بخاری ج۱ صـ۲۵۷ مسلم ج۱ صـ۳۵۰ مشکوۃ ج۱ صـ۱۷۵۔ یعنی تم سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔
تسحروا امر کا صیغہ ہے۔ وجوب کے لئے نہ سہی استحباب سے کیا کم ہوگا۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں

کہ سحری کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے (ج ۲ صفحہ ۳۵) مگر اس حوالے کے پیش نظر مولانا حافظ روپڑی صاحب کا عمل اس پر نہیں تھا اور پہلی روایت کے ظاہری الفاظ کی خلاف ورزی کرنے والے جمہور امت میں علاوہ امام شعبہؒ۔ امام وکیعؒ۔ امام بخاریؒ کے خود مولانا روپڑی صاحب بھی ہیں۔ کیوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو لا صام من صام الا بد فرما کر اس کی نہی کی ہے مگر یہ حضرات اس کے خلاف چلتے رہے ہیں تو کیا ان تمام حضرات کو مخالف حدیث کہہ کر کوسنا شروع کر دیا جائے؟ یا یہ کہا جائے کہ اگرچہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے مگر اس کی تہ میں امت مرحومہ کے ساتھ ترفق اور سہولت منظور ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے لئے سہولت سمجھتا ہے اور ایام ممنوعہ کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے اندر جو مفہوم پنہاں و پوشیدہ مگر زبان حال سے گویا ہے اس پر عامل ہے اور یہ کاروائی حدیث کے مخالف نہیں اور نہ اس کی وجہ سے کسی پر ملامت جائز اور روا ہے۔ اور اس طرز عمل میں صرف امام ابوحنیفہ رحؒ ہی نہیں بلکہ اکثر ائمہ ان کے ساتھ ہیں سع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند (مقام ابی حنیفہؒ صفحہ ۲۳۸ طبع دوم)

حافظ صاحب مقام ابی حنیفہ میں امام شعبہؒ بن الحجاجؒ کو آپ نے امام شعبہ بن الحکم لکھ دیا ہے اور اس سے آپ کے دروغ پر تحریری شہادت مل گئی اور جو عبارت میں ہیر پھیر کیا گیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ حافظ صاحب آپ نے مقام ابی حنیفہؒ سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ "اس صحیح اور صریح روایت کے ظاہری الفاظ سے صوم الدہر کی مخالفت یا کراہت ثابت ہوتی ہے" اور آگے آپ نے تحقیق الدعاء سے مولوی صاحب کے مقدمہ میں سے یہ عبارت نقل کر دی ہے کہ یہی مولوی صاحب تحقیق الدعاء میں کہہ چکے ہیں "کہ کوئی کام اگرچہ نیک ہی کیوں نہ ہو اگر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں وہ بدعت ہوگا" حافظ صاحب آپ کا یہ کارنامہ بالکل خیانت مجرمانہ ہے۔ مولانا سرفراز خاں صاحب کی عبارت جس پر خط دیئے گئے ہیں۔ اس خط کشیدہ عبارت کو پڑھئے ؎ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں بھلی بات

مولانا سرفراز خاں صاحب تو یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ اس روایت کے ظاہری الفاظ سے اگرچہ ممانعت اور کراہت ثابت ہوتی ہے لیکن ان الفاظ کے معانی اور مفہوم کے اندر جو اصل حقیقت ہے وہ آپ سے بالکل اوجھل رہ گئی ہے۔ اور ہر بدعت نواز انسان سے مستور رہے گی۔ آپ کی ظاہر بین نگاہوں میں اس حقیقت کا تصور بھی نہیں آسکتا۔ جس نے فقہاء اور ائمہ حدیث کی باتوں پر اعتراض اور تعامل پر بھی اعتراض کر دیا ہو اور کرتے رہتے ہوں۔ ان کو فقہ حنفی سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔ حافظ صاحب آپ خطیب بھی ہیں اور حافظ قرآن بھی ہیں پھر اس قسم کی ہیرا پھیری کا کیا مطلب ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ نے جو یہ سب کچھ کیا جان بوجھ کر کیا ہے اور آپ نے اپنے متعلق یہ بھی سمجھ رکھا ہے کہ ہمچو ما دیگرے نیست ؎

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند ۔۔۔۔ در جہل مرکب ابدالدھر بماند

اب ہم وہ روایت صوم الدھر والی جس سے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے پوری نقل کر دی جاتی ہے تاکہ اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ ابن جریج کہتا ہے کہ میں نے عطا سے سنا ہے کہ ابو العباس شاعر نے اس کو خبر دی اس نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سنا ہے (صحیح بخاری ص۲۶۵)۔

بلغ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی اسرد الصوم واصلی اللیل واما ارسل الی واما لقیتہ فقال الم اخبر انک تقوم ولا تفطر وتصلی ولا تنام فصم وافطر وقم ونم فان لعینک علیک حقا وان لنفسک واھلک علیک حقا قال انی اقوی لذلک قال دصم صیام داؤد قال	حضرت نبی اکرم علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ میں لگاتار روزے رکھتا ہوں اور ساری رات قیام کرتا ہوں مجھے ان کا پیغام ملا یا میں خود ان سے ملا۔ پس فرمایا آپ نے کیا مجھے اس بات کی خبر نہیں دی گئی کہ تو روزے رکھتا ہے اور نہیں افطار کرتا اور نماز پڑھتا رہتا ہے اور سوتا نہیں فرمایا آپ نے کہ تو روزے بھی رکھ اور افطار بھی کر بیشک تجھ پر تیری آنکھ کا بھی حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر اور تیری اہلیہ کا تجھ پر حق ہے۔ کہا اس نے میں اس پر زیادہ قوت

فکیف قال کان یصوم یومًا و یفطر یومًا وکان لا یفر اذا لاقی قال من لی بھذہ یا نبی اللہ قال عطاء لا ادری کیف ذکر صیام الابد قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لا صام من صام الابد مرتین۔
(صحیح بخاری ص۲۶۵)

رکھتا ہوں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھ کہا وہ کیسے فرمایا نبی علیہ السلام نے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ان کا جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہ تھے پھر کہا عبداللہ نے میں اس کی کب قائم رہ سکتا ہوں اے نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کہا عطاء نے میں نہیں جانتا کس طرح ذکر کیا ہے صیام الابد کا فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روزہ رکھا اس شخص نے جو روزہ رکھے ہمیشہ کا۔

صحیح بخاری کے اسی صفحہ ۲۶۵ باب حق الجسم فی الصوم میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان تصوم من کل شھر ثلاثۃ ایام فان لك بكل حسنۃ عشر امثالھا فاذا ذلك صیام الدھر۔

یہ کہ روزہ رکھے تو ہر مہینے تین دن کیونکہ پس تجھ کو ثواب ملے گا ہر نیکی پر دس گنا۔ پس اس وقت یہ صوم الدہر ہوگا۔

اور اسی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

فکان عبد اللہ یقول بعد ما کبر یالیتنی قبلت رخصۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

پس عبداللہ کہا کرتے تھے بعد بڑھاپے کے کاش میں نبی علیہ السلام کی رخصت دی ہوئی کو قبول کر لیتا۔

اور صحیح بخاری کے اسی صفحہ پر تیسری روایت آتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر ماہ ایام بیض کے تین روزے رکھ لیا کرو کہا عبداللہ نے میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا صم یومًا وافطر یومین یعنی تو ایک دن روزہ رکھ اور دو دن افطار کر تو عبداللہ نے کہا میں زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اس کے بعد حضور نے صوم داودی کی تلقین کی اور فرمایا کہ یہ افضل الصیام ہیں، پھر

عبداللہ نے کہا کہ میں اس سے زیادہ افضل چاہتا ہوں اس کے بعد حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس سے افضل نہیں ہیں۔

ان روایات سے چند صورتیں صوم الدھر کی ثابت ہوتی ہیں، اول ایام بیض لے ہر ماہ تین روزے دوسرے ایک دن روزہ اور دو دن افطار تیسرے ایک دن روزہ ایک دن افطار اور چوتھے ایام ممنوعہ (عیدین و ایام تشریق کے علاوہ باقی سارے سال کے روزے۔ اور احادیث سے پانچویں صورت بھی ثابت ہے یعنی شوال المکرم کے چھ روزے رمضان شریف کے فرضی روزوں کے بعد ان سب روزں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صوم الدھر ہی فرمایا ہے یا ان کو مثل صوم الدھر کے فرمایا ہے۔ اور لا صام من صام الدھر الابد کے یہ معنی نہیں جو آپ نے سمجھ رکھے ہیں اس کا وہی مفہوم صحیح ہے جو ائمہ حدیث اور فقہاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے درایت و تفقہ سے اس حدیث سے استنباط فرمایا ہے وہ معنیٰ یہ ہیں کہ جس شخص نے سارا سال ایام ممنوعہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے روزے رکھے تو وہ روزے کوئی نہیں کیوں کہ ایام ممنوعہ میں تو روزے رکھنے سے منع فرما دیا گیا ہے اور کچھ بیماری اور کسی عذر سے روزے ترک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے صوم الدھر اور صوم الابد نہیں ہوں گے۔ اور جب (ایام ممنوعہ) کے علاوہ کوئی آدمی سارا سال روزے رکھے تو اس کا جواز ہے کیوں کہ اس پر صوم الدہر کلہ یا صوم الابد کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت قتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

یا رسول اللہ کیف بمن صام الدھر قال لا صام ولا افطر او لم یصم ولم یفطر و قال ابو عیسیٰ حدیث قتادۃ حدیث حسن۔	یا رسول اللہ کیسا ہے جو صوم الدھر رکھے۔ فرمایا اس نے نہیں روزے رکھے اور نہ افطار کئے یا اس نے روزہ ہی نہیں رکھا اور نہ افطار کیا، اور کہا ابو عیسیٰ حدیث ابو قتادہ کی حسن ہے۔
و قد کرہ اھل العلم صیام	اور تحقیق مکروہ جانا اہل علم نے صیام الدھر

الدھر وقالوا انما یکون صیام	کو اور کہا انہوں نے صیام الدہر اس وقت
الدھر اذا لم یفطر یوم الفطر	ہوگا جب وہ عید الفطر اور عید الاضحٰے
ویوم الاضحٰی و ایام التشریق	اور ایام تشریق میں بھی افطار نہ کرے پس
فمن افطر فی ھذہ الایام فقد	جو شخص ان ایام ممنوعہ میں افطار کرے وہ
خرج من حد الکراھیۃ ولا	صوم الدہر کی کراہیت کی (حد) تعریف سے
یکون قد صام الدھر کلہ	خارج ہوگا اور وہ صام الدہر کلہ نہ ہوگا اس
ھکذا۔	طرح سے۔

اور روایت کیا گیا مالک بن انس سے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور احمدؒ واسحاقؒ نے بھی کہا، اسی طرح ان دونوں نے کہا کہ واجب نہیں کہ ان پانچ دنوں کے سوا اور دنوں میں روزہ نہ رکھے جن دنوں میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع فرما دیا ہے (ترمذی شریف صفحہ ۱۲۵ ابواب الصوم)

ان سب روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوم الدہر اس صورت میں بنتا ہے جب کہ ایام ممنوعہ میں بھی روزے رکھے جائیں ورنہ دوسری صورتوں میں صوم الدھر نہیں بنتا پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داؤدی روزوں کی عبداللہ بن عمرو بن عاص کو تلقین کی تو انہوں نے کہا کہ میں اس سے افضل چاہتا ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ اس سے افضل نہیں ہیں۔ ہاں حجازیوں و عراقیوں میں باہمی اختلاف ہے فقال الحجازیون ان صوم الدھر وصوم داؤد متساویان فی الاجر والثواب وقال العراقیون ان صوم داؤد افضل من صوم الدھر وما یظہر من التامل فی الاحادیث ان صوم داؤد افضل من صوم الدھر وصوم الدھر جائز بلا کراھتہ وفیہ ایضاً اجر وثواب (ترجمہ) حجازی کہتے ہیں صوم الدہر اور صوم داودی اجر میں برابر ہیں اور عراقی کہتے ہیں صوم داؤدی صوم الدہر سے اجر وثواب میں افضل ہیں اور جو ان روایات میں تامل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ صوم داودی صوم الدھر سے

افضل ہے ۔ شرح مشکوٰۃ تعلیق الفصیح ۹۲ ۔

اور سنن ابن ماجہ ص۱۲۳ پر باب ماجاء فی صیام نوح علیہ السلام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنحضرت فرماتے تھے ۔

صام نوح الدھر الا یوم الفطر ویوم الاضحیٰ (ترجمہ) حضرت نوح علیہ السلام صوم الدھر رکھا کرتے تھے سوائے عید الفطر و اضحیٰ کے ، اور ابن ماجہ کے حاشیہ پر ہے ۔ کہ تمام جماہیر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ صوم الدھر جائز ہے بلا کراھت جبکہ ایام منہی منہا یعنی عیدین اور ایام تشریق کے تین روزے نہ رکھے جائیں اور امام شافعی اور ان کے اصحاب بھی یہی کہتے ہیں کہ صوم الدھر میں کراھیت نہیں بلکہ وہ مستحب ہیں اگر عیدین اور ایام تشریق میں روزے نہ رکھے جائیں ص۱۲۳ حاشیہ سنن ابن ماجہ ۔

اب حافظ صاحب کو دیکھئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے روزے کو حرام کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اور تمام جماھیر فقہاء اور علماء کے فیصلے کو بدعت کہہ رہے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے احادیث کا دورہ نہیں کیا ورنہ اس قسم کی بہکی بہکی باتیں شریعت کے خلاف اور سنت صحابہ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ کرتے ۔

من یشاقق الرسول بعد ما	جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
تبین له الهدیٰ ویتبع غیر	مخالفت ہدایت کے ظہور کے بعد کرے) اور
سبیل المومنین نوله ما	غیر مسلم کی راہ اختیار کرے ہم اس کو اسی طرف
تولیٰ ونصله الخ	دھکا دیتے ہیں جس طرف وہ پھرا اور ڈالیں گے اس کو...

حافظ صاحب آئیے سیدھی راہ مؤمنین کی اختیار کیجئے ورنہ خیر نہیں ہوگی ۔ قیامت بالکل قریب آرہی ہے ۔

حافظ صاحب نے مولانا سرفراز خاں صاحب کی عبارتوں کو آگے پیچھے کر کے ہیرا پھیری سے صوم الدھر کو بدعت بنایا اور مولانا ممدوح پر اعتراض کر دیا کہ دیکھو مولانا صاحب نے صوم الدھر کو جس سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا تھا ۔ یا اس سے کراہیت

اس روزہ کی ثابت ہوتی تھی اس کو بدعت کہہ کر تمام ائمہ حدیث اور فقہاء عظام پر دھبہ لگایا۔

حضرت امام شعبہ بن الحجاج، امام وکیع بن الجراح، حضرت امام بخاریؒ یہ سب صائم الدھر تھے اور بموجب سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضرور اجر و ثواب پائیں گے ہاں وہ ایام ممنوعہ میں ہرگز روزے نہ رکھتے تھے کہ وہ سنت کے مخالف یا تارک کہلائیں

حافظ صاحب نے اثبات اندعار کے ص۱۳۱ پر لکھا ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین دن سے کم راتوں میں قرآن کریم ختم کرنے کا ذکر امام بخاری کے پیش نظر نہیں ہے" اور یہ عبارت مولانا سرفراز خاں صاحب کی کتاب مقام ابی حنیفہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے اپنی طرف سے یہ اضافہ کر دیا" یعنی تین راتوں سے کم مدت میں قرآن ختم کرنا چوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں تو ایک یا دو راتوں میں قرآن مجید ختم کرنا بقول مولوی صاحب بدعت اور گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والا کام ہوا" نعوذ باللہ من ذٰلک۔

واہ حافظ صاحب مولانا ممدوح تو کہہ رہے ہیں کہ تین راتوں سے کم مدت میں قرآن مجید ختم کرنے کا ذکر امام بخاری کے پیش نظر نہیں ہے" اس پر یہ اضافہ کرنا آپ کا کام ہے جو سراسر غلط ہے۔ ایک دو راتوں میں ختم کرنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے ثابت ہے اور جو صحابہ کی ملت ہے وہ عین سنت رسولؐ ہے عبارت میں کمی بیشی کرنا اور عبارت کو آگے پیچھے کر کے اپنا الو سیدھا کرنا ایسی خیانت کرنا کونسی دیانت ہے اگر یہی دیانت ہے تو آپ کو مبارک ہو۔ حضرات صحابہ رضؓ۔ تابعینؒ، تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کو ہم سنت سمجھتے ہیں اور جو کام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور حضرات صحابہؓ۔ تابعین تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہ ہو اور کسی آیت یا حدیث سے استنباط بھی نہ کیا ہو تو اسے ہم بدعت کہتے ہیں۔ حافظ صاحب! آپ نے خود آگے تحریر کر دیا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت تمیم داری

رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جو قرآن کریم کو ایک رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ائمہ میں سے حضرت امام شافعی۔ امام وکیع بن الجراح۔ امام یحییٰ بن سعید بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے " اور یہ سب حوالے مقام ابی حنیفہ رح صـ۲۴۲ سے ماخوذ ہیں۔ صحیح مسلم میں بھی اس بات کی تصدیق ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں اسلاف کی عادات مختلف تھیں کوئی ان میں سے ایک مہینے میں ختم کیا کرتے تھے کوئی بیس دن میں اور بعض دس دن میں اور اکثر ان میں سات روز میں ختم قرآن حکیم کرتے تھے اور اکثر ان میں سے تین دن میں اور اکثر ان میں سے رات دن میں کرتے تھے، اور بعض ان میں ایک رات میں اور بعض ان میں سے رات دن میں تین ختم قرآن کریم اور بعض آٹھ ختم قرآن کریم کر لیا کرتے تھے۔ شرح نووی صـ۲۱۱۔

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف رح اپنی اپنی عادت و احوال کے مطابق اور فہم و وظائف کے معیار پر اور اپنی ہمت استعداد کے موافق قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے، اور اس تلاوت میں گنجائش ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بھی عزیمت سے صوم الدہر اور قرآن کی تلاوت میں کام لیا تھا۔ اور حضور کی رخصت اور شفقت پر عمل نہ کیا اور اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا کہ افسوس میں حضورؐ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتا۔

حافظ صاحب یہ آپ کا مسلک ہوگا کہ جو بات قرآن حکیم اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری الفاظ سے ثابت ہو صرف وہی اسلام اور دین ہے اور فقہ ائمہ اور تعامل حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمام استنباط کئے ہوئے مسائل و احکام کو آپ نادرست اور بدعت کہہ رہے ہیں۔ گویا آپ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو درایت و تفقہ فی الدین سے عاری سمجھ رہے ہیں۔ کیا تیسری اذان جمعہ کی حدیث سے ثابت ہے اگر نہیں ثابت تو کیا آپ یہ اذان دیتے یا دلواتے ہیں یا نہیں اگر یہ اذان آپ بھی دیتے دلواتے ہیں تو کیا یہ اذان بدعت ہوگی؟ اسی سے معلوم ہوگیا کہ تعامل حضرات صحابہؓ اور اجماع صحابہؓ بھی ہمارے لئے حجت اور سنت ہے۔ تراویح

باجماعت سارے ماہ رمضان میں پڑھنا بھی حضور اکرم علیہ السلام سے ثابت نہیں تو کیا یہ بھی بدعت ہوگی اور سارا مہینہ رمضان شریف میں باجماعت تراویح پڑھنے والے سب بدعتی ہوں گے؟ اور اگر یہ گناہ ہے تو یہ تمہارے شہر اور مساجد میں بھی ہوتا ہے۔

اس کے بعد حافظ صاحب نماز ضحیٰ و چاشت کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی مراد معلوم کرنے کے لئے خود حضرت عمر سے ہی کیوں نہ پوچھ لیں۔ اور وہ بھی بخاری شریف کے ذریعہ سے۔ آگے حافظ صاحب نے صحیح بخاری سے روایت درج کرتے ہیں:۔

عن شعبہ عن توبہ عن مؤرق	حضرت مؤرق کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ
قلت لابن عمر اتصلی الضحیٰ	سے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے
قال لا قلت فعمر قال لا قلت	ہیں فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عمرؓ پڑھتے
فابوبکر قال لا قلت فالنبی	تھے فرمایا وہ بھی نہیں پڑھتے تھے میں نے کہا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال	حضرت ابوبکر رضؓ پڑھتے تھے فرمایا وہ بھی نہیں
لا اخالہٗ۔	پڑھتے تھے میں نے پوچھا کیا نبیؐ پڑھتے تھے فرمایا
بخاری شریف ج۱ ص۱۵۷	میرا خیال ہے حضور بھی نہیں پڑھتے تھے۔

حافظ صاحب نے صحیح بخاری سے ایک حاشیہ کی عبارت بھی لکھی ہے۔

یعنی صاحب قاموس نے کہا یعنی میرا ظن تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ نماز نہیں پڑھی اور اس روایت میں لا اخالہ کا لفظ آیا ہے صاحب قاموس کا جو حاشیہ نقل کیا گیا ہے اس میں لا اظنہٗ کا لفظ آیا ہے جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہ خیال تھا اور صاحب قاموس کا بھی ظن ہی تھا۔ اور حافظ صاحب بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ جیسا کہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے حالانکہ اس روایت کا یہ مفہوم نہیں ہے یہ ظن اور خیال ہے کہ شاید حضورؐ نے یہ نماز پڑھی ہے یا نہیں۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔

یہ بات غلط ہے چند وجوہ کی بنا پر اولاً اس لئے کہ :

حافظ صاحب نے ترجمہ میں زمانۂ حال کو ماضی میں بدل دیا ہے تاکہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ حضورؐ اور باقی صحابہؓ نماز چاشت کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ یہ معانی میں ہیر پھیر ہوا حافظ صاحب نے حدیث میں بھی اپنا تصرف چلایا اور خود ہی یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق بن گئے۔

ثانیاً حافظ صاحب نے صحیح بخاری سے یہ روایت نقل کرتے وقت اوپر نظر اٹھا کر نہیں دیکھا کہ امام بخاری رحؒ کس باب میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ عنوان اس کا ہے باب صلوٰۃ الضحیٰ فی السفر۔ اس باب کے تحت امام بخاری نے نقل کی ہے۔ جس سے صاف اور بین طور پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ سوال حضرت مورقؓ کا سفر میں صلوٰۃ ضحیٰ پڑھنے کے بارے میں تھا اور سفر بھی کونسا تھا وہ سفر فتح مکہ کے روز کا تھا اس دن صحابہ میں سے حضرت عمرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضور نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بارے میں حضرت مورق پوچھتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نہیں پڑھی اور اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی نہیں پڑھی پھر حضورؐ کے متعلق پوچھا تو فرمایا انہوں نے بھی میرے خیال میں نہیں پڑھی۔ اھل علم و دانش یہ بات بھی جانتے ہیں کہ کسی کے عدم علم کی وجہ سے عدم وقوع لازم نہیں آیا کرتا۔ اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر اور حضور علیہ السلام کے نماز ضحیٰ پڑھنے کا علم نہ ہو اور وہ ان کے پاس موجود نہ ہوں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے سچی بات فرما دی کہ میرے علم میں نہیں انہوں نے پڑھی یا نہیں پڑھی۔ اسی لئے انہوں نے لا اخالہٗ فرمایا تھا۔

ثالثاً یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اگر نماز چاشت (ضحیٰ) کا وجود ہی نہیں تھا تو حضرت مورقؓ کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ نماز چاشت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کو سوال کریں کہ تم نے صلوٰۃ ضحیٰ پڑھی ہے یا نہیں اور پھر اسی طرح حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کرتے جائیں

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مورق اور حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک نماز چاشت کی ضرور کوئی اصل ہے۔ اور نماز ضحیٰ کوئی فرض و واجب تو نہیں کہ اس کے ترک سے فرض و واجب کا ترک ہو جاتا ہو۔ اب بھی مسلم و مومن نماز ضحیٰ پڑھتے ہیں لیکن بہت کم لوگ پڑھتے ہیں اور ترک کرنے والے اکثر ہیں۔ لیکن اس کے ترک پر وعید نہیں ہے۔ باقی رہا اس کا ثبوت وہ ہم پیش کر دیتے ہیں کوئی ماننے یا نہ مانے یہ اور بات ہے صحیح بخاری ج۱ ص۱۵۷ میں اس روایت سے آگے دوسری روایت میں ہے عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے کسی ایک نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے نبی علیہ السلام کو صلوٰۃ ضحیٰ پڑھتے دیکھا ہو سوائے ام ہانی رض کے وہ کہتی ہیں کہ اس کے گھر میں فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی اور وہ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی اتنی چھوٹی نماز نہیں دیکھی سوائے اس کے آپ رکوع سجود پورا کر لیا کرتے تھے۔ اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضور کو نہ مورق رضؓ نے نہ کسی اور نے ضحیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا اور یہ واقعہ فتح مکہ کے روز کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم بثلاث لا ادعھن حتی اموت صوم ثلثۃ یوم من کل شھر وصلوٰۃ الضحیٰ و نوم علیٰ وتر۔	وصیت کی مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ تین چیزوں کے میں ان کو نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ مجھے موت آجائے۔ تین روزے ہر مہینے میں اور صلوٰۃ ضحیٰ اور نیند کرنا وتر پڑھنے پر۔

اب آپ حاشیہ بخاری شریف ص۱۵۷ پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے لفظ لا سبحھا پر دیا گیا ہے۔

وقد روی اثبات فعلھا و امر بھا جماعۃ من الصحابۃؓ انس و ابوھریرۃ و ابوذر و ابوامامہ	اور تحقیق روایت کیا صلوٰۃ ضحیٰ کے ثبوت میں اس کے ادا کرنے اور اس کے امر کرنے کا ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں انس، ابوہریرہ،

وعقبہ بن عبد السلمی وابن ابی اوفیٰ وغیرھم رضی اللہ عنھم اجمعین۔

ابوذر، ابوامامہ وعقبہ بن عبد السلمیؓ ابن ابی اوفیٰ وابوسعید وزید ابن ارقم وابن عباس، وجابر ابن عبداللہ وجبیر ابن مطعم وحذیفہ ابن یمان وابن عمر و ابوموسیٰ وعقبیٰ ابن مالک وعقبہ بن عامر وعلی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حافظ صاحب کی بیان کردہ روایت کا یہ معنی نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی صلوٰۃ ضحیٰ پڑھی ہی نہیں اور نہ ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے پڑھی ہے۔ صلوٰۃ ضحیٰ ضرور ثابت بالاحادیث ہے اور حافظ صاحب کا عمدۃ القاری کے حوالے سے بدعت حسنہ کہہ دینا سراسر اصل واقعہ کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت مورق رضؓ کو کیوں نہ یہ کہہ دیا کہ بھئی یہ تو بدعت ہے تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو پھر اگر بقول حضرت ابن عمر یہ بدعت ہی ہے تو یہ بدعت کس نے جاری کی جس کو ابن عمر رضؓ نعمت البدعۃ فرما رہے ہیں اس کا کوئی ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور پھر جب حضور نبی اکرم علیہ السلام نے اس کو پڑھا اور حضرت ابوہریرہ کو آپ نے وصیت فرمائی تو پھر بدعت کیسے ہوئی۔ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس نماز ضحیٰ کی قائل بھی ہو اور اس کا حکم بھی فرماتے ہوں یا للعجب۔

اصل بات یہ ہے صلوٰۃ ضحیٰ تو ثابت ہے لیکن حافظ صاحب اگر اس قسم کا چکمہ نہ دیں تو پھر ان کی بات نہیں بنتی۔ آخر صلوٰۃ ضحیٰ کو بدعت حسنہ اور احسن البدعۃ بنائیں تب ہی وہ دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ کو بھی بدعت حسنہ بنا سکیں گے۔ ورنہ ان کی دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ جو ان کو نہایت ہی مرغوب اور محبوب ہے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ اتنا ہیر پھیر کرنے سے ہی ان کو ایک پیاری چیز مل سکتی ہے۔ حافظ صاحب اپنی غلط بات پر مصر ہیں اور آیات و احادیث اور فقہاء کی تصریحات میں تحریف معنوی کر کے اپنا الّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ ایں خیال است و محال است وجنوں۔

اب سنئے حافظ صاحب ایک حدیث موقوف جو حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ سے مروی ہے پیش کرتے ہیں اور اس میں بھی اپنی پرانی عادت کے مطابق ہیرا پھیری سے

کام لیتے ہیں لکھتے ہیں حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا تو عبداللہ بن سلام آئے اور آپ نے فرمایا۔

ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ۔ یعنے اے مسلمانو اگر حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھنے میں تم مجھ سے سبقت کر چکے ہو تو دعا مانگنے میں مجھ سے سبقت نہ کرو۔

اس ترجمہ کے بعد اپنی طرف سے ترجمے میں اضافہ کرتے ہیں" یعنی مجھے بھی شامل کر لو" ہم پوچھتے ہیں کہ یہ فقرہ " مجھے بھی شامل کر لو" کونسے لفظوں کا ترجمہ ہے؟ یہ زیادتی حضرت عبداللہ بن سلام کے اثر میں آپ نے کیوں شامل کی ہے۔ صرف اس لئے کہ بغیر اس فقرہ کے ملانے کے آپ کی دعا ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ انشاء اللہ اب بھی نہیں ثابت ہوگی۔

آگے حافظ صاحب نے لکھا ہے" کہ کتنی بامعنی اور سیدھی بات ہے کہ ایک آدمی جنازہ میں شامل ہونے کے لئے چلا ہے لیکن وہ اس وقت پہنچا جب جنازہ پڑھا جا چکا تھا وہ پکار کر لوگوں کو کہتا ہے کہ بھائی چلو جنازہ تو ہو چکا اب دعا میں تو مجھے شامل کر لو" یہ حافظ صاحب کی کتنی مہمل سی بات ہے اور اس بات کے مہمل ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔ اول تو جب جنازہ کے لئے سب لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور امام بھی کھڑا ہو جاتا ہے تو جو شخص سو قدم یا ڈیڑھ سو قدم کے فاصلہ پر ہو اس کو لوگ شامل کرنے کے لیے ٹھہر جاتے ہیں یہ لوگ ہی کہتے ہیں کہ یہ شخص جو چلا آ رہا ہے وہ شامل ہو جائے۔ کیوں کہ اتنے قریب کے آدمی کو جنازہ میں شریک کر لیا جاتا ہے اور جنازہ پڑھنے میں دیر بھی نہیں لگتی اتنا قریب آدمی فوراً سلام پھیرتے ہی پہنچا ہے اور وہ پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے بھی دعا میں شامل کر لو یہ دعا کونی نماز جنازہ کی طرح فرض نہیں ہے کہ اس میں شمولیت کے لئے پکار کر کہہ رہے ہیں۔ اگر جنازہ چھوٹ گیا ہے تو جنازہ کے بعد دعا بھی چھوٹ جانے سے کونسا فرض یا واجب رہ جاتا ہے جب حضرت عبداللہ ابن سلامؓ اسے جنازہ کے ترک ہو جانے پر کوئی گناہ یا ان پر کوئی

الزام نہیں تو اس دعا بعد نماز جنازہ پر کیا گناہ اور عذاب ہوگا اور اگر اس دعا اور ترک جنازہ پر کوئی گناہ مترتب ہوتا ہے تو اس کی کوئی سند ہونی چاہیئے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

ثانیاً تحقیق الدعا صفحہ ۶۵ پر شمس الائمہ سرخسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دلائل پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں نقل فرمائے ہیں۔ وہ اس دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کر رہے اگر ان کے نزدیک یہ دعا بھی جنازہ کی طرح ضروری ہوتی تو وہ اس عبداللہ بن سلام کے اثر نے یہ دعا بھی ضرور ثابت فرما دیتے۔ آخر وہ فقیہ تھے اور فقہ حنفیہ کے عامل تھے چنانچہ انہوں نے امام شافعی کے دلائل دینے کے بعد حنفا کرام رض کے دلائل دیئے ہیں کہ دوبارہ جنازہ پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔ وہ دلائل جو انہوں نے دوبارہ جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق دیئے ہیں وہ دلائل صفحہ ۶۶ سے شروع ہوتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

ولنا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن عمر رضی اللہ عنہ فاتتہما الصلوۃ علیٰ جنازۃ فلما حضر ما زاد علیٰ الاستغفار لہٗ۔	اور ہماری دلیل یہ ہے جو ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں کی ایک جنازہ پر نماز جنازہ فوت ہوگئی تو وہ جس وقت آئے دونوں نے صرف استغفار للمیت کیا اور کچھ نہ کیا۔

اس روایت سے ثابت ہوا حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جس وقت آئے صرف دعا فرمائی اسی طرح عبداللہ بن سلام رض نے بھی جس وقت آئے حضرت عمر رض کے لئے مغفرت کی دعا کردی جس کو حافظ صاحب نے طول دے کر اور بیچ میں یہ فقرہ بڑھا کر کہ "مجھے بھی دعا میں شامل کرلو" عبداللہ بن سلام کے اثر میں اپنا اثر شامل کر دیا۔ افسوس صد افسوس۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

ثالثاً اس دعا بعد نماز جنازہ پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا تعامل نہ تھا نہ ان سے ثابت ہے کہ اجماع کے ساتھ یہ دعا مانگی جائے اور نہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول و

فعل سے یہ امر واضح ہوتا ہے تو پھر کیسے یہ سمجھا جائے کہ اس حدیث سے اور اس کے متشابہ الفاظ سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام ضرور اسی دعا میں شامل ہونے کے لئے پکار رہے تھے کیا فقہاء عظام کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ دعاء جائز ہے اور ہم کیوں اس دعاء بعد تسلیم صلوٰۃ الجنازہ کا فتویٰ دے رہے ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم کی اتنی کثیر تعداد نے کسی صریح اور صحیح روایت سے اس دعا کی نشاندہی ہی نہ کی۔ اور نہ فقہاء کرام نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ اس کے برعکس اس دعاء کے مکروہ اور بدعت اور زیادت علی السنۃ ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ حاش للہ۔

رابعاً۔ اس کا بعد از نماز جنازہ ثابت کرنا بعید از عقل ہے جبکہ آپ نے نماز جنازہ ہی نہیں پڑھی تو بعد از دعا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور روایت کے سیاق سے بھی یہ معلوم ہوتا کہ یہاں نہی کا صیغہ نہیں بلکہ فلا تسبقونی یا فلا تسبقونی تھا یہ کاتب کی غلطی سے نفی کو نہی بنا دیا گیا ہے یا راوی سے لکھنے میں ایسا لکھا ہے۔ یا بعد میں لکھنے والے نے ایسا لکھ دیا ہے۔

خامساً ایک اور شہادت خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حافظ صاحب اور ان کے ہم مشرب ساتھیوں کے مقتدا و پیشوا کی طرف سے اسی روایت پر ملتی ہے دعا اپنے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز میں فرماتے ہیں۔

عن عبد الله ابن سلام لما فاتته الصلوٰة على عمرؓ قال ان سُبقت بالصلوٰة عليه فلم اُسبق بالدعاء له۔

عبد اللہ بن سلامؓ سے روایت ہے جس وقت حضرت عمرؓ پر نماز جنازہ ان سے فوت ہو گئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر مجھ سے نماز جنازہ پر سبقت کی گئی ہے تو مجھ پر دعاء میں سبقت نہیں کی گئی

اس روایت سے رضاخانیوں کے بالکل خلاف یہ بات ثابت ہوتی کہ عبد اللہ بن سلام کے ساتھ دعاء میں کسی صحابی رضؓ نے شمولیت نہیں کی۔ جس طرح دوسرے صحابہؓ نے جنازہ پڑھنے میں عبد اللہ بن سلام رضؓ سے سبقت کی ہے اسی طرح عبد اللہ بن سلام نے بھی دعاء۔ ان کی شمولیت کے بغیر ہی کر لی بس قصہ ختم ہوا، ان لوگوں کا تمام تر استدلال باطل اور بودا ہو

کر رہ گیا۔ اگر پھر بھی کوئی آدمی شک و شبہ رکھتا ہو تو وہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو اس کا ترجمہ کیا ہے وہ دیکھ لے اور اس پر خوب غور و تعمق کی نگاہِ بصیرت ڈالے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ ترجمہ یہ ہے۔

یعنی "عبداللہ بن سلامؓ کو جناب فاروق اعظمؓ کے جنازے پر نماز نہ ملی فرمایا اگر نماز میرے آنے سے پہلے ہو چکی ہے تو دعاء کی بندش نہیں میں اکیلے دعا کر دوں گا۔"

حافظ صاحب نے دیکھا کہ اس روایت سے تو خانصاحب بریلوی نے بھی اجتماعی دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت نہیں کیا: اور کہتے ہیں کہ "دعاء کی بندش نہیں میں اکیلے دعا کر لوں گا۔" اور جو لوگ نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے ان کی دعاء بعد نماز جنازہ کے متصلاً نہیں سمجھی جاتی اور نہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر دعاء مانگنے کا ثبوت اور جواز ملتا ہے اور یہ ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ بہیئت اجتماعیہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا صفیں توڑ کر جائز نہیں یہ بدعت ہے، مکروہ اور زیادت علی السنۃ ہے اور اس نے استخفاف سنت یا رفع سنت بفرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ہو جاتی ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو اور حافظ صاحب اور ان کے تمام ہم نوالہ و پیالہ دوستوں کو بچنا چاہیئے۔ ورنہ جناب ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حشر کے دن حوض کوثر پر ان تمام لوگوں کو یہ فرمائیں گے۔ فسحقًا فسحقًا۔

حافظ صاحب! آپ حنفی المذہب (اہل السنت والجماعت) ہونے کا اور نقشبندی مجددی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مقام ابوحنیفہ اور فقہاء کرام خصوصاً ائمہ احناف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کے خلاف فقہ حنفیہ کا انکار کرتے ہوئے اجماع صحابہؓ اور تعامل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی انکار کرتے ہوئے زمرۂ احناف (اہل سنت والجماعت) سے بالکل خارج ہو رہے ہیں اور آپ نے ذرہ بھر بھی اہل سنت والجماعت کی حمایت میں قلم نہیں اٹھایا۔ بلکہ اہل سنت والجماعت اور فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک اور ان کی تصریحات کے بالکل خلاف تیز قلم اٹھائی ہے۔ اس پر پوری مثال صادق آرہی ہے کہ ایک آدمی جس درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا تھا اسی شاخ کی اصل (جڑ) کو کلہاڑی سے کاٹ رہا تھا جس کا نتیجہ

ظاہر ہے کہ شاخ کی جڑ کٹتے ہی وہ شاخ زمین پر گر پڑے گی اور جو اس شاخ پر بیٹھا ہوا تھا وہ بھی شاخ سے پہلے زمین پر آ رہے گا۔

حافظ صاحب! حق میں باطل کی ملاوٹ کرنا درست نہیں ہے سچی اور پکی تاروں میں جھوٹی اور کچی تاروں کا جوڑ لگانا کوئی عقلمندی اور ہنرمندی نہیں ہے۔ ع

بس کہ بس معلوم شد بافندگی

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ حافظ صاحب کو اور ان کے تمام ہم مشرب دوستوں کو فہم قرآن و حدیث اور فقہ حنفیہ کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن حکیم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور فقہ حنفیہ میں کجروی (زیغ) سے بچنے کی ہمت ارزانی فرمائے آمین۔ بندہ ——— سید عزیز علی صانہ اللہ عن کل ذنب خفی وجلی۔

باب دوم

تحقیق الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین اما بعد -

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بابرکات ستودہ صفات تمام جمیل ترین حمد وثنا کے لائق ہے جس نے کائنات کے ہر ذرہ سے لے کر ارض وسماوات تک پیدا کئے اور زمین پر پہاڑ نصب کر دیئے، آسمان پر ستارے، سورج، چاند روشن کر کے اہل زمین کے لئے رشد و ہدایت کی راہیں کھول دیں زمین پر دریا اور نہریں چلا دیں اور اہل زمین کے لئے آسمان سے باران رحمت نازل فرمائی اور اس رحمت آسمانی سے اس زمین سے ہر قسم کے پھل دانے غلے میوے چارہ وغیرہ انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے خوراک کا انتظام فرما دیا۔ انسان کو اس زمین پر حکومت وخلافت بخش دی۔ مردہ زمین کو باران رحمت سے زندہ فرمایا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ یوم الحشر کو اسی زمین کی قبروں سے مردے زندہ کر کے اٹھائیگا اور حق تعالیٰ وتقدس تمام انسانوں اور جنوں کا میرا اور آپ کا حساب لے گا۔ اسی آخرت کے خوف وعذاب سے بچانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام روئے زمین میں شروع سے لے کر حضور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک لاکھوں ہزاروں کی تعداد میں تمام مخلوق سے بہتر اشرف المخلوقات حضرت انسان کی نسل سے انبیاء ومرسلین مبعوث فرماتے حتیٰ کہ سید الانبیاء والمرسلین ختمی مرتبت حضور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا قانون اور ضابطہ حیات دے کر جس کا نام نامی قرآن حکیم ہے دے کر بھیجا۔ اور اپنی تمام نعمت کو ہم پر پورا فرما دیا۔ اور ہمارے دین کو ظاہراً باطناً مکمل فرما دیا اور اس میں ایک اینٹ اور پتھر کی گنجائش نہ چھوڑی کہ بعد میں کوئی صاحب زیغ یہ کوشش نہ کر سکے کہ میں اس میں کوئی زیادت اور اضافہ کر دوں اور قرآن کریم کے ساتھ ساتھ یعنی وحی متلو کے ہمراہ حکمت وسنت یعنی وحی غیر متلو بھی جس کو احادیث النبویہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بذریعہ سید الانام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مرحمت فرمادی۔ الحمد للہ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج میں نے تم پر دین مکمل فرما دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے صرف دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔

اس مکمل دین اسلام کو ہمارے لئے نعمت نامہ بنا کر یہی دین ہمارے لئے پسند فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ

مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فلن یقبل منہ۔ جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

اور حضور نبی اکرم علیہ السلام جن کو یہ دین مکمل دیا گیا تھا، اور اس دین میں اللہ تعالیٰ نے کوئی کمی بھی نہ رہنے دی تھی اور اس دین کی تعلیم دینے والے معلم اول بھی وہی تھے اور دین کے ہر چھوٹے بڑے احکام اللہ تعالیٰ کی وحی سے انہیں سمجھا دیئے گئے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے کوئی امر ایسا نہ چھوڑا۔ جو نبی آخر زمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بتا دیا ہو تاکہ ہم میں سے کوئی آدمی یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ یہ دین نامکمل ہے اور اس میں فلاں چیز کی کمی ہے اور اس کمی کو اب ہم خود پورا کر رہے ہیں۔ جس ذات بالاصفات کو مکمل دین دیا گیا اور ان پر نعمت بھی تمام ہو چکی اور ان کے لئے دین بھی پسند فرمایا گیا وہی ختمی مرتبت سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد نبوت میں تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے روبرو یہ اعلان فرما گئے ہیں۔

من احدث فی امرنا ما لیس منہ فھو رد۔ جو ہمارے امر دین میں کوئی امر داخل کرے جو ہمارے دین میں نہ تھا۔ وہ مردود ہے۔

یعنی جس آدمی نے ہمارے دین اسلام میں کوئی چیز ایسی داخل کر دی جو قرآن حکیم اور سنت نبویہ علیہ السلام میں نہ تھی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر تعامل یا اجماع تھا۔ وہ مردود ہے وہ قابل عمل نہیں وہ بدعت اور محدث اور فرمان مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے شر الامور محدثاتہا میں سے ہے۔ جس سے ہر مسلم و مومن کو اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر

علیہ السلام نے ایا کم فرما کر روک دیا ہے۔

ماسٹر صاحب نے اس حدیث کے معنے میں بھی خیانت کی اور بہت بڑی خیانت کی ہے۔ ترجمہ اس حدیث کا یوں لکھتے ہیں جو شخص ہمارے اس دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہو وہ مردود ہے" حالانکہ اس حدیث میں جو فقرہ ہے وہ یہ ہے ماَ لیس منہُ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے جو اس دین میں سے نہ ہو۔ مطلب اسکا یہ ہوا شریعت میں اس کا ثبوت نہیں۔ کسی چیز کا ثبوت نہ ہونا بھی عدم جواز کو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ جس چیز کا قرآن و سنت اور اجماع میں ذکر تک نہیں آیا وہ ہمارے لئے حجت نہیں اور نہ وہ سنت ہے کہ ہم اس پر ضرور عمل پیرا ہوں یہ ترجمہ بھی اسی لئے کیا ہے کہ یہ لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ یہ دعا بعد نماز جنازہ قرآن حدیث سے ثابت نہیں اس طرح کے معنے کر کے یہ لوگ اس دعا کو بدعت سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان کو ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ قرآن کے معانی میں تحریف لفظی یا معنوی کرنی ظلم عظیم ہے۔ اور یہ یہودیوں کا کام تھا یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ (قرآن حکیم)

جو لوگ فرمان مصطفےٰ کی قدر و منزلت اپنے دل میں نہیں رکھتے، وہ طرح طرح کے نئے نئے طریقے اور راہیں خود نکالتے ہیں اور پھر ان کو دین اسلام میں داخل کر کے پھر دین یا دین میں سے ہی یقین کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر عید میلاد النبی اور اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کی رسمیں مطلقاً اس ملک میں نہیں تھیں۔ نہ ایسے جلوس نکلتے تھے۔ چودھویں صدی کے نصف تک تو ان کا وجود تک نہ تھا۔ ہمارے سامنے یہ رسمیں پیدا ہوئیں اور جلوس نکلے۔ اور دیگر ممالک میں اب بھی ان چیزوں کا کوئی چرچا نہیں نہ یہ وہاں جاری ہو سکیں۔ پھر حضور نبی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم و ارشاد کے خلاف بھی کئی کام شروع ہو گئے مثلاً ارشاد نبی علیہ السلام یہ ہے۔

عن جابرؓ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یجصص القبور وان یبنیٰ علیہ وان یقعد علیہ (مسلم)	حضرت جابرؓ کہتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر چونے گچ بنانے سے اور اس پر مکان بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے۔

لیکن زائغین نے پکی قبریں بھی بنالیں اور ان پر گنبد اور مکان بھی تعمیر کرتے کسی نے اپنے باپ کی قبر کو پکا کر کے گنبد بنا دی کسی نے بیٹے کی قبر چونے گچ بنائی اور کسی نے پیر و مرشد کی پکی قبر بنائی اور گنبد کھڑا کر دیا تاکہ ایک ذریعہ آمدن چڑھاووں کی صورت میں ہو جایا کرے ۔ اور ان کے حلوے مانڈے کا کام خوب چلتا رہے اور اس کا کام انہوں نے ایصال ثواب رکھ دیا ۔ ثواب کیا خاک ہو گا ۔ جبکہ یہ لوگ اپنی کمائی سے تو ایصال ثواب کرتے ہی نہیں سب پرائی آمدن قبروں کو پختہ بنانے میں اور ختموں میں خرچ ہوا کرتی ہے ۔ ہوا پرستی کے یہ سب کرشمے ہیں ۔ اگر ان کو اپنی آمدن سے خرچ کرنا پڑے تو ایک دمڑی خرچ نہ کریں ۔ آمدم برسر مطلب ۔

ایک برخوردار ماسٹر شبیر حسین صاحب ڈھبوی جو کہ سید باقر علی شاہ صاحب کے مرید ہیں ۔ انہوں نے ایک کتاب مسمی اثبات الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ لکھی ہے جو میری کتاب تحقیق الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ کے جواب میں لکھی گئی ہے ۔ اور دعوی ۔ ۔ گیا ہے کہ ماسٹر صاحب نے قرآن ۔ حدیث اور فقہ سے دعاء بعد نماز جنازہ کو ثابت کر دیا ہے حالانکہ ایک بھی روایت صحیح اور صریح اس دعاء کے بارے میں نہیں لکھی اور لکھتے کیسے تمام محدثین کی حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو محدثین نے نہیں یہ باب نہیں باندھا کہ اثبات الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ اور نہ فقہاء عظام نے کوئی اس دعاء کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ بعد نماز جنازہ کے یہ دعاء جس کے یہ الفاظ ہو پڑھنی چاہیئے اور جنازہ کی نماز ہو جانے کے بعد فوراً بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا مانگنی چاہیئے اور یہ بھی انہوں نے نہیں فرمایا کہ یہ مستحب ہے یا سنت واجب ہے یا فرض ۔ بلکہ اس کے بالکل خلاف تمام فقہاء کی تصریحات موجود ہیں جن سے یہ دعاء بعد نماز جنازہ مکروہ بدعت اور زیادت علی السنۃ ہے اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر بدعت سے رفع سنت ضرور ہو جایا کرتی ہے ۔ مثلاً پکی قبر بنانے سے کچی قبر بنانے کی سنت تو ضرور رفع ہوئی اور ترک ہو گئی جس سے ایسے آدمی تارک سنت لازماً ٹھہر گئے اسی طرح دعاء بعد نماز جنازہ سے رفع سنت ہو جائے گی

اس طرح سے کہ دعار قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ مانگی جاتی تھی اور نہ حضورؐ نے خود مانگی نہ کسی کو فرمایا کہ تم جنازہ پڑھنے کے بعد فوراً دعا مانگ لیا کرو، قرآن حکیم اور احادیث اور اجماع صحابہ اس دعار سے ساکت ہیں اور جس کا ثبوت اس قرون اولیٰ میں مل سکے وہ بدعت ہوگا۔ ان لوگوں نے اس دعار کو ثابت کرنے کے لئے نہایت رکیک تاویلات اور تسویلات سے کام لیا ہے۔ ماسٹر شبیر صاحب نے تو د لکھا ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کی کئی اقسام ہیں اور آیات کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزل القرآن علیٰ خمسۃ اوجہ حلال وحرام ومحکم ومتشابہ وامثال فاحلوا الحلال وحرموا الحرام واعملوا بالمحکم وآمنوا بالمتشابہ فاعتبروا بالامثال

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پانچ صورتوں یا پانچ قسموں پر نازل ہوا (۱) حلال (۲) حرام (۳) محکم (۴) متشابہ (۵) امثال پس تم حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام سمجھو۔ محکم پر عمل کرو۔ متشابہ پر ایمان لاؤ۔ اور امثال (قصوں) سے عبرت پکڑو۔

(مشکوٰۃ بالاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اس کے بعد ماسٹر صاحب کہتے ہیں ایک دوسری حدیث میں مذکور، بالا احادیث کا خلاصہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الامر ثلثۃ امر بین رشدہ فاتبعہ وامر بین غیہ، فاجتنبہ وامر اختلف فیہ فکلہ الی اللہ عزوجل (رواہ احمد ومشکوٰۃ باب الاعتصام)

حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ امر تین طرح کے ہیں ایک امر ظاہر ہے ہدایت اس کی پس اس کی پیروی کرو۔ دوسرا امر وہ ہے جس کی گمراہی ظاہر ہے اس سے بچو۔ تیسرا امر مختلف فیہ ہے اس کو خدا کے حوالے کرو۔ (رواہ احمد)

ماسٹر صاحب خود ان دونوں حدیثوں پر عامل نہیں ان کے عمل اور طرز زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز قبروں کے چڑھاوے خود کھا جاتے ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی جگہ پر حرام فرما دیا ہے اور مردار، خون خنزیر اور ما اھل بہ لغیر اللہ کو ایک ہی مد میں لاکر حرام فرما دیا ہے پھر بھی تم اس کو بغیر ڈکار لئے کھاتے ہو اور دوسروں کو کھلاتے ہو۔ اس طرح بدعت جو کہ حرام ہے اس پر حسنہ کا لبادہ ڈال کر اپنے جسم و جان سے لگائے رکھتے ہو۔

پھر حضورؐ کے ارشاد کے مطابق محکم پر عمل کرنے کا حکم ہے اور متشابہ پر صرف ایمان لانے کا حکم ہے عمل کرنے کا حکم نہیں۔ ماسٹر صاحب نے جتنی حدیثیں اور فقہ کی عبارتیں جواز دعاء بعد نماز جنازہ کے بارے میں پیش کی ہیں سب متشابہ ہیں ان کی غلط تاویلات وتسویلات سے اس دعاء بعد نماز جنازہ ثابت کیا گیا ہے اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ صریح کوئی حدیث اس کے بارے میں نہیں آئی اور نہ عمل صحابہ سے صریحاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ دعاء بعد جنازہ کے سلام ہو جانے پر مانگی ہے نہ قرآن مجید سے یہ بات ان سے ثابت ہو سکی اور نہ وہ ثابت کر ہی سکتے ہیں۔

اسی طرح دوسری حدیث پر بھی ماسٹر صاحب کا عمل نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس امر میں اختلاف بین المسلمین پایا جائے اس کو خدا کے حوالے کر دو۔ دعاء نماز جنازہ پر اصرار کرتے ہوئے تمام بلاد اسلامیہ اور حرمین شریفین اور دیگر ممالک کے عمل اور صحابہ کے عمل کے خلاف پر فتویٰ شبیر صاحب نے یہ دیا کہ دعاء بعد نماز جنازہ جائز ہے۔ اور پھر ماسٹر صاحب نے یہ بھی خود لکھ دیا ہے کہ جس کام کے متعلق قرآن و حدیث خاموش ہے۔ اس میں خواہ مخواہ اختلاف کر کے بحث و مباحثہ کی صورت نہ بناؤ صلا۲۔ ماسٹر صاحب! ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جب اس مسئلہ میں ہمارے مابین اختلاف ہے تو پھر آپ نے کیوں اس مبحث کو چھیڑ کر خواہ مخواہ سنت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علانیہ مخالفت کی ہے! ھاتوا برھانکم۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

ماسٹر صاحب نے "یہ بھی لکھا ہے کہ جس کام کے متعلق قرآن و حدیث خاموش

ہے۔" یہی بات ہمارے واجب الاحترام بزرگ مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس کی عبارت پہلے لکھی جا چکی ہے دیکھ لی جائے وہ لکھتے ہیں بدعت یا رافعہ سنت ہوگی یا اس سے ساکتہ ہوگی یعنی خاموش ہوگی شریعت میں اس کا حکم موجود نہ ہوگا اگر شریعت اس سے خاموش ہے تو پھر وہ سنت سے زائدہ ہوگی۔ اگر وہ زائدہ ہوگی تو پھر وہ سنت کی ناسخہ ہوگی دونوں صورتوں میں بدعت سنت کے خلاف ہوگی پس ماسٹر صاحب کے بیان سے بھی یہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا ثبوت قرآن حدیث میں کوئی نہیں لہٰذا اس میں خواہ مخواہ بحث مباحثہ نہ کرنا چاہیئے۔ ماسٹر صاحب یہ بحث مباحثہ بھی آپ نے ہی شروع کیا ہے اور حدیث کی مخالفت کی ہے۔ آپ کے اس جملہ میں یہ بات بھی پنہاں معلوم ہوتی ہے کہ آپ صرف ہمیں خاموش کرانا چاہتے ہیں اور آپ بدستور بدعت کا پرچار کرتے رہنا چاہتے ہیں۔ خدا کا فضل شامل حال رہا تو میں انشاء اللہ سنت کے اجراء اور بدعت کے قلع قمع کرنے میں تازیست سعی بلیغ کرتا رہوں گا۔

ماسٹر صاحب نے ایک اور بات بڑی مضحکہ خیز لکھ دی ہے وہ یہ ہے کہ آج کل کے مولویوں اور مفتیوں کی فتوے بازی کا یہ عالم ہے کہ جس کام کے حرام ہونے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ رسول گرامی کی زبان وحی ترجمان سے اس کام کے متعلق شرک و بدعت کے فتوے لگا کر سیدھے سادے مسلمانوں کے ایمان کا خون کر رہے ہیں۔"

ماسٹر صاحب کی اس عبارت سے تین چیزیں بالبداہت ثابت ہوگئیں کہ آپ مولوی نہیں اور نہ ان کے ہم مشرب مولوی ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ماسٹر صاحب فتویٰ بازی سے کام نہیں لیتے اور نہ ان کے ہیل ہی فتویٰ بازی سے کام لیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ آپ کی فتویٰ بازی تو اس کتاب کے صفحہ ۲۵ پر دیکھی جا سکتی ہے اور ماسٹر صاحب کے اسلاف اخلاف نے جو فتوے علماء حق کے خلاف کفر کے دیئے ہیں وہ بہت سی آپ کی کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں،

جن میں سے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں اولیت کا حکم رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جن میں آپ کے مولویوں نے فتوٰے بازی کی مشین گنیں چلائی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام اور ملفوظات حصہ دوم ص ۱۰۵ احکام شریعت حصہ اول ص ۶۱ و ص ۶۹ احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۴۲ حسام الحرمین و فتاوٰی افریقہ ص ۱۹ مجانب اہل سنۃ ص ۱۲۲ وغیرہ۔

تیسری بات اس عبارت سے یہ معلوم ہوئی کہ اس دعاء بعد نماز جنازہ کے حرام ہونے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ رسول کی زبان فیض ترجمان سے ہے۔ توپھر آپ کیوں یہ ثابت نہیں کرتے کہ قرآن حکیم اور رسولؐ کی زبان وحی ترجمان سے حلال ہے اگر تم اس دعاء کو قرآن حکیم اور حضورؐ کی سنت اور صحیح صریح حدیث سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ دعاء حلال جائز مستحب ہے توپھر فقہاء نے جو کچھ اس دعاء کے بارے میں فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے بالکل درست ہے اور اصول فقہ کے عین مطابق ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ السکوت فی موضع بیان بیان للنفی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بے شمار جنازے ہوئے، تابعین تبع تابعین کے زمانوں میں بھی اکثر جنازے ہوتے رہتے تھے لیکن نہ حضورؐ نے اس دعاء کا ذکر کیا نہ صحابہ نے نہ تابعین تبع تابعین نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اس کو سنت کہا یا مستحب قرار دیا۔ تو اس دعاء پر تمام بزرگوں کا سکوت اور خموشی ہی اس کے مکروہ اور بدعت ہونے کی علامت ہے۔ اس کے علاوہ اس دعاء کے حلال ہونے کا ذکر تو قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن اس کے برعکس اس کے زائد از سنت ہونے کا ذکر قرآن حکیم میں بطریق اشارۃ النص موجود ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے جنازے سے روک دیا اور فرمایا۔

لا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبرہٖ۔	اے نبیؐ نماز جنازہ تم ان میں سے کسی ایک پر نہ پڑھو جو مرجائے کبھی بھی اور اس کی

قبر پر دعار کے لئے کھڑے ہو۔
اس آیت شریفہ میں دو چیزوں سے حضور علیہ السلام کو روک دیا گیا ۔ منافقین پر نماز جنازہ نہ پڑھنا اور قبر پر کھڑے ہو کر دعا نہ مانگنا ۔ اسی آیت سے بطریق اشارۃ النص ثابت ہو گیا کہ حضور ؐ کی عادت مبارکہ مومنین کے جنازہ میں یہی تھی کہ مومن کے جنازہ پر آپ نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہو کر دعا مانگا کرتے تھے تیسری کوئی دعار قبل از دفن نہ حضور نے مانگی نہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بعد نماز جنازہ کے پڑھی اور نہ اس کو مستحب قرار دیا ۔ اسی اصل سے فقہار نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ اس سے شریعت ساکت ہے لہذا یہ مکروہ اور بدعت ہے ۔ اور اس آیت سے نماز جنازہ بطریق اشارۃ النص مومنین کیلئے جنازہ پڑھنا ثابت ہوا ، اور دعار بھی قبر پر کھڑے ہو کر مانگنی ثابت ہو گئی ۔ اس سے تیسری دعار بعد از نماز جنازہ قبل از دفن ثابت نہ ہوئی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ دعار زاید از سنت ہے فقہار نے اس کو بشبہ الزیادہ فرما کر منع کر دیا کیونکہ قرآن حکیم بھی اس سے ساکت ہے ۔ قرآن کریم میں نماز جنازہ کے متعلق اور کوئی آیت نہیں جس سے عبارتاً یہ نماز ثابت ہو سکے ۔

سُنّت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ

تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کے صفحہ ۱۰-۱۸-۱۹ پر فرض- واجب- سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ کی تعریف کتب فقہ سے بالتصریح لکھی جا چکی ہے، دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں- ماسٹر شبیر صاحب نے تھوڑا سا اس میں اختلاف کیا ہے باقی ان کو سب کچھ تسلیم ہے وہ اختلاف یہ ہے انہوں نے لکھا ہے کہ تحقیق الدعا میں "سنت غیر مؤکدہ کو مستحب اور مندوب کی جگہ دے دی ہے جو سراسر غلط ہے۔" اس میں غیر مؤکدہ کی تعریف ماسٹر صاحب نے یہ لکھی ہے کہ اس کے ترک پر وعید عذاب نہ سمجھے اور مستحب کے ترک پر ناپسندی نہ ہو بلکہ اس کا ترک پسندیدہ ہو- اسی بیان سے معلوم ہوا، غیر مؤکدہ اور مستحبات میں حد مشترک ترک کرنا ہے- اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح ان کے پڑھنے یا کرنے میں ثواب کی امید ہے، اسی طرح ان کے ترک کرنے میں بھی ثواب کی امید ہے کیوں کہ ان کا ترک کرنا بھی سنت ہی ہے اور اس پر کچھ عذاب یا ملامت نہیں- اور سنت مؤکدہ کی تعریف ماسٹر صاحب نے یہ کی ہے کہ جس کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کیا ہو اور بیان جواز کے لیے کبھی ترک بھی کر دیا ہو- مطلب اس کا یہ نکلا کہ اس کا ترک کرنا جائز ہے، پھر اس کے بعد آپ نے یہ نہیں لکھا کہ اس سنت مؤکدہ کی قضاء بھی تارک سنت پر لازم ہے یا نہیں-

میں نے حوالے فقہ کی پرانی کتابوں سے دیئے تھے مثلاً بحر الرائق اور اشعۃ اللمعات شامی جلد اول نور الانوار وغیرہ سے- اور آپ نے حوالہ بہاری شریعت کا دیا جو ہمارے مسلمات میں سے نہیں- اور بہار کی طرح وہ آتی جاتی اولتی بدلتی رہتی ہے اور اس میں کفر کے فتوے بھی لگائے گئے ہیں اور بدعت کی بھی مجوزہ ہے-

ماسٹر صاحب نے بدعت اور اس کے اقسام کے ماتحت لکھا ہے- بدعت کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) نیا کام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی حیات طاہرہ کے بعد ایجاد ہو (۲) وہ خلاف سنت کام جس سے کسی سنت کا خاتمہ ہو جائے۔ (۳) برے عقاید جو بعد میں پیدا ہوئے۔

ماسٹر صاحب نے ۱ میں کہا ہے۔ نیا کام جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طاہرہ کے بعد ایجاد ہو۔ ماسٹر صاحب بدعت لغوی اور بدعت شرعی میں تمیز نہیں کر سکے۔ بدعت لغوی کے اعتبار سے ہر نئی چیز کو بدعت (نو ایجاد) کہا جاتا ہے اور بدعت شرعی وہ ہوتی ہے جو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نہ ہو، اور نہ اس کا شریعت میں ثبوت قرآن وسنت میں مل سکے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے اپنے درایت وتفقہ سے قرآن وسنت سے جاری فرمایا ہو، اور نہ ائمہ فقہاء نے اسے قرآن وسنت سے استنباط کیا ہو وہ بدعت ہوگا۔ اور جو صحابہؓ اور تابعینؒ وتبع تابعینؒ کے مشہود لہا بالخیر کے عہد میں پایا جائے کا وہ بدعت نہیں ہوگا۔ ان کاموں کو اگر نعمت البدعۃ اور بدعت حسنی کہا گیا ہے تو وہ صرف لغۃ کے اعتبار سے کہا گیا ہے اس کو شرعی بدعت نہیں کہا جائے گا۔ جیسا کہ ماسٹر صاحب نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان رض کے عہد میں حضرت عثمانؓ کے حکم سے جمعہ کے روز پہلی اذان جاری ہوئی۔ حضرت ابوبکر رض کے زمانہ میں (جمع قرآن) ہوا، حضرت عمر رض کے حکم سے تراویح باجماعت شروع کر کے فرمایا نعمت البدعۃ۔ ان چیزوں کو بدعت کہا تو صرف لغۃ کے اعتبار سے کہا گیا۔ ورنہ بفرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر یہ سنت مؤکدہ ہے جو انہوں نے قرآن وسنت کے اندر جو مفہوم مخفی تھا اس کو درایت وتفقہ فی الدین کے ملکہ خاصہ سے جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے خصوصاً حضرات خلفاء راشدین کو اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا اور جو کام انہوں نے اس وقت قرآن وسنت سے سمجھا اس کو جاری فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی تائید فرمائی، اور حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے بھی ان کی شہادت ملی۔ اے مسلمانو!

علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین۔ — تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور خوب مضبوط داڑھوں سے پکڑو۔

اس ارشاد نبوی سے یہ حکم ثابت ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی بفرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین سنت ہے۔ چنانچہ یہی تین باتیں پہلی جمعہ کی اذان کی قرآن مجید کا جمع کرنا اور تراویح باجماعت کرنا۔ تمام امت کے ہر فریق نے قبول کیا، اور آج تک مسلم قوم اس پر عامل ہے کسی نے اس سے تخلف نہیں کیا۔

ماسٹر صاحب نے اس کے بعد ایک حدیث بھی لکھی ہے۔ اور وہ حدیث بدعت حسنہ کے جواز میں لکھی ہے کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے (۱) ایک بدعت حسنہ۔ یعنی ایسے اچھے کام کا اجراء جس میں نیکی کی تبلیغ ہو۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها۔ جو شخص اسلام میں سنۃ حسنۃ جاری کرے اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس سنۃ حسنہ پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ملے گا۔

اب ماسٹر صاحب بھی غور کریں اور حافظ محمد سعید صاحب بھی اور دیگر حضرات ناظرین بھی خوب بصیرت اور اپنی نظر غائر سے دیکھ لیں کہ ماسٹر صاحب نے کیا کچھ لکھا ہے اوپر ماسٹر صاحب نے لکھا ہے ایک بدعت حسنہ ہے اس تائید میں یہ حدیث مشکوٰۃ سے نقل کر دی ہے اور حدیث میں سنۃ حسنہ وارد ہے کیا سنۃ حسنہ کو بدعت حسنہ کہا جا سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر صاحب کے ہوش و حواس بجا نہیں ہیں۔ میں اس حدیث کا جو مفہوم ہے وہ اپنی طرف سے بیان نہیں کرتا بلکہ اس طریق سے کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر بعض آیات سے ہوتی ہے اسی طرح حدیث شریف کی تفسیر اور شرح بھی دوسری احادیث سے معلوم ہو جاتی ہے۔

قال النبیؐ من احیی سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا ومن ابتدع جو شخص زندہ کرے سنت میری کو بعد مرنے اس کے بعد میرے پس تحقیق اس کے لئے اجر ہو گا مثل اس کے اجر کے جو اس پر عمل کرے بغیر اس کے کہ کم کیا جائے ان کے اجر سے کچھ اور جو شخص بدعت جاری

بدعة ضلالة لا یرضاها الله ورسوله کان علیه من الاثم من الآثام من عمل بها من عمل بها من غیر ان ینقص ذالك من اوزار هم شیئًا رواه الترمذی و ابن ماجه۔

کرے بدعت ضلالہ جس کو اللہ پسند نہیں کرتا نہ اس کا رسول ہوگا اس پر گناہ اس کے گناہوں سے جو عمل کرے اس پر بغیر اس کے کہ کم کیا جائے اس سے ان کے بوجھوں کو کچھ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے مشکوٰۃ صنہ ۳۰۔

یعنی نبی علیہ السلام کی سنت جو مرور زمانہ یا نادانی اور بے علمی کی وجہ سے بالکل مٹ جائے اور لوگوں کو بالکل فراموش ہو جائے اس پر عمل کوئی نہ کرتا ہو اس وقت اس کی اشاعت کرنی اور وعظ نصیحت سے اس کو جاری کرنا یہی اس کا احیاء ہے یہ مراد نہیں کہ سنۃ حسنہ رسول اللہ صلے اللہ کے زمانۂ ظاہری حیات کے بعد جاری کی جائے وہی سنۃ حسنہ ہوگی۔ ! ماسٹر صاحب نے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم کا ذکر تک نہیں کیا اور صرف حضور ع کی ظاہری حیات کے بعد جو کام صحابہ رض نے جاری کئے ان کو بھی بدعت حسنہ کی مدمیں لے آئے حالانکہ ہم قرون ثلاثہ خیر امۃ کو اور خلفاء راشدین رض کو یہ مرتبہ دیتے ہیں کہ ان کی سنت بھی سنت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے اور اس کو بدعت حسنہ کا نام نہیں دیتے کیونکہ ہم اس کو صحابہ رض کی شان میں گستاخی اور بے ادبی خیال کرتے ہیں۔ صحابہ رض سب عدول تھے ان کی تعریف ومناقب سے قرآن حکیم اور احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھرے پڑے ہیں۔ اگر صحابہ رض نے ایسے کاموں کو نعمت البدعۃ اور بدعۃ ہدیٰ کہا ہے تو وہ صرف لغت کے اعتبار سے کہا ہے ورنہ شریعت کی رو سے بدعت کی تعریف یہ ہوگی جو ہم نے تحقیق الدعا بحوالہ فقہاء کرام لکھ دی ہے۔ اب اس حدیث کا ترجمہ جو ماسٹر صاحب نے پیش کی ہے۔

من سن سنة حسنة فله اجره واجر من عمل

یعنی جس نے سنۃ حسنہ (حضور کی سنت) جاری کی اس کو اجر ملے گا اور جو اس پر عمل

بھا۔ کرنے گا اس کے، اجر سے بھی اس کو ملیگا۔

بات بالکل واضح اور صاف ہوگئی اور کوئی الجھن باقی نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کام بھی تم لوگ شرع میں اچھا یا برا داخل کر لو وہی بدعت حسنہ کی تعریف میں شمار ہو کر سنت اصلیہ یا سنت صحابہ رض ہو جائے۔

پھر ماسٹر صاحب نے دوسری حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃً فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا۔ یعنی جس نے کوئی سنت سیئہ اسلام کے اندر داخل کر کے اس کو جاری کیا اس کو اس کی سزا ملے گی اور جو اس پر عمل کرے گا اس کی سزا سے اس کو سزا ملے گی۔ اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوا کہ سنت حسنہ کے مقابل یا اس کی ضد ہو تو بدعت ضلالہ ہی ہوگی وہ اگر تمہارے جیسے لوگوں کو بھلی اور محبوبہ بھی نظر آتی ہو وہ اللہ اور رسول کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے جیسا کہ ان دونوں حدیثوں سے پہلے ہم ایک حدیث نقل کر چکے ہیں۔ ماسٹر صاحب یہ ایک چور دروازہ ہے جس کے ذریعے ہزار ہا بدعتیں اور محدثات اسلام کے اندر داخل ہو رہی ہیں اور نام ان کا رکھ دیا گیا۔ میلاد شریف، ختم شریف۔ گیارھویں شریف۔ عرس شریف۔ کیلیاں والہ شریف وغیرہ یہ پتہ نہیں چلا کہ ماسٹر صاحب نے دعاء بعد نماز جنازہ کی دعاء کو کیوں شریف سے آزاد کر دیا ہے۔ شاید اس میں شرافت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب دوسرے نمبر پہ بدعت کی قسم یہ بیان کی ہے "وہ خلاف سنت کام جس سے کسی سنت کا خاتمہ ہو جائے" ماسٹر صاحب ہم بقول امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہر بدعت کو رافع سنت کہتے ہیں وہ بدعت بھلی ہو یا بری اگر وہ بری ہے تو وہ خود بری اور مخالف قرآن وسنت کے ہے اور اگر تم کو وہ حسنہ اور محبوبہ نظر آتی ہے تو پھر بھی رافع سنت ضرور ہوگی۔ اس سے ہر مومن کو پرہیز لازم ہے اور یہی حضور علیہ السلام کا حکم ہے کہ امور محدثات سے بچو کیوں کہ یہ شر الامور ہیں۔ اور جو شر الامور کو حسنہ کہتا ہو یا کہتا رہے تو یہ وہ بدعت اعتقادی میں

گرممار ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جس کو حضور نے سب سے بُرا کام فرمادیا ہو اس کو حسنہ اور احسن یقین کرلینا اور عقیدۂ حسنہ کہنا سراسر بدعت اعتقادیہ بن جائے گی جس کا تم ہم کو الزام دے رہے ہو۔ تیسرے نمبر پر ماسٹر صاحب نے یہی فرمایا ہے بڑے عقاید جو بعد میں پیدا ہوئے ہیں وہ اس قسم کی بدعت ہیں۔ ماسٹر صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بدعت سیئہ کی بدترین شاخ ہے اور جس کا اسلام سے دور کا تعلق نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ جبریہ۔ قدریہ۔ مرجیہ۔ چکڑالوی۔ وہابی۔ دیوبندی وغیرہ عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔

اب صاحب انصاف حضرات دیکھ سکتے ہیں کہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان بریلیوں پر تکفیر کی مشین گنیں چلاتے ہیں اور خود یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم ہیں درویش اور بگلہ بھگت ہم تو کسی پر کفر شرک کی مشین گنیں نہیں چلاتے۔ اجی ماسٹر صاحب اگر آپ عقائد کی طرف آتے ہیں تو پھر میں یہ ثابت کردوں گا کہ آپ نے قرآن حکیم اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ترین مخالفت کی ہے اور کسی تشابہ آیت کی نہیں بلکہ محکم آیات کی اور احادیث صحیحہ متواترہ کی۔ جس کی وجہ سے آپ پر اس سے بڑھ کر فتوئے کفر و شرک کے عائد ہوتے ہیں۔ آپ نے ان فرقوں کو خود کہا ہے کہ ان کا اسلام سے دور کا تعلق نہیں میں کہتا ہوں کہ۔ سنت اور بدعت کا جھگڑا تھا آپ نے عقاید کی بحث شروع کردی خیر کوئی بات نہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، اگر مرزائی قادیانی ایک آیت کا انکار کریں یا ایک مسئلہ کا کفر کریں جو ثابت بالقرآن والحدیث ہو تو وہ کافر قرار پائیں اور آپ نے قرآن مجید کی اکثر آیات اور اسی طرح احادیث نبویہ کا صریح انکار کیا ہے تو آپ کا فر نہ ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنا کفر نظر نہیں آتا، دوسرے آدمیوں کے حسنات اور اعمال خیر اور عقائد صحیحہ کو بھی آپ کفر کے رنگ میں دیکھتے ہیں یہ آپ کی نظر اور بصیرت کا قصور ہے۔ آپ بھی مرزائیوں کی طرح قرآن اور ختم نبوت کے منکر شیعہ اور خوارج کی طرح صحابہ کے دشمن اور آپ کے تمام ساتھی اسی طرح منکر ہیں جیسے وہ منکر ہیں، یہ

فرقے بریلوی خانی۔ رضائی بھائی نوری کیلانی وغیرہ، سب ایک ہی ڈھب کے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ ان کا طرز عمل قرآن سنت کے خلاف۔ مجدد صاحب اور نقشبندیوں کے خلاف صرف نام کا ٹائیٹل لگا رکھا ہے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ نہ آپ حنفی ہیں نہ اہل سنت والجماعت اگر آپ حنفی اور اہل سنت ہوتے تو فقہاء کرام کی جو تصریحات ہیں ان کو صحیح مانتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو جاتے۔ اور اس دعاء بعد از نماز جنازہ کو زیادت علی السنۃ۔ مکروہ اور بدعت عقیدۃً بقین کر لیتے۔ کیونکہ اس دعاء یا تمام بدعات سے ضرور استخفاف سنت یا کسی سنت کا یا اکثر سنن کا ارتفاع ضرور لازماً ہوتا ہے اور مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی بات بالکل بجا ہے کہ اس میں نہ نور ہے نہ ضیاء۔ نہ شفاء ہے نہ کسی داء کی دوا۔ اور یہ بدعت بقول ان کے سنت کی ضد ہے۔

ماسٹر صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا بدعت ضلالہ یا بدعت سیئہ سے بدعت اعتقادیہ مراد ہے اس کے بعد تین حدیثیں نقل کی ہیں جو قدریہ فرقہ کے بارے میں حضور نے فرمائی ہیں۔ القدریہ مجوس ھذہ الامۃ اور لا تجالسوھم۔ یعنی اہل سنت والجماعت حنفی المذہب کو قدریہ قرار دے کر یہ کہا آج کل کے نئے عقیدے یعنی وہابی دیوبندی وغیرہ سب بدعت اعتقادیہ ہیں۔

ہم ماسٹر صاحب اور ان کے اساتذہ اور ان کے پیروں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اس دعاء بعد نماز جنازہ پر اتنا اصرار کرتے ہیں اور اس کو بدعت حسنہ اور بدعت ہدیٰ قرار دینے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ تو کیا آپ اس کو فرض، واجب سمجھتے ہیں یا اس سے بھی کوئی اونچی چیز سمجھ بیٹھے ہیں جس پر اتنا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں آپ کا حق تو یہ تھا کہ کوئی صریح آیت یا صریح حدیث اس دعاء کے جواز پر پیش کرتے یا ائمہ فقہاء کی کوئی تصریح پیش کرتے۔ لیکن ماسٹر صاحب! آپ نے اس کے خلاف عمومی آیات سے اور حدیث کی تاویلات غلط کر کے اس دعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہ استدلال آپ کے پائے چوبیں اور تار عنکبوت کی طرح بالکل بودے

اور بے حقیقت ہیں۔

ماسٹر صاحب نے اقسام بدعت بیان کرتے ہوئے اس کی دو قسمیں لکھی ہیں۔ (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ۔ پھر اس نماز جنازہ کے بعد کی دعاء کو بدعت مستحب قرار دیا ہے۔ میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ دعاء بدعت مستحب ہے تو آپ اس دعاء کے مستحب ہونے کا کوئی ثبوت حضور علیہ السلام سے صحابہ تابعین تبع تابعین کے اقوال سے اور اس کے بعد ائمہ محدثین اور فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات سے ثبوت مہیا کریں۔ جب اس کے مستحب ہونے کا ثبوت آپ کے پاس تیرہ صدیوں تک کے فقہاء کا کوئی قول کوئی تصریح نہیں ہے، اوائل صدی چودھویں میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اس بدعت کو اجاگر کیا ورنہ اس کے قبل اس کا وجود تک نہ تھا۔ اور اگر کوئی وجود اور ثبوت ہے یا تھا تو تم اس کو کیوں نہیں پیش کرتے۔ میں نے تحقیق الدعاء جب لکھی تھی اس وقت بھی اور اب بھی وہی ثبوت موڑ توڑ کر پیش کئے جارہے ہیں جن کا اس دعاء سے دور کا تعلق نہیں ہے۔ اور یہ کتاب تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ ۲۹۔ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ میں لکھی گئی تھی اس کو منصۂ شہود پر آئے چوبیس پچیس سال ہوگئے ہیں۔ لیکن آج تک اس کو کسی نے فرض واجب اور سنت و مستحب ثابت نہیں کیا اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ ۱۹۲۰ء تک ان کے عالموں کے پاس بھی اس کے جواز کی کوئی دلیل نہ تھی۔ پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ تدریجی صورت میں اس نماز جنازہ کے بعد کی دعاء کو قرآن و سنت سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اب یہ فرقہ بریلویہ کہتا ہے کہ قرآن حکیم میں دعا کرنے کا حکم موجود ہے ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں دعائیں مانگنے کا حکم موجود ہے اور دعاء مانگنا عبادت کا مغز ہے اور دعاء ہی عبادت ہے۔ لیکن پھر یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ آخر نماز جنازہ جو دعاء للمیت ہے۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس دعاء کا خاص حکم فرمایا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ السلام نے بھی اس دعاء کا ارشاد فرمایا اور اپنی زندگی میں کئی جنازے پڑھے اور پڑھانے

رہے تو اب یہ دعار نماز جنازہ چودھویں صدی میں دعا رہی نہیں رہی، اور اس کے بعد کسی اور دعار کا پیوند لگانا ضروری سمجھتے ہو۔ اور اگر آپ سچے ہیں تو چودھویں صدی سے قبل کی تمام فقہ کی کتابوں سے اس کے سنت، مستحب ہونے کا یا بالآخر بدعت حسنہ ہونے کا ثبوت پیش کیجئے۔ ھاتوا برھانکم۔

میرے پاس ایک فتویٰ کی نقل فوٹوسٹیٹ کاپی کی صورت میں ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

استفتار :۔ کیا فرماتے ہیں علمار دین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید حج کو جارہا ہے اور وہ سنی۔ حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہے اس نے حج اور مدینہ پاک کی حاضری کے مسائل علمار سے سیکھنے شروع کئے۔ ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ حرمین کی حاضری کے دوران بیت اللہ شریف اور مدینہ پاک میں جماعت سے نماز نہ پڑھنا۔ اس لئے کہ وہاں کے امام سنی بریلوی نہیں اور نہ ہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں ان کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ لہٰذا نماز علیحدہ ہی پڑھنا اور دوسرے عالم فرماتے ہیں کہ حتی الامکان کوشش جدا نماز پڑھنے کی کرنا۔ کیوں کہ وہ امام وہابی گستاخ ہیں۔ اگر مجبوراً نماز ان کے پیچھے پڑھنی پڑ جائے تو ہو جائے گی۔ براہِ کرم آپ بادلیل واضح فرمائیں کہ زید (یعنی بندہ خود) حج پر جارہا ہے۔ نماز کیسے ادا کرے۔ فتویٰ سے ذرا جلد نوازیں۔ کیوں کہ بندہ خود حج پر جارہا ہے فقط۔

الجواب :۔ ھو الموفق للصواب۔ حرمین شریفین خلدہما اللہ تعالےٰ کے امام غیر مقلد نجدی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ سنی علمار جو دوسرے ملکوں سے حج کے لئے جاتے ہیں اکثر اپنی جماعت علیحدہ کراتے ہیں لہٰذا وہاں کوشش کرنا کہ اہل سنت کا کوئی گروہ مل جائے تو ان کے ساتھ جماعت سے پڑھتے رہیں۔ اگر کوئی سنی امام نہ ملے تو پھر اکیلا فریضہ بغیر جماعت ادا کرتے رہنا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابو الخلیل غفرلہ خادم الافتا جامعہ رضویہ فیصل آباد عبدالرسول ہاشمی مکان ۲۶

ناظرین یہ فتویٰ دے گئے اسی قسم کے کئی فتوے انہوں نے چھپوائے ہیں۔ حرمین شریفین جہاں تمام مومنین کی چاہے وہ کسی ملک میں رہنے والے ہوں۔ سب کی ان کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں وہاں کے لوگ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بہت ہی خوش نصیب ہیں جنہیں دیارِ حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج ہمیشہ حاصل ہوتا رہتا ہے ان پاک لوگوں کے بارے میں جن کو ہر سال حاجیوں کی کثیر تعداد میں امامت کا شرف حاصل ہے ان کے بارے میں بھی ان کے دلوں میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ پھر یہ فقرہ نہایت قابل غور ہے کہ "وہاں کے امام بریلوی نہیں اور نہ ہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں"۔ ماسٹر صاحب اس فتوے کے اور تمہارے ہم مسلک علماء کے روسے صرف بریلی ہی سے اسلام اٹھا ہے اور اس سے قبل اسلام کا دین ہی نہیں تھا گیا۔ آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کے پیرو مرشد کے آباء و اجداد سب بریلوی تھے اور فقہاء کرام بھی بریلوی ہی تھے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پیر نور حسن شاہ صاحب اور میاں شیر محمد صاحب بریلوی نہ تھے بریلوی مذہب میں اگر جنم لیا ہے یا اس میں داخلہ لیا ہے تو ماسٹر شبیر حسین نے اور اس کے ماسٹران برادرز نے لیا ہے۔ اور آپ نے تو ان بزرگوں کی بھی گستاخی کر دی اور ان پر کفر کے فتوے لگائے جو آپ کے مرشدوں کے بھی مرشد تھے یعنی تمہارے دادا پڑدادا پیر جن کا نام نامی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری ہے۔ انہوں نے بروایت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری زیر عنوان" دیوبند میں چار نوری وجود" فرمایا۔

مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب مہاجر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بڑی ارادت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور علی شاہ کو بڑی عزت سے رخصت کیا، موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب

نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں آپ نے ویسا ہی کیا بعدازاں آپ نے بندہ سے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرمار ہے تھے کہ کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

(خزینہ معرفت المسمّٰی بہ تذکرہ عاشق ربانی شیر یزدانی صـ۳۸۴)

ماسٹر صاحب خود سوچ لیں کہ ان کے دادا پیر تو صدر مدرس دیوبند کی عزت افزائی فرمارہے ہیں اور اڈے تک ان کو رخصت بھی کرنے جارہے ہیں اور اپنی زبان سے یہ فرماتے ہیں کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک مولانا انور علی شاہ صاحب ہیں۔ ماسٹر صاحب! آپ ہیں اور آپ کے ہم مسلک سب ان بزرگوں پر کفر کے فتوے لگارہے ہیں۔ اور جو امام حرمین شریفین کے ہیں ان کے پیچھے آپ کی نماز نہیں ہوتی اور تمہارے ہم مشرب یہ کہتے ہیں کہ وہ چونکہ بریلوی نہیں اور مولوی احمد رضا خان کے مسلک میں نہیں اس لئے ہم نماز ان کے پیچھے نہیں پڑھتے۔

ایک اور لطیفہ بھی سنتے جائیے احمد رضا خاں صاحب کے والد مولانا نقی احمد صاحب مرحوم لکھتے ہیں "کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علماء دین اور مومنین صادقین میں سے ہیں"

تحفۃ المقلدین صـ۱ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا فتویٰ :-

مسئلہ ۵۳ - کافر (دیوبندی) مرتد متبدع بدمذہب فاسق وغیرہ کہنا یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی پیش آنا۔ ہنسنا۔ بولنا تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا جائز ہے یا ناجائز وغیرہ وغیرہ۔

الجواب - ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری سلام حرام قرآن عظیم میں لا تقعدوا معھم سے نہی صریح موجود اور حدیث میں ان سے خندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید۔ افعال تعظیم مثل قیام تو اور سخت ہے۔ احکام شریعت صـ۱۰۳ ج

ماسٹر صاحب اور ان کے تمام ہم مشرب یہ خود اندازہ کرلیں کہ میاں شیر محمد صاحب مرحوم اور مولوی احمد رضا خاں کے والد تو دیوبندی علماء کی تعظیم کرتے ہیں اور چار نوری وجود کہتے ہیں لیکن خانصاحب ان سے ملنا اور سلام کہنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اور ان کو کفر کے اور ارتداد کے فتوے لگاکر اپنا پیٹ بھرنا چاہتے ہیں۔ واقعی جاہل لوگوں میں وقار جہالت اور سفاہت سے ہی حاصل ہوتا ہے ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا　　　کار طفلاں تمام خواہد شد

حقیقت دعا

ماسٹر صاحب نے "حقیقت دعار قرآن سے" کے عنوان سے پانچ آیات قرآن کی لکھی ہیں اور ثبوت اس دعار نماز جنازہ کے بعد کا دے رہے ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ ان کو خصوصی دعار نماز جنازہ کے بعد مانگنے کی کوئی آیت نہیں ملی اور ملتی کیسے جب کہ اس دعار کا وجود نہیں تھا۔ صرف نماز جنازہ جو دعا رللمیت ہے اس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے یا قبر پر دعار کا ثبوت لا تقم علیٰ قبرہٖ سے اشارہ ملتا ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا کئی پیغمبروں کی دعائیں منقول ہیں بعض دعائیں عام ہیں اور بعض خاص۔ بعض دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو روک دیا ہے اور ہمیں بھی کئی دعاؤں سے روک دیا گیا ہے۔ ماسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی دعار مانگے اس کی دعا مقبول ہو جاتی ہے میں کہتا ہوں کہ جب ماسٹر صاحب پیشاب پاخانہ بیٹھے ہوں اس حالت میں دعا کریں گے یا اس وقت دعا کرنے کا حکم ہے یا مشرکین کے لئے دعار کرنے سے نبی علیہ السلام کو اور تمام مؤمنین کو روک دیا گیا تو کیا اب ماسٹر صاحب مشرکین و منافقین کے لئے مانگیں گے دعار کے اوقات ہوتے ہیں اور محل ہوتے ہیں۔ ہر جگہ ہر حال اور ہر وقت دعائیں نہیں ہوتیں۔ کسی وقت دعا و ذکر کرنا حرام ہوتا ہے کسی وقت بدعت اور کسی وقت مکروہ مثلاً خطبے اور تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہنا اور سننا واجب ہے۔ ذکر کرنا تلاوت کرنا درست نہیں اور پھر

حضور نبی علیہ السلام کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے اور قبر پہ دعا کرنے سے روک دیا۔ قرآن پاک سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ما کان للنبی والذین اٰمنوا	نہیں لائق نبیؐ اور مومنین کے لئے کہ مشرکین
ان یستغفروا للمشرکین ولو	کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ ان
کانوا اولی قربٰی من بعد ما	کے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ظاہر
تبین لھم انھم اصحاب	ہو جائے کہ وہ دوزخ میں جانے والے
الجحیم وما کان استغفار	ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ
ابراھیم لابیہ ان موعدۃ	کے لئے استغفار کرنا خاص وعدہ کی بنا پر جو
وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ	انہوں نے باپ سے کیا تھا جب ان پر یہ
عدو اللہ تبرا منہ ان ابراھیم	بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو
لاواہ حلیم۔ (سورہ توبہ)	وہ اس سے بیزار ہو گئے بیشک ابراہیمؑ زاری کرنے والے بردبار تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرما دیا کہ انہوں نے اپنے باپ کے حق میں دعا مغفرت فرمائی لیکن یہ دعا وہ پہلے وعدہ کی بنا پر کر چکے ہیں جب انہیں معلوم ہوگیا کہ باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے اور دعا بھی انہوں نے اس کے بعد بند کر دی۔ پھر اس دعا جنازہ میں جو جنازہ کے اندر مانگی جاتی ہے وہ بھی ایک جیسی نہیں مرد اور عورت اگر بالغ ہوں تو ان پر اللھم اغفر حینا الخ پڑھی جاتی ہے اور چھوٹا لڑکا ہو یا چھوٹی لڑکی ہو تو ان کے لئے علیحدہ علیحدہ دعائیں حدیث کے اندر موجود ہیں وہ پڑھی جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث کے اندر تو یہ آتا ہے دعا مانگو دعا بھی عبادت ہے اور دعا سے تکبر کرنا درست نہیں۔ لیکن اس کی شرح یا تفصیل تو احادیث نبویہ میں ہی مل سکتی ہے آپ ہی بتلایئے کہ وہ الفاظ کیا ہیں جو بعد نماز جنازہ کے دعا میں پڑھے جائیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت کرو۔ دیکھو ہم تو جنازہ کے اندر کی دعا بھی وہی پڑھتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ سے ثابت

ہے۔ اور قبر پر وہ دعا مانگتے جو شریعت میں ثابت ہے۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کان النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسئل مشکوۃ۔ (رواہ ابو داؤد ۲۶)	نبی علیہ السلام جب دفن میت سے فارغ ہو جاتے اس پر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو پھر اس کے لئے تثبیت یعنی کلمۂ طیبہ پر ثابت رہنے کی دعا کیجئے کیوں کہ اس میت کو ابھی اس کا سوال کیا جائے گا۔

اسی حدیث کے اندر جو لفظ تثبیت کا آیا ہے اس کا حاشیہ میں لکھا ہے ثبتہ اللہ تعالیٰ بالقول الثابت یا اللھم ثبتہ بالقول الثابت دعاء پڑھنی چاہیئے۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن پاک میں موجود ہے۔ حضرت براء بن عازب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا آپ نے مسلم کو جس وقت قبر میں سوال کیا جائے گا وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ قرآن کریم میں آیا ہے یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ۔ ترجمہ: مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو ساتھ کلمۂ شہادت کے دنیا و آخرت میں "تحقیق الدعا۔

ے صفحہ ۱۹۱ پر درج ہے تو گویا قرآن کریم میں بھی اس کا مصداق موجود ہے۔ اور اس کے صفحہ ۱۹۲ پر ردالمختار کے حوالہ سے یہ روایت بھی ہے کہ میت کے سر کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا شروع مفلحون تک پڑھا جائے اور پاؤں کی طرف قبر پر کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پڑھا جائے اور ابن عمر رض اس کو مستحب فرماتے ہیں۔

ماسٹر صاحب اگر آپ کے نزدیک یہ دعا واقعی مستحب ہے اور آپ کے قول کے مطابق بدعت حسنہ ہے تو آخر اس کا ثبوت قرآن حدیث اور فقہ، حنفیہ سے ہونا چاہیئے کہ وہ ائمہ فقہا یا صحابہ رض اس دعا کا وقت بعد از جنازہ قبل از دفن بتائیں، اور دعا کے

الفاظ بھی فرما دیں اس کے بعد اس کے فرض واجب سنت یا سنت کفایہ یا مستحب ہی اس دعاء بعد از نماز جنازہ کو کسی دلیل شرعی سے ثابت کریں۔ یا کسی قرآن کی آیت یا حدیث سے اصول فقہ کے مطابق استنباط کریں، اور اس حدیث یا آیت کا حوالہ بھی ساتھ دیں تو پھر آپ کا مسئلہ بعد از نماز جنازہ کی دعا کا ثابت ہو جائے گا ورنہ صرف ماسٹر صاحب کا یا کسی اور چودھویں صدی کے ملانے کا اجتہاد اعتبار کے لائق نہیں حضور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے وہ بات کہی جو میں نے نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ اگر کوئی صحیح روایت اس دعاء کے بارے میں ہوتی تو نہ صحابہ رضؓ نے اس کو چھپا رکھنا تھا اور نہ فقہاء کرام نے ہی اس کو چھپانا تھا اور اگر کسی آیت و حدیث سے یا تعامل صحابہ کے اجماع سے یہ دعاء استنباط ہو سکتی تو پھر کیوں اس کو ظاہر نہ کرتے یہ آیات جو آپ پیش کر رہے ہیں اور یہ حدیثیں جو آپ بیان کر رہے سب اُن کی زیر نظر تھیں یہاں کسی نے اس دعاء کو فرض، واجب، سنت تو درکنار مستحب بھی نہیں کہا۔ صحابہ کی بہت بڑی تعداد ائمہ فقہاء کی بہت کثیر جماعت میں سے کسی نے بھی اس کو مستحب نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت بالبداہت ہوتا ہے۔ قرآن مجید، احادیث، اجماع و تعامل صحابہ رضؓ فقہ ائمہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس دعاء سے ساکت ہیں۔ اور یہی بات اس کے بدعت اور مکروہ ہونے کی پختہ دلیل ہے۔ کسی کو جبر و اکراہ سے منوانا کسی کے بس کا روگ نہیں۔

ماسٹر صاحب نے ایک اور بات بھی صفحہ ۵۲ پر لکھی ہے کہ ان آیات میں یا ان احکام میں کیا یہ پابندی بھی ہے کہ جنازہ کے قبل یا بعد دعاء نہ مانگی جائے۔ ماسٹر صاحب اگر یہ پابندی نہیں تو یہ پابندی بھی ان آیات و احادیث میں نہیں کہ یہ دعاء ضرور نماز جنازہ کے بعد مانگنی چاہیئے اور اجتماع کے ساتھ یہ دعاء بھی ہونی چاہیئے اگر ان کی یہ دعاء بھی ثابت نہ ہوا اور اس کا اجتماع بھی ثابت نہ ہوا اور ممانعت بھی ثابت نہ ہو تو پھر یہ دعا مہمل ہوئی۔ آپ نے صحیح اور صریح اس دعا کا ثبوت آج تک پیش نہیں کیا۔ ہم نے تو فقہاء کی تصریح سے اس کو بدعت مکروہ ثابت کر دیا ہے۔

آپ اس کے جواز پر کسی فقیہ کا قول پیش نہیں کر سکے کہ انہوں نے اس کو جائز اور مستحب قرار دیا ہو۔

اصل بحث دعا بعد از جنازہ

ماسٹر صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں تک تو جو آیات قرآنیہ و احادیث درج کی گئی ہیں وہ مطلقاً دعا کے متعلق تھیں یعنی ان سے کوئی خاص دعا ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ اب وہ احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے صریحاً دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ملتا ہے۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے حدیث نمبر ا۔

عن ابی امامہ قال قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبۃ۔

ابی امامہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کونسی دعا قبول ہوتی ہے فرمایا آخر رات کے اندر اور مکتوبات نمازوں کے بعد مشکوٰۃ

جواب۔ تحقیق الدعا کے صفحہ ۸۱۔ ایڈیشن اول سے یہ بحث شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۸۶ پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں کچھ حدیثیں جمع کر دی ہیں اور اس کریم کی آیت ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً بیشک نماز مومنین پر وقت کی پابندی کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ یعنی فرض عین بنا دی گئی ہے۔ عاقل کے لئے تو اشارہ کافی ہوتا ہے مگر جاہلوں کے لئے تو قرآن حکیم کے دلائل بھی کافی نہیں ہوتے۔ یہی آیت اس بات کی دلیل واضح ہے کہ نماز پنج گانہ فرض اور ان کے اوقات اللہ تعالیٰ کی مقرر ہیں اس لئے نماز پنجگانہ اور جمعہ کو فرض عین کہا جائے گا۔ باقی نمازوں کو فرض عین اور مکتوبہ نہیں کہا جائے گا۔ اس کے ثبوت میں ایک اور حدیث نقل کر دی جاتی ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ام سلیم کے گھر داخل ہوئے تو ام سلیم ان کے لئے مکھن اور کھجوریں لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ مکھن اور کھجوریں ان کے برتنوں

یں ڈالی مدیں رونہ۔ کچھ ہونے ہوں پھر حضور ہ ٹھرے ہوئے۔ گھر کے ایک طرف ہیں اور آپ نے نماز پڑھی غیر مکتوبہ صحیح بخاری ص۲۶ یعنی کوئی نماز پڑھی جو مکتوبہ یعنی فرض عین نہ تھی اس حدیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ نماز مکتوبہ تو مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو لازماً مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور بقول تمہارے مسجد میں مازجنازہ نہ پڑھنے کی وجہ تلویث ہے نہ کہ وقت کی پابندی کیا نماز مکتوبہ میں وقت کی پابندی نہیں ہے پانچوں نمازوں کے اوقات مقرر ہیں۔ جمعہ کا وقت مقرر ہے نماز پنجگانہ فرض عین ہے۔ اس کا چھوڑنا اور وقت پر نہ پڑھنا گناہ عظیم ہے کیا نماز جنازہ اگر کوئی نہ پڑھے تو اسے بھی فرض عین کے ترک جتنا گناہ ہوگا۔ پھر کتب علیکم الصیام تم خود لکھ رہے ہو کیا اس کا مہینہ رمضان شریف کا مقرر نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام حدیث کی کتابوں میں فرائض کا واجبات وسنن اور نوافل کا ذکر ہے۔ دوسری نمازوں کے بعد ذکر و دعا کا کوئی باب نہیں۔ جب فرائض پنجگانہ کا ذکر احادیث میں آتا ہے تو اس کے بعد ذکر و دعا کا باب لکھا جاتا ہے گویا محدثین کے نزدیک بھی یہ نماز مکتوبہ نہیں۔ اگر نماز جنازہ مکتوبہ ہوتی اور اس کے بعد ضرور بعد نماز جنازہ کے دعا کرنے کا ذکر ہوتا۔

اسی طرح فقہاء کرام کے نزدیک بھی یہ نماز مکتوبہ نہیں جیسا کہ تحقیق الدعا کے صفحہ ۸۲ اور ۸۳ پر حضرت ابوالدرداء کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تم اللہ کا شریک کسی کو نہ بنایو اگر تم کاٹے جاؤ جلائے جاؤ اور تم نماز مکتوبہ کو عمداً ترک نہ کرنا ورنہ اس کا عہد تم سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور صاحب ہدایہ کی تصریح بھی یہی ہے لانہ بنی لاداء المکتوبات کیونکہ مسجدوں کو نماز مکتوبہ کے لئے بنایا گیا ہے۔ نوافل اور سنن تو گھر پڑھنے کا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ تحقیق الدعا کے صفحہ ۱۲ پر ایک روایت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے۔ اور نماز اس کے لئے سفارش اور دعا ہے۔

اسی طرح عنایہ میں ہدایہ کے اس قول پر الاتیان بالدعوات استغفار للمیت

کے تحت لکھا ہے۔ واشارۃ الیٰ ان المقصود ھو الدعاء مطلب اس کا یہ ہے۔ دعا یعنی کرنا استغفار ہے میت کے لئے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مقصودی چیز نماز جنازہ میں یہی دعا ہے اگر اس میں دعا نہ ہو تو جنازہ ہی نہیں اسی لئے اس جنازہ کی دعا واجب ہے۔

علامہ سرخسی نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ حقیقت میں نماز نہیں بلکہ وہ دعا و استغفار میت کے لئے ہے اور اس میں طہارت اور استقبال قبلہ اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ یہ نماز ہے یعنی الدعاء سے یہ عبارت پڑھ لی جائے۔ معاملہ بالکل صاف اور صریح ہے کوئی الجھن اس میں نہیں رہتی اور ہماری کج بحثی اور بے راہ روی کا علاج ہمارے پاس کوئی نہیں ہے۔

اب تم ذرا اپنی بھی کم فہمی اور کج روی صفحہ ۴۹ پر اپنی ہی کتاب اثبات الدعاء میں دیکھ لو آپ نے نماز جنازہ کو مکتوبہ ثابت کرنے کے لئے جو آیت لکھی ہے وہ یہ ہے وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم۔ جس سے تم نے استدلال یہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ پوری اسلامی دنیا کا یہ عقیدہ ہے کہ نماز جنازہ فرض ہے اس کی فرضیت اس آیت سے ثابت ہے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے (آپ ان پر نماز پڑھا دیجئے بے شک آپ کا نماز پڑھانا ان کے لئے باعث سکون ہے ماسٹر صاحب نے اس آیت کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب میں قرآن حکیم اور حدیث شریف میں خیانت کرنے کی اور حق کو چھپانے کی عادت مستمرہ ہے اور یہ کام اس لئے کیا ہے تاکہ حقیقت کھل کر سامنے نہ آجائے۔ ناظرین پوری آیۃ شریفہ پارہ ۱۱ رکوع ۲ میں اس طرح ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ	ان کے مالوں میں سے صدقہ کو ان کو پاک کرو
تطھرھم وتزکیھم وصل	اور ان کا تزکیہ کرو اور ان کے لئے دعا کرو
علیھم ان صلوٰتک سکن	تمہاری دعا ان کے لئے تسکین کا باعث
لھم۔	ہوگی۔

یہ آیت ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ماسٹر صاحب نے اس آیت سے نماز جنازہ کو

مکتوبہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے ناظرین اہل بصیرت خود سوچ لیں کہ حضور نبی کریم جن سے صدقہ یا زکوٰۃ وصول کرتے تھے وہ اسی وقت فوت ہو گئے تھے کہ ان پر فوراً نماز جنازہ پڑھنے کا حکم آگیا تھا۔ نماز جنازہ کی فرضیت اس آیت سے نہیں بلکہ اس آیت سے جو ہم سورۂ توبہ سے نقل کر چکے ہیں اس سے بھی اشارۃً ثابت ہوتی ہے جس آیت سے منافقین پر حضور نبی علیہ السلام کو نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔

زیر بحث آیت سے دعا کرنے کا مفہوم واضح ہے صلوٰۃ کا لفظ دعا کے لئے بھی مستعمل ہے جیسا کہ اس جگہ دعا کے معنے میں استعمال ہوا ہے اور نماز کے لئے بھی جیسا کہ فصل لربك وانحر میں استعمال ہوا ہے، اور پھر حضور نبی کریم علیہ السلام پر درود بھیجنے اور پڑھنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیماً۔ میں یہی مفہوم ہے۔ اس آیت کو صرف ماسٹر صاحب نے فرضیت نماز جنازہ اور مکتوبہ ثابت کرنے کے لئے لکھ دیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہوس رانی اور اتباع ہوس نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ اسی کا نام تحریف معنوی ہے۔

اسی صفحہ ۴۹ پر ماسٹر صاحب نے کتب علیکم الصیام کے معنی کئے ہیں۔ (تم پر روضے فرض کئے گئے) حالانکہ روزہ اور ہے اور روضہ اور ہے۔ ماسٹر صاحب کو ز۔ض میں بھی تمیز نہ آئی۔ یہ ہے ماسٹر صاحب کی علمی قابلیت۔

ماسٹر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ نماز کا مکتوب ہونا اور چیز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجدوں میں اذانیں ہوتی ہیں اقامت ہوتی ہے اور مسجدوں کی گاؤں میں یا شہروں میں مرکزی حیثیت ہوتی ہے تاکہ شہر یا گاؤں کے لوگ مساجد میں جمع ہو کر ہر روز پنج گانہ اور جمعہ باجماعت ادا کر سکیں۔ فقہاء نے اس لئے فرمایا ہے کہ لانہ بنی لاداء المکتوبات کہ مسجد مکتوبات نمازوں کے ادا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا اور جماعت کے ساتھ اس کو ادا کرنا ایک تاکیدی حکم ہے، دوسری نمازوں کے لئے یہ شرط نہیں کہ ضرور وہ مسجدوں میں ادا کی جائیں۔ نماز عید بھی باہر مصلی عیدگاہ وغیرہ میں نفل گھروں میں پڑھے جاتے ہیں اور نماز جنازہ باہر پڑھی جا سکتی ہیں اور اگر کوئی نفل سنن تہجد وغیرہ

مسجد میں پڑھے گا تو وہ نماز مکتوبہ کے بالتبع ہوں گی۔ مساجد تو مکتوبات کے لئے ہوں گی اور اس نماز کے لئے وہ بنائی گئی ہیں۔ ماسٹر صاحب آپ نے لکھا ہے نماز استسقاء کسوف خسوف باہر پڑھی جاتی ہیں ان کے بعد دعاء ہوتی ہے جنازہ کے بعد دعاء کا کیا قصور ہے؟ برخوردار ماسٹر یہ تمہارے دماغ کا قصور ہے کہ تم سب فقہاء کرام کے علی الرغم اس دعاء کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو کیا وہ فقیہ تم سے کم علم رکھتے تھے انہیں اس دعاء کے جواز کا احادیث اور آیات سے اس کا پتہ ہی نہ چل سکا۔ اور تم یہ غلط رویہ اختیار کرتے ہوئے آیات حدیث میں غلط تاویل کر رہے ہو۔ لا یقوم کے معنی آپ نے یہی کئے ہیں نہ کھڑا ہو دعا کے نے۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ بیٹھ کر ہم دعاء مانگتے ہیں تاکہ نماز جنازہ پر زیادتی کا شبہ نہ ہو۔ عزیز من اس بات کو تم بھی اپنے رسالہ میں تسلیم کر چکے ہو کہ کھڑے ہو کر دعاء مانگنے سے زیادتی کا شبہ ہے اور پھر صفیں توڑ کر مانگنے کا ایک اور ڈھونگ کھڑا کیا ہے لا یقوم بالدعاء له۔ لا یقوم کے معنی تم نے کئے ہیں کھڑے ہونے کے حالانکہ لغت کے اعتبار سے قیام کے معنے کئی طرح سے آئے ہیں کیا قیام لیل اور قیام رمضان کے معنے یہی ہیں کہ رات کو اٹھ کر کھڑے رہو تہجد کی نماز اور تراویح کی نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یقیمون الصلوٰۃ کا معنی یہ ہوگا کہ نماز کو کھڑا کرتے ہیں۔ ارے میاں لغت میں اس کے معنی کئی طرح سے آئے مثلاً قام الماء اے جمد یعنی جم گیا یا ٹھہر گیا۔ اور قامت الدابۃ من الکلال ای وقفت (ٹھیر گیا) اور یقیمون الصلوٰۃ کے معنی ہیں یواظبون الصلوٰۃ یعنی نماز ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں۔ ھم علیٰ صلوٰتھم قائمون۔ وہ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں پھر اقیموا صفوفکم اور اقیموا وجوھکم کے معنی ہیں سیدھا کرو صفوں کو اور سیدھا کرو مونہوں کو اگر پھر بھی تمہیں اعتبار نہ آئے تو شاہ صاحب کی کتاب الانسان فی القرآن کے صفحہ ۵۰ پر اقیموا کے معنی قائم نہ سیدھا کرو صفوں کو لکھا ہے۔ بیشک صراح اور منجد لغت کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس کے علاوہ قائم السیف قائمۃ تبغۃ تیغ اور ایک پاؤں گھوڑے کے چاروں پاؤں سے اور قوائم اس کی جمع ہے۔ قامت الانسان

انسان کا قد اور اسی طرح مُقام ضم کے ساتھ ہمیشہ کے معنے میں اور مَقام میم کی زبر سے مجلس کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور مجلس کے معنی بیٹھنے کے ہیں ان معنوں کے اعتبار سے کھڑے ہو کر دعاء کرنا بھی نماز جنازہ پر زیادتی کا بقول تمہارے شبہ رکھتا ہے اور مجلس بیٹھ کر دعا مانگنے پر اسی طرح زیادت کا شبہ ہو سکتا ہے اور شاید فقہاء کرام نے لا یقوم کا صیغہ اسی وجہ سے لکھا ہو تاکہ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دعاء بعد از نماز جنازہ پڑھنے پر کوئی اور لفظ استعمال نہ کرنا پڑے دونوں صورتوں کے لئے یہی لفظ کافی سمجھا جائے اور اس کی اور توجیہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ نماز جنازہ کے اندر دعا کھڑے ہو کر مانگی جاتی ہے اور قبر پر بھی دعاء کھڑے ہو کر مانگی جاتی ہے اور یہ دونوں شرع میں حدیث وفقہ کی رو سے ثابت ہیں۔ لیکن نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعاء مانگنا ہرگز ثابت نہیں لہذا وہ سنت کے خلاف ہے جس کا ثبوت آپ کے پاس کوئی نہیں کہ بیٹھ کر اور صفیں توڑ کر دعا مانگنا صحیح ہے اور جائز ہے کیا کسی فقیہ نے چودھویں صدی سے پہلے اس بات کی تصریح کر دی ہے اگر انہوں نے تصریح کر دی ہے تو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ ورنہ ..... الکٰذبین۔

ماسٹر صاحب نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں سے لا یدعوا بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ لکھ کر اس پر یہ اعتراض کیا ہے اس عبارت میں لفظ بعد صلوۃ الجنازہ آیا ہے نہ کہ بعد التسلیم یعنی سلام کے بعد دعاء کی مخالفت نہیں" یہ اعتراض ماسٹر صاحب کا بالکل لچر ہے اور کوئی عقلمند دانشور انسان اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب بعد نماز جنازہ کے الفاظ آ گئے تو پھر تسلیم وسلام پیچھے رہ گیا کیسی مہمل بات ہے جس طرح احادیث کی کتابوں میں باب ذکر بعد الصلوٰۃ کے الفاظ آئے ہیں تو ماسٹر صاحب جیسے آدمی کہہ دیں کہ بعد التسلیم کے لفظ نہیں آئے لہذا یہ نماز کے اندر کے ذکر کے متعلق ہے پھر ماسٹر صاحب نے لا یقوم پر یہ اعتراض کیا ہے لا نافیہ یقوم پر آیا ہے نہ کہ دعاء پر اور جب لا نافیہ یدعوا پر داخل ہوا تو کہنے لگے کہ یہ چوتھی تکبیر کے سلام سے پہلے کی دعاء کا ذکر ہے حالانکہ جو فقہاء لکھ

رہے ہیں وہ تیسری تکبیر کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں اور اسی کو وہ ظاہر کر رہے ہیں۔ ابراہیم ہجری کی روایت میں جو ابن اوفیٰ کے جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل دعاء مانگنے کے متعلق ہے وہ اس دعا کے بعد سلام پھیر دیتے تھے یعنی چوتھی تکبیر کی جگہ وہ سلام پھیر دیتے تھے۔ لیکن ہم حنفیوں کا یہ مسلک نہیں ہم تیسری تکبیر کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں اس روایت کا ہمارے مسلک یا فقہاء کے مسلک سے کیا تعلق۔ لا یدعوا للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ۔ نہ دعاء مانگے کوئی میت کے لئے بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ زیادت کے مشابہ ہے۔ پھر ماسٹر صاحب نے خود فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۲۱ کا حوالہ دے کر یہ عبارت نقل کی ہے لیس بعد تکبیرۃ الرابعۃ قبل السلام دعاءٌ (ترجمہ) بعد تکبیر رابعہ کے سلام سے پہلے کوئی دعاء نہیں اور ہم نے ہجری کی روایت کے متعلق جرح بھی لکھ دی ہے۔ وہ قابل قبول نہیں۔ دیکھو صفحہ ۹۲ تحقیق الدعاء پر ہے ابراھیم ھجری ضعیف الحدیث ومنکر الحدیث وقال البخاری منکر الحدیث وقال النسائی منکر الحدیث۔ لیس بثقہ۔ وہ ثقہ نہیں ہم اس روایت پر عمل نہیں کرتے تمام فقہاء حنفیہ تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیرتے ہیں۔ بعد صلوۃ الجنازہ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہو جانے کے بعد نماز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد کوئی دعاء نہیں ہے۔ اور جو تکبیر چوتھی اور سلام کے مابین دعاء کا تم بار بار کہتے ہو۔ اس دعاء کی اور اس ترتیب کی ہم تردید کر چکے ہیں فقہاء کی عبارت بالکل صاف غیر مبہم الفاظ میں یہی ہے بعد نماز جنازہ کے کوئی دعاء نہیں ہے اور لا یدعوا بعد التسلیم کی بھی عبارت فقہاء کی واضح ہے کہ سلام کے بعد کوئی دعاء نہیں ہے اور تم خود صفحہ ۴۸ پر لکھ چکے ہو کہ بعد سلام کے کھڑا ہو کر دعاء مانگنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ صورت بھی زیادتی کا شبہ رکھتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی زیادتی مکروہ اور بدعت ہونے کی دلیل ہے۔ اب بات تصفیہ طلب یہ رہ گئی کہ بیٹھ کر اور صفیں توڑ کر

: ما مانگنا جائز ہے۔ اس کا ثبوت تمہارے ذمہ ہوگا اگر کسی فقیہ کی صراحت چودھویں صدی سے
قبل کی ہو یا صحابہ تابعین سے یہ روایت ہو کر بعد نماز جنازہ و تسلیم کے بیٹھ کر اور صفیں
توڑ کر دعا مانگنا جائز اور مستحب ہے اگر تم پیش نہ کر سکو تو ہم تم کو جھوٹا تصور کریں گے۔
ھاتوا برھانکم وادعوا شھداءکم من دون الله ان کنتم صادقین۔

حدیث نمبر۲۔ غزوۂ موتہ

یہ روایت فتح القدیر باب الجنائز سے نقل کی گئی ہے۔ ماسٹر صاحب نے خود اس
کا ترجمہ لکھا ہے اس کا ترجمہ انہی کی قلم سے لکھا ہوا درج کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم منبر پر جنگ موتہ کے دن پس ظاہر ہوا آپ کو شام تک دیکھا معرکہ جنگ کو تو فرمایا
کہ جھنڈا لیا زید بن حارثہ نے پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر آپ نے ان
پر نماز جنازہ ادا فرمائی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا ان کے لئے اللہ سے بخشش
مانگو وہ زید بن حارثہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے۔ پھر جعفر بن ابی طالبؓ نے
جھنڈا لیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور دعا کی نیز فرمایا کہ تم اس کی بخشش کے
لئے دعا مانگو۔ وہ اس حال میں جنت میں داخل ہوئے کہ اس میں جدھر چاہیں دو
پروں کے بل اڑتے پھرتے ہیں۔"

ماسٹر صاحب نے اس پر نوٹ لکھا ہے (واضح رہے کہ یہ نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی
گئی اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھانا صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص
میں سے ہے کیونکہ وہ مقام اور جنازہ آپ کے سامنے تھا۔ انتھی بلفظہ۔

اس کے بعد ماسٹر صاحب نے فصلی علیه ودعاله وقال استغفروا له
میں دعا لہ سے پہلے جو واؤ آتی ہے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ واؤ عاطفہ اور تفسیریہ ہوتا
تو پھر تحقیق الدعاء کا مطلب صحیح ہو سکتا تھا لیکن یہ واؤ تفسیریہ نہیں نہ عاطفہ ہے بلکہ یہ واؤ

تغائر ثابت کرتاہے نہ کہ پہلے فعل کی تفسیر۔ اس کے بعد ماسٹر صاحب نے چند مثالیں قرآن کریم سے اپنے مدعاء کو ثابت کرنے کے لئے دی ہیں۔ ان حوالوں میں سے تیسرا حوالہ یہ ہے فلما اعتزلھم وما یعبدون من دون اللّٰہ وھبنا لہ اسحٰق ویعقوب۔ اس آیت کے ترجمے کے بعد ماسٹر صاحب نے پھر نوٹ دیاہے اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ اس آیت میں بھی وھبنا کا واؤ صاف تغائر بتارہاہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو اور بت پرستوں کو چھوڑنا پہلے ہے اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی عطاء بعد میں ہے۔

اس روایت سے غزوۂ موتہ پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ماسٹر صاحب نے کہا یا لکھا ہے کہ وھبنا کی واؤ تغایر کے لئے کیا یہ ان کے علم و دانش کے نقصان کی اور بصیرت سے بالکل نادار ہونے کی دلیل نہیں ہے کہ یہ واؤ نفس کلمہ کی ہے اور ماسٹر صاحب اس کو واؤ متغائر بنارہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

گر ہمیں مکتب ست و ایں ملا ۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

ماسٹر صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں چلا شاید آنکھوں پر پٹی باندھی ہوگی قریب تر ہی اسحاق ویعقوب میں واؤ تغایر کی موجود تھی لیکن ماسٹر صاحب کو نظر نہ آئی۔

غزوۂ موتہ کی روایت حضرت عبداللہ بن ابی بکر والی اس پر میں ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے آگے جاؤں گا۔

یہ روایت فتح القدیر میں سے نقل کی گئی ہے لیکن معلوم ہوتاہے کہ ماسٹر صاحب نے اپنی آنکھوں سے یہ روایت نہ پڑھی ہے نہ دیکھی ہے۔ اس روایت کی تحقیق فتح القدیر میں اس طرح ہے "ھذا مع ضعف الطرق فما فی المغازی فمرسل من الطریقتین وما فی طبقات فضعف بالعلاء وھو ابن زید ویقال ابن یزید اتفقوا علی ضعفہ۔ اس روایت کے تمام طریقے ضعیف ہیں۔ نیز مغازی میں دو طریقوں سے مروی ہے وہ دونوں مرسل ہیں اور طبقات میں علاء نامی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علاء ابن زید ہے اور اس کو ابن زید بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ فتح القدیر کی تحریر کے مطابق (صلی علیہ دو عالم) والی روایت صرف مغازی

واقدی میں مذکور ہے اور اس کے دو طریقے ہیں اور روایت دونوں طریقوں سے مرسل ہے اور طبقات ابن سعد میں زید ابن حارثہ کے لئے دعاء کی بات نہیں ہے۔

اس روایت میں کچھ اور باتیں بھی ہیں جن پر نقد و تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں۔ اولاً بات یہ ہے کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ پر معرکہ غزوۂ موتہ منکشف ہو گیا۔ آپ منبر پر تشریف رکھتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب کی شہادت کو دیکھ کر فرماتے ہیں استغفروا لاخیکم۔ پہلے زید بن حارثہ کی شہادت کو دیکھ کر بھی یہی فرما رہے ہیں۔ استغفروا لاخیکم اس روایت سے ان کا منبر پر تشریف رکھنا ثابت ہوتا ہے دونوں زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کی شہید ہونے کو دیکھتے ہیں اور یہ کلمات فرماتے جاتے ہیں۔ ثانیاً یہ بات بھی عیاں ہے کہ صلی علیہ ودعالہٗ میں صلی و دعاء دونوں واحد کے صیغے ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ صرف آپ نے بقول تمہارے نماز جنازہ پڑھی اور دعاء اس کے لئے کی باقی تمام صحابی رضہ جو اس وقت آپ کے پاس موجود تھے انہوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ دعاء کی ورنہ اگر سب نے مل کر نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تھی تو واحد کے صیغے نہیں ہونے چاہیئے تھے بلکہ جمع کے صیغے ہونے چاہیئے تھے۔ ثالثاً اگر آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی تو سب صحابہ کو اس میں شامل ہونے کا حکم دینا تھا جیسا کہ استغفروا لاخیکم میں ان کو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ رابعاً آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے آپ نے منبر پر بیٹھے ہوئے ہی زید بن حارثہ کی شہادت کی خبر دی اور وہیں بیٹھے ہوئے آپ نے دعا فرمائی پھر وہیں بیٹھے ہوئے جعفر بن ابی طالب کو شہید ہوتے دیکھا پھر اس کے حق میں دعاء فرمائی اور صحابہ کو بھی فرمایا کہ تم بھی اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو جنازہ غائبانہ آپ نے پڑھنا تھا تو پھر تمام صحابہ کو حکم فرماتے اور منبر سے اتر کر آپ بھی نماز جنازہ پڑھتے اور صحابہ بھی پڑھتے جیسا کہ آپ نے اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ کا جنازہ مع صحابہ کے پڑھا تھا دیکھو صحیح مسلم ص۳۰۹ پر جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات الیوم عبداللہ صالح اصحمہ نجاشی فقام فامنا وصلی علیہ۔ (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج اللہ کا صالح بندہ اصحمہ

نجاشی فوت ہوگیا ہے پس آپ نے ہماری امامت فرمائی اور نماز پڑھی۔ دوسری روایت میں جابر بن عبداللہؓ کے الفاظ ہیں اربع تکبیرات یعنی چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی۔ زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب پر نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھی گئی نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اس روایت کا دعا بعد نماز جنازہ سے دور کا تعلق نہیں اور نہ اس روایت سے زید بن حارثہؓ پر یا جعفر بن ابی طالبؓ پر نماز جنازہ اکیلے پڑھنا ثابت ہے نہ مل کر پڑھنا ثابت ہے اور نہ یہ روایت قابل احتجاج ہے جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت سے ظاہر ہے۔

حدیث نمبر ۳:۔ عن واثلہ بن اسقع قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رجل من المسلمین افسمعتہ یقول ان فلان ابن فلان فی ذمتك وجعل جوارك فقہ من فتنۃ القبر وعذاب النار وانت اھل الوفاء والحق اللھم اغفر لہ وارحمہ انك انت العلیم الغفور الرحیم۔ (ترجمہ) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسلمان آدمی پر ہمیں نماز جنازہ پڑھائی پس میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا۔ اے اللہ فلاں ابن فلاں (میت اور اس کے باپ کا نام) تیری امان میں ہے اس لئے کہ تجھ پر ایمان رکھتا ہے پس بچا اس کو فتنہ قبر اور دوزخ کے عذاب سے بیشک تو ہی وفا اور حق کا مالک ہے۔

اس روایت میں بعد صلوۃ الجنازہ اور کھڑے یا بیٹھ کر دعا مانگنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے اور کسی شارح حدیث نے نہ کسی فقیہ مجتہد نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ دعا بعد نماز جنازہ کے پڑھی یہ صرف تمہاری اور تمہارے حواریوں کی غلط تاویل ہے جس کا اس دعا سے کوئی تعلق نہیں اور اگر کسی نے یہ معنیٰ کئے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کرو ورنہ تمہارا یہ اجتہاد ھباءً منبثا ہو کر رہ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴:۔ میں ماسٹر صاحب نے لکھا ہے کہ ابن عبدالبر بسند حسن روایت کیا ہے کہ حضرت طلحہ بن براء انصاری رضؓ کا وصال ہوا، اور رات ہی کو دفن کر دیئے گئے صبح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔

ثم رفع یدیہ وقال اللّٰھم انی طلحۃ یضحک الیک وانت تضحک الیہ
اس حدیث کے پورے الفاظ نہیں لکھے گئے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر صاحب نے اس حدیث پر بھی کوئی تحریف اور تسویل کی چھری چلائی ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قبر پر جنازہ پڑھا تھا اس کے بعد قبر پر دعا مانگی تو قبر پر دعا، مانگنے کے ہم بھی قائل ہیں یہ وہ دعا نہیں ہے جو متصلاً بعد سلام کے مانگی جاتی ہے۔ اس روایت کے پورے الفاظ نہ لکھنا یہ بھی خیانت ہے تاکہ تمہاری چوری اور خیانت کا پتہ نہ چل جائے۔

حدیث نمبر ۳۔ لکھی جاچکی ہے اور نمبر ۴ بھی لکھی گئی اس کا جواب ہوگیا۔ نمبر ۵ حدیث ہے اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا مانگی جانے اس حدیث کو احادیث کی کتابوں میں پہلے درج کیا جاتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں اور ابن ماجہ میں اس کو پہلے لکھا گیا ہے اس کے بعد دوسری دعاء والی احادیث لکھی گئی ہے۔ ابن ماجہ میں لکھا ہوا ہے باب الدعاء فی صلوٰۃ الجنازۃ اور اس کو پہلے لکھنے کا مطلب یہ ہے جیسے الاعمال بالنیات کا ہے یعنی جب تم نماز جنازہ پڑھو اخلاص سے تم میت پر نماز کے اندر دعاء مانگو کیونکہ نماز جنازہ میں ضروری اور مقصودی چیز یہی دعا ہے کہ نیت میں یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں دعاء واسطے حاضر میت کے پس اس سے اذا شرط کے لئے ہے اور صلیتم ماضی ہے فاخلصوا امر ہے اور فاء جزائیہ اور تعقیبہ ہے وغیر ذلک۔ اس دعاء کے بعد اللھم اغفر لحینا والی دعا ہے۔ اور واثلہ بن اسقع والی درج کی گئی ہے جو نمبر ۳ میں لکھی گئی ہے ان سب دعاؤں کا مطلب یہی ہے کہ یہ دعائیں اندرون نماز جنازہ کی ہیں بعد کی نہیں۔ بعد کی دعاء ہوتی تو راوی اس حدیث کو اذا فرغتم من صلوٰۃ الجنازۃ فادعوا للمیت جیسے الفاظ ہوتے۔ جس طرح قرآن پاک میں فاذا قضیت الصلوٰۃ اور اذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ۔ یا اذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ۔ اس لئے ہر مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے عبارت کا بیان اس

قسم کا ہونا چاہیئے یہ کوئی چیز معتد بہ نہیں جس طرح تم ایسی غلط تاویل آیات کی کرتے پھرتے ہو کیا فقہاء امت میں سے چودھوی صدی تک اس مسئلہ کو اسی نے نہ سمجھا تھا اور نہ شراح حدیث نے اس مسئلہ کو واضح کیا کہ ان احادیث سے بعد نماز جنازہ کے دعاء کرنا میت کے لئے ثابت ہے ؂

زمن بر صوفی و ملا سلامے — کہ پیغام خدا دادند مارا
دلے تاویل شاں در حیرت انداخت — خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

مبتدعین کے دجل و فریب

مجوزین دعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ نے کئی طور پر اس دعاء کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور فقہاء کی عبارتوں پر تنقید کی ہے۔ احادیث کو اسی طرح تحریف معنوی سے بدل کر اس دعاء کے لیے ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً ہم نے تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ میں ثابت کیا تھا کہ یہ دعاء قرآن وسنت و تعامل صحابہ سے ثابت نہیں تو اس کا جواب اثبات الدعاء میں یہ دیا۔ (۱) عدم نقل سے عدم وقوع نہیں ہوتا۔ دوسرے (۲) ممانعت اس دعاء کی نہیں۔ اور اگر ہم نے اس کو بدعت کہا یا مکروہ ثابت کیا تو کہنے لگے (۳) یہ بدعت حسنہ یا بدعت ہدیٰ ہے بدعت ضلالہ نہیں، اور جب لا یقوم بالدعاء لہٖ فقہاء کی تصریح سے ثابت کیا تو کہنے لگے (۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعاء مانگنے کی نفی ہے بیٹھ کر دعاء مانگنا جائز ہے کیوں کہ کھڑے ہو کر دعاء مانگنے میں نماز میں زیادت کا شبہ ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں (۵) کہ بعد صلوٰۃ الجنازہ کے بعد سلام کا ذکر نہیں۔ اور اگر بعد تکبیر چہارم اور سوم کے دونوں الفاظ آجائیں تو کہتے ہیں (۶) کہ اس کی ضمیر تکبیر کی طرف جاتی ہے تکبیر چہارم اور سلام کے مابین دعاء مانگنا جائز نہیں۔ کبھی کہتے ہیں (۷) کسر صفوف کر کے دعاء مانگنا درست ہے یعنی کسر صفوف سے زیادت علی صلوٰۃ الجنازہ کا شبہ دور ہو جاتا ہے۔

مجوزین بالا [illegible] ات وجوہ انہوں نے اس دعاء کے جواز کے لئے پیش کی ہیں۔ اور

تمام فقہاء امت کو انہوں نے اس مسئلہ دعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ میں اپنی تاویلات اور تسویلات سے مورد طعن بنایا گویا ان کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ اس دعاء کے بارے میں صحیح فیصلہ دے سکتے۔ حالانکہ عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعاء کسی طرح جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ محیط باب الجنازہ میں روایت ہے۔

ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ۔ (ترجمہ: بیشک دعاء بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے۔

بحوالہ مرقاۃ ملا علی القاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھا ہے۔

لا یدعوا للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ۔ نہ دعاء مانگے کوئی واسطے میت کے بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ یہ نماز میں زیادت کے مشابہ ہے۔

بحر الرائق میں کنز الدقائق کی عبارت ودعاء بعد الثالثۃ یعنی "تیسری تکبیر کے بعد دعاء مانگی جائے" کے بعد

وقید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعوا بعد التسلیم۔ اس نے تیسری تکبیر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ سلام کے بعد دعاء نہ مانگے۔

ان تصریحات سے بالکل صاف واضح ہو رہا ہے کہ بعد نماز جنازہ تسلیم کے بعد کوئی دعاء نہ مانگی جائے۔ نہ کہ صفوف کے بعد نہ بیٹھ کر نہ کھڑے ہو کر یہ تمام حیلے اور بہانے بریلویت اور رضاخانیت کے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر میں بھی ہیرا پھیری کی ہے۔ اور احادیث پاک میں بھی من مانی ترمیم و تنسیخ کر دی، اسی طرح تصریحات فقہاء کرام میں اضافات شامل کر کے بدعات کو ترویج دینے کے لئے چور دروازہ کھول دیا نام بدعات کا بدعت حسنہ یا بدعت اچھی نام رکھ کر اس کو سنت کے پیرائے میں پیش کرتے ہیں۔ وغیرہ ذالك۔ ایں چہ بوالعجبیست؟

قرآن حکیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا اور اس قرآن حکیم سے آپ کا دین اسلام اور حکمت کی تمام نعمتیں آپ پر مکمل فرما دیں اور یہی دین آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لیے پسند فرمایا، اور اس دین میں کسی ایک اینٹ کی بھی کمی اور گنجائش نہ چھوڑی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہم کو یہ ہدایت فرمائی کہ اس دین میں نہ کوئی پچھلے مذاہب کی بات شامل کی جائے نہ کسی نئے مذہب کی بات داخل کی جائے۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّینُ الخَالِص۔ اللہ کا دین خالص رہنا چاہئے اس میں کسی اور چیز کو نہ ملایا جائے۔ ہم ایک واقعہ عہدِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش کرتے ہیں۔ سنیئے اور غور سے پڑھئے۔

چند حضرات یہود سے مثلاً عبداللہ بن سلام رضؓ اور ان کی پارٹی کے لوگ مشرف با سلام ہو گئے۔ ایک دن حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اونٹ کا گوشت حرام ہے اور ہمارے دین اسلام میں گوشت اونٹ کا کھانا واجب نہیں اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے دین میں ہفتہ کا دن معظم تھا اور ہمارے دین اسلام میں ہفتہ کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اسی طرح ہم کو قرآن حکیم کی تلاوت کا حکم واجبی ہے اور توراۃ کے پڑھنے سے ہم کو منع نہیں کیا گیا۔ ہم اونٹ کے گوشت کو حلال اعتقاد کرتے ہوئے عملاً ترک کر دیں اور ہفتہ کی تعظیم کرنے لگیں اور تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ توراۃ کی بھی تلاوت کرتے رہیں تو اس میں کیا حرج ہے بلکہ دونوں شریعتوں پر عمل ہو جائے گا اور اجر و ثواب بھی مضاعف ہو جائیگا۔

اس موقع پر حضور نبی اکرم علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیاطین انہ لکم عدو مبین۔ [ل]	اے ایمان والو اسلام میں پورے طور پر ہو کر داخل ہو جاؤ اور شیطانوں کے قدم بقدم نہ چلو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں تین چیزوں کا ذکر ہے جو شریعت موسوی میں اہم اور ضروری تھیں (۱) اونٹ کا گوشت حرام تھا (۲) ہفتہ قابل تعظیم تھا۔ اور تلاوت توراۃ ان کے لئے لازم تھی اور ضروری تھی ان کی پابندی یہودیوں پر واجب بھی تھی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اسلام میں ہمہ تن ظاہراً باطناً عملاً اعتقاداً داخل ہوجاؤ۔ موسوی شریعت کی رعایت نہ کی جائے اور نہ اس کی رعایت کرنے میں کوئی ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔

اسی آیہ کریمہ سے یہ قاعدہ اور ضابطہ بھی نکلتا ہے کہ جب موسوی شریعت جیسی اہم شریعت کو شریعت نبویہؐ میں داخل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تو پھر کسی نئی چیز کو دین اسلام میں داخل کرکے اس کو دین اور اسلام یقین کرنا اور اس پر عمل کرنا کب جائز اور صحیح ہوسکتا ہے پھر یہ امر قرآن حکیم سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بھی من جانب اللہ تھی لیکن اس کا کوئی کام بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے آج جائز نہیں ہوسکتا یہی بدعت کا حکم ہے وہ خواہ لوگوں کو پسند ہو یا ناپسند محبوب ہو یا غیر محبوب اس کا اجراء اس شریعت میں بالکل ناجائز ہے آخر ان یہودیوں کی شریعت میں ہفتہ کی تعظیم اور توراۃ کی تلاوت بھی مستحسن تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند نہیں فرماتے اور اب مبتدعین کی اس قسم کی بدعات اور محدثات جن کو وہ اپنی نظر میں حسنہ اور بدعت ہدیٰ یقین کرلیتے ہیں کب صحیح ہوسکتی ہیں؟ اور کب عند اللہ پسندیدہ ہوسکتی ہیں

اس کے بعد حضور نبی علیہ السلام کا ارشاد گرامی بھی اس کے ساتھ ہی سن لیجئے۔

جابر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ ایک نسخہ توراۃ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور کہا یہ نسخہ توراۃ کا ہے آپ خاموش رہے حضرت عمر رضؓ اس کو پڑھنے لگے حضور نبی علیہ السلام کا چہرہ متغیر ہوگیا پھر کہا حضرت ابوبکر رضؓ نے تیری مائیں تم کو گم کریں کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو غضب آلود نہیں دیکھتا پس دیکھا حضرت عمر رضؓ نے حضور علیہ السلام کے چہرے کی طرف اور کہا میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب اور رسول اللہؐ کے غضب سے ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے پر اور راضی ہوئے اسلام کے دین پر اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر پھر فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیًا وادرک نبوتی لاتبعنی (مشکوٰۃ ص۳۲)

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ ظاہر ہوں تم پر تو تم اس کی پیروی کرو گے اور چھوڑ دو گے مجھ کو البتہ گمراہ ہو جاؤ گے سیدھی راہ سے اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوۃ کو پالیتے تو وہ میری ہی اتباع کرتے۔

دوسری روایت جابرؓ میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

امتھوکون کما تھوکت الیھود والنصاریٰ لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی۔ مشکوٰۃ ص

کیا تم سرگردان ہوتے ہو جیسا سرگردان ہوئے تھے یہود و نصاریٰ اور میں تمہارے پاس شریعت بیضاء اور صاف لایا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

ان دو حدیثوں سے بھی یہ بات بالکل عیاں اور ثابت بالدلیل ہو چکی ہے کہ توراۃ جیسی مقدس کتاب کو بھی حضور نبی علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا کہ اس کو حضرت عمرؓ اپنے پاس لکھ رکھیں یا اس کو پڑھنے لگیں آپ کا چہرہ مبارک غضب آلود ہو گیا۔ پھر حضور کا فرمان کہ تم اگر موسیٰ علیہ السلام آجائیں تو اس کی پیروی کرو گے اور مجھے چھوڑ دو گے اس سے یہ اصل اور ضابطہ معلوم ہوا کہ شریعت مصطفویہ میں کسی اور شریعت نئی یا پرانی کو داخل کرنا یا جاری کرنا اس کو فرض واجب اور مستحب اور سنت سمجھنا قطعاً جائز نہیں ہے اور جو لوگ محدثات و بدعات کو دین اسلام میں داخل کر کے حسنہ خیال کر لیتے ہیں کیا ان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض نہ ہوں گے؟ بیشک قیامت کے دن حوض کوثر سے ان کو پانی نصیب نہ ہوگا اور حضورؐ بھی ان کو سحقًا سحقًا فرمائیں گے۔ کتنی صاف بات ہے کہ تورات مقدس کے پڑھنے سے بھی حضور ناراض ہیں، اور ان بریلویوں کی حسنہ اور سیئہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کب راضی ہوں گے ؎

ایں خیال است محال است و جنوں

ایک اور واقعہ اسی بدعت کے رد میں نہایت دھیان اور کان لگا کر سنئے۔
حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے لئے نرمی اور شفقت بنادی وہ ہر ایک سے نرمی اور خوش دلی سے پیش آتے تھے۔

ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا فاتینا الذین امنوا منھم اجرھم وکثیر منھم فاسقون۔

اور رھبانیت جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا ان پر مگر کیا انہوں نے رضامندی اللہ کی چاہنے کو پس نہ نباہا اس کو جیسا چاہیئے تھا نباہنا پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں ایمان دار تھے اجر ان کو دیا اور بہت ان میں سے نافرمان ہیں۔

اس آیت میں ابتدع کا لفظ آیا ہے جس کے معنے ہیں بدعت ایجاد کی ان کی بدعت رہبانیت تھی جو انہوں نے رضائے حق حاصل کرنے کے لئے اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اختیار کی تھی۔ ان کے دو فریق ہو گئے ایک تو ان میں ایمان دار اور اس رھبانیت کو طلب رضاء حق اور حفاظت دین کے لئے ہی اس پر قائم رہے اور انہوں نے اس رھبانیت میں کسی اور نامرضیہ کام کو مثلاً طلب ریاست وجاہ اور ہواء نفس اور اتباع شیطان کو اس درویشی میں داخل نہیں کیا اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے بظاہر رھبانیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا لیکن درپردہ ہواء نفس واتباع شیطان میں پھنس کر جادۂ اعتدال سے دور ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ان میں مومن تھے اور درویشی کو جس غرض کے لئے اختیار کیا تھا اسی دائرہ کے اندر رہے اور حد سے تجاوز نہ کیا ان کو ہم نے اجر دیا اور جو اس درویشی کی پوری رعایت نہ کر سکے وہ اکثر فاسق ہی رہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بدعت اس کام کو کہا جاتا ہے جو دین میں نیا کام جاری کیا جائے، اور اس کو دین بھی سمجھ کر اس میں ثواب کی امید رکھی جائے۔ اس کے ترک کرنے والے پر ملامت کی بوچھاڑ کی جائے دیکھو رہبانیت درویشی نصاریٰ نے

اس وقت کے کافروں کی دھمکی اور جبر و تشدد سے ڈر کر اختیار کی تھی لیکن بعض ان میں سے اس کی رعایت نہ کر سکے۔ پس مرائی کو ثواب ملا اور غیر مرائی فاسق ہوئے جس سے یہ قاعدہ بھی حاصل ہو گیا کہ بدعت خواہ اچھی بھی ہو بری نہ ہو اس میں بھی ضلالت کا خطرہ موجود ہے، اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر بریلوی میلاد النبی میں کچھ ایسی چیزیں شامل کر لیتے ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ جلوس نکالے جاتے ہیں جلوس میں تماشے، باجے، ٹانگے، گھوڑے اور گتکہ بازی اور کئی قسم کی کھیلیں شامل ہوتی ہیں جو دین میں نہیں ہوتیں۔ بلکہ دین اسلام کو بدنام کرنے کا شائبہ رکھتی ہیں یا ایک شیعہ اپنے کلمہ میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ۔ اور ان میں اشہد ان علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل اور حی علی خیر العمل بڑھا لیتا ہے اور بریلویت کے پجاری اذانوں سے پہلے صلوٰۃ وسلام پر زور دے لیتے ہیں۔ حالانکہ صلوٰۃ وسلام کو جاری ہونے تھوڑے دن ہوئے ہیں اور یہ وباہی بانس بریلی سے اٹھی ہے اور چھا گئی ہے اور پاکستان بننے کے بعد پھر اس کو یار لوگوں نے فرض واجب تک کا درجہ دے رکھا ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر شیعہ اذان میں اضافہ کر لیں تو وہ قابل ملامت ہیں اور خود ملامت کے قابل نہیں اصل بات یہ ہے کہ اپنا عیب کسی کو نظر نہیں آیا کرتا۔

پھر یہ لوگ بریلوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی فعل کے ترک کو سنت نہیں سمجھتے صرف ان کے امر کو یا قول وفعل کو سنت گردانتے ہیں بار بار یہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ ممانعت کی دلیل دکھاؤ یا کہتے ہیں کہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل نہیں حالانکہ آپ کا کسی کام کو ترک کر دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام امر شریعت سے نہیں ہے۔

اُمر بالمعروف وَنہی عَنِ المُنکر

قرآن پاک میں یہ الفاظ کئی دفعہ تکرار سے آتے ہیں۔ معروف کے معنے معلوم عند الشرع اور منکر کے معنے غیر معلوم عند الشرع کے ہیں۔ جس طرح معرفہ کسی چیز معین کو کہا جاتا ہے

اور نکرہ (ناشناسائی) کسی چیز غیر معین کو کہا جاتا ہے۔ ہر چیز جس کا ذکر قرآن وسنت میں آچکا ہے وہ معروف ہے چاہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول فعل سے ثابت ہو یا ترک سے یا تعامل صحابہ سے یا استنباط ہو وہ امر بالمعروف ہے اور اس کے برعکس جو قرآن وسنت اور تعامل صحابہ یا قرآن حکیم وسنت سے استنباطاً ثابت نہ ہو وہ منکر غیر معلوم عند الشرع اور غیر ثابت عند الشرع ہوگا۔ امر معروف کے تحت تمام وہ چیزیں آجاتی ہیں جن کا ذکر قرآن حدیث اور تعامل صحابہ اور ائمہ فقہا کی تصریحات میں آجاتا ہے مثلاً عقاید ایمان عمل، اخلاق وسیر۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ عزیمت رخصت، تقویٰ۔ احسان۔ مروت۔ ترک، فعل وغیرہ اور نہی عن المنکر میں تمام وہ چیزیں آتی ہیں جو غیر شرع ہوں مثلاً کفر شرک۔ بدعات۔ رسوم قبیحہ۔ فسق وفجور۔ بے حیائی۔ بداخلاقی، نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان کا ترک کر دینا سنت ہے اور واجب ہے اللہ تعالیٰ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت	تم بہترین امت ہو تم لوگوں کے لئے لایا
للناس تامرون بالمعروف	گیا ہے کہ تم ان کو معروف کا حکم کرتے ہو
وتنهون عن المنكر وتومنون	اور غیر شرع برے کام سے روکتے ہو اور
بالله۔	اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الرسل ہیں اور جو آپ پر کتاب نازل ہوئی وہ خیر الکلام ہے اور خیر الهدى هدى محمد ہے اسی طرح آپ کی امت بھی خیر الامم ہے اور اس امت کا وصف خاص یہی ہے کہ یہ امر بالمعروف کرتے رہتے ہیں اور نہی عن المنکرات غیر شرع کاموں سے کرتے ہیں۔ بدعات رسومات قبیحہ شرک کفر فواحش ظاہرہ و باطنہ سب قابل ترک ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقف ما ليس لك به علم	اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو
ان السمع والبصر والفواد كل	بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کی

اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ پ۱۴ : س سے پوچھ ہوگی۔

اس آیت کے تحت وہ تمام باتیں جو یقینی اور صحیح علم سے معلوم نہ ہوں آجاتی ہیں مثلاً سنی سنائی باتیں جن پر بلا سوچے سمجھے حکم لگایا جائے یا عمل کرنا شروع کر دیا۔ خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی بدعات ومحدثات پر عمل درآمد کرنا۔ ان دیکھی اور ان سنی چیزوں کو سنی ہوئی دیکھی ہوئی تبلانا، غیر معلوم کو معلوم تبلانا اور یہ کہنا کہ میں جانتا ہوں وغیر ذالک کیونکہ کان آنکھ۔ دل جیسے اعضار سے دن قیامت کے سوال ہوگا کہ تم نے ان قوی کو کہاں کہاں خرچ کیا تھا بے موقع تو خرچ نہیں کیا تھا؟

اب ان بریلویوں رضاخانیوں کا حال ان آیات کی روشنی میں دیکھئے کہ یہ کس طرف اور کونسے بھیانک جنگل میں سرگرداں ہو رہے ہیں بدعات، محدثات ومنکرات غیر شرع کاموں میں اتنا انہماک رکھتے ہیں کہ الاماں۔ تمام صحابہ کے تعامل واجماع۔ قرآن حکیم اور سنت نبویہ علیہ السلام کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے۔ بدعات ومنکرات کی اشاعت وترویج میں رات دن لگے رہتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ نماز جنازہ ان سے چھوٹ جائے اور ساتھ ہی نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعاء کرنا ترک ہو جائے تو پھر تم اس نماز جنازہ کی قضاء دیتے ہو یا اس کے بعد متصلاً نماز جنازہ کی دعا جو رہ گئی ہے اس کی قضا دینے سو اگر تم اس نماز جنازہ کی بعد میں قضا نہیں دیتے اور ایک نہیں ہزاروں جنازے تم سے ترک ہو جاتے ہیں ان کی تم قضا نہیں دیتے تو تم اس نماز جنازہ پر کس طرح قیاس کرتے ہو کہ یہ نماز بھی مثل دوسری فرائض مکتوبات کے فرض ہے اور اس کے بعد یعنی نماز جنازہ کے بعد بھی دوسرے فرائض کی طرح ضرور دعاء مانگنی چاہیئے یہ قیاس بالکل فاسد ہے قابل قبول نہیں، اور جو کچھ فقہاء احناف نے لکھا ہے بالکل حق ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیر چہارم اور سلام کے بعد دعاء مانگنا مکروہ ہے نہ یہ محض تمہارا فقہاء کرام پر الزام ہے اور تم ان کی توہین کرتے ہو کہ ان کو اتنا بھی علم نہیں تھا کہ یہ دعاء جائز ہے یا ناجائز بدعت ہے یا مستحب اور سنت اور پھر تم نے یہ بھی ایک بہانہ بنایا کہ اس کی ممانعت نہیں

ارے میاں جس کا وجود اور ثبوت نہیں اس کی ممانعت کیسے ہو۔ کئی کام حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہیں۔ مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا تو اس کے قبلہ بنائے جانے کا ثبوت بھی ہے اور پھر تحویل قبلہ سے اس کی ممانعت بھی ثابت ہوگئی۔ جب یہ بدعت نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنے کی موجود نہیں اس کا حکم ہی نہیں تو پھر مخالفت کیسی۔ اسی طرح فجر کی دو سنتیں موجود فی الحکم ہیں۔ ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز صبح کے فرضوں کے بعد روک دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا حکم موجود نہ ہو اس کی ممانعت کیسے ہوگی۔ مستحب کی تعریف ماسٹر صاحب نے بہار شریعت کے حوالے سے اثبات الدعاء کے صفحہ ۳۴ پر لکھی ہے کہ "اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً حرج نہیں۔

(ماسٹر صاحب نے یہاں ہرج ہائے ہوز سے لکھا ہے یہی سبق آپ بچوں کو دے رہے ہیں) اب میں پوچھتا ہوں کہ ماسٹر صاحب جو لوگ یہ دعاء نہیں مانگتے وہ تو تمہارے آقا کی تصریح کے مطابق مورد طعن نہ رہے کیوں کہ ان کا حرج نہیں نہ ان پر گناہ کا الزام ہے۔ اور اگر فقہاء احناف کی تصریحات اور بالاجماع تصریحات کے موافق یہ دعاء بعد نماز جنازہ بدعت ہوئی تو آپ کے کان۔ آنکھ۔ اور دل اور ہاتھ جن سے تم لکھتے ہو اور زبان جس سے تم بدعت کی نشر واشاعت کر رہے ہو سب کو پوچھا جائے گا اور ان سب اعضاء کو دو عذاب ہوں گے ایک بدعت پر عمل کرنے کا اور دوسرا اس کی نشر واشاعت اور ترویج کا اور پھر جو تمہارے کہنے سے اس بدعت پر عامل ہوگا۔ اس کا گناہ آپ پر ہوگا۔

ہر بوالہوس کو بدعت و محدث ہے شیر و قند
وہ سوئے رسول کو ہوتا نہیں پسند۔
سنت کا اس کے دل میں نہیں کوئی احترام
بدعت کے پاؤں چومتا ہے یہ نیازمند

صحابہ کرام تابعین و اتباع تابعین

حضرات خلفاء راشدین اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو کام اپنے تفقہ و قیاس سے کیا ہے اور اجتہاد و استنباط سے کیا ہے وہ بھی سنت ہے۔ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کے بارے میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کلھم عدول اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ فرمایا ہے۔

وکذالك جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا

اور اسی طرح بنایا ہم نے تم کو امۃ معتدلہ تا کہ تم لوگوں پر حق کی گواہی دو اور رسول تم پر بھی گواہی دے۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انتم شھداء اللہ فی الارض (مشکوٰۃ ۱۴۵)

تم اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو زمین میں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے شہداء ہیں اور عدول اور امۃ وسط (معتدلہ) وہ دنیا و آخرت میں گواہ ہیں گواہی عدول کی مقبول ہوا کرتی ہے۔ دنیا و آخرت میں ان کی گواہی عنداللہ مقبول ہے ا[illegible] کا تعا[illegible] ہمار[illegible] لیے حجت[illegible] حجت ہے اور وہ ہمارے لئے سنت بھی ہے۔ اگر کسی کام کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے وہ بھی [illegible] ہے اور اگر کسی کام کو نبی علیہ السلام نے بالکل ترک رکھا یا کبھی ترک کیا وہ بھی سنت ہے اسی طرح صحابہ کا فعل اور ترک بھی ہمارے لئے سنت بھی ہے اور حجت بھی جیسا کہ شاہ عبدالحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین کی شرح میں فرماتے ہیں۔

پس ہرچہ خلفاء راشدین بداں حکم کردہ باشند اگرچہ باجتہاد و قیاس ایشان بود موافق سنت و اطلاق بدعت برآں نتواں کرد جنانچہ فرقہ زالیہ کنند۔ اشعۃ اللمعات ص ۱۳۰

جس چیز کے بارے میں حضرات خلفاء راشدین نے حکم دیا ہے اگرچہ وہ حکم ان کے قیاس و اجتہاد سے صادر ہوا ہو وہ بھی سنت کے موافق ہے لہٰذا اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز صحیح نہیں ہے جیسا کہ فرقہ [illegible] کرتا ہے

غنیۃ الطالبین صنا؛ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۶۱ھ اہل سنت والجماعت کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔

المومن اتباع السنۃ والجماعۃ	مومن پر لازم ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت
فالسنۃ ماسن رسول اللہ صلی اللہ	کی پیروی کرے۔ سنت وہ چیز ہے جو آنحضرت
علیہ وسلم والجماعۃ ما	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قولاً وفعلاً قرار دی اور
اتفق علیہ الصحابۃ فی خلافۃ	جماعت وہ (احکام ہیں جن پر) حضرات صحابہ
الائمۃ الاربعہ۔	کرام نے خلفاء اربعہ کی خلافت میں اتفاق کیا

اور یہی اہل سنت والجماعت کا وہ گروہ ہے جو ہر قسم کی بدعات و منکرات سے پاک ہے۔

چنانچہ علامہ سید سند علی بن محمد الجرجانی الحنفی المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں۔

اھل السنۃ والجماعۃ ھم خال	یعنی اہل سنت والجماعت کا گروہ ہی ایسا ہے
عن بدع شرح مواقف ص۶۷۲	جن کا مذہب بدعات سے خالی ہے۔

حافظ ابن الاثیر عزالدین علی بن محمد المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

والصحابۃ یشارکون سائر الرواۃ	حضرات صحابہ کرام تمام راویوں میں تمام
فی جمیع ذلک الا فی الجرح والتعدیل	باتوں میں شریک ہیں مگر جرح وتعدیل میں نہیں
فانھم کلھم عدول لا یتطرق	کیونکہ حضرات صحابہ کرام سب کے سب عادل
الیھم الجرح لان اللہ عزوجل	اور حقہ ہیں ان پر جرح نہیں کی جا سکتی۔ اس
ورسولہ زکاھم وعدلاھم۔	لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان
وذلک شھود لا یحتاج للذکر	کی پاک بازی اور تعدیل بیان فرما دی ہے اور
اسد الغابہ حرفۃ الصحابۃ ص۲	یہ ایک مشہور بات ہے جس کے ذکر کی ضرورت نہیں

الغرض حضرات صحابہ کرام امت کے لئے حق و باطل، خیر و شر، سنت و بدعت اور ثواب وعتاب وغیرہ امور کے پرکھنے کی کسوٹی اور معیار حق ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا وہ حق اور سنت، اور باعث نجات ہے۔ اور ان کا ہر قول و فعل ہمارے لئے سنت ہے اور حجت بھی ہے۔ اور وہی ہمارے لئے فلاح اور ترقی کی راہ ہے۔ ان کی خلاف ورزی ہمارے لئے تباہی و بربادی

کی راہ ہے۔

فتح الباری ج۲ ص۲۲۶ پر امام ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ان اهل السنة والجماعة متفقون	اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق
علی ان اجماع الصحابة حجة -	ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا اجماع حجت ہے

اجماع کے حق اور صحیح ہونے پر ارباب اصول نے سیر حاصل بحث کی ہے چنانچہ مشہور اصولی شیخ الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی المتوفی ۴۸۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

فصار الاجماع کاٰیة من الکتاب او	پس ہوگیا اجماع جیسے قرآن کریم کی آیت یا حدیث
حدیث متواتر فی وجوب العمل و	متواتر جیسے یہ واجب عمل وعلم میں ہے اسی طرح
العلم فیکفر جاحدہ فی الاصل اصول بزدوی ص۲۴۱	اجماع بھی ہے۔ اجماع کا منکر کافر ہوگا۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین واتباع تابعین جو قرون مشہود لہا بالخیر ہے ان کا عمل اور قول یا کوئی کام ہو تم اہل سنت کے لئے حجت ہے اور جس طرح حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح صحابہ کی سنت اور طریق پر بھی عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ حضور کے قول وفعل یا ترک سے حاصل کیا ہے یا قرآن حکیم اور قولی فعلی اور تقریری سنت سے استنباط کیا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول امت معتدلہ اور شہداء اللہ تھے اور انہوں نے جو حاصل کیا وہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ کے اسوۂ حسنہ اور سنت عادلہ سے اخذ کیا ہے۔ اس لئے ان کے اجماع کے منکر کو شیخ الاسلام نے کافر کہا ہے۔

حضور علیہ السلام امت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے علم۔ عمل۔ اخلاق۔ حیا۔ تقویٰ۔ صبر۔ شکر۔ حلم وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے اپنی صحبت ورفاقت کے زمانہ میں سفر۔ حضر۔ ہجرت۔ جہاد وغیرہ میں اخذ کرتے رہے۔ حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا کوئی عمل یا قول یا ان کا کسی کام کو ترک کرنا سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات یا تفقہ فی الدین یا استنباط کے ذریعے ہی ہم تک پہنچا ہے بلکہ کتاب منزل من اللہ بھی مسلمانوں کو جو قرآن ہی کی نقل وحفاظت س... ت حاصل ہوئی ان کی دیانت وتقویٰ کا یہ حال تھا کہ ان کو اللہ

تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بہترین سند سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ رتبہ عنایت فرمایا کہ قول۔ فعل یا فعل کا ترک ہمارے لئے سنت قرار دیا۔ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدینؓ اس بات پر شاہد ہے نبی کی بات سچی عطاء اللہ ہوتی ہے وہ اپنی خواہش یا کسی کی خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔

قال مولانا علی القاری فی شرحہ للمشکوٰۃ۔ جلد اصفحہ والمتابعۃ کما تکون فی الفعل تکون فی الترک ایضًا	کہا مولانا علی القاری نے شرح مشکوٰۃ میں اور متابعت جیسا کہ حضور کے فعل کی ہوتی ہے۔ اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات بالصراحت ثابت ہوتی ہے کہ حضور کا فعل اور ترک فعل دونوں سنت ہیں اور آپ کے فعل کی متابعت ضروری ہے اور آپ کے کسی کام کو ترک کر دینے کی سنت کی متابعت ضروری اور لازمی ہے اور اگر ترک کی سنت کو نہ مانا جائے گا تو اس دین میں جو کہ کامل اور اکمل ہے اور کئی اور چیزوں کے داخل ہونے کا امکان ہے۔ جیسا کہ بریلوی حضرات اور زائغین نے یہ رٹ لگا رکھی ہے کہ اس دعا بعد نماز جنازہ کی ممانعت نہیں ہے حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس دعا کو نہ مانگنا ہی خود ممانعت کی اہم دلیل ہے اگر یہ دعا بعد نماز جنازہ کے جائز ہوتی تو ضرور اس دعا کو اپنے قول و فعل سے جاری فرما دیتے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو اور شرع کے کسی امر کو نہ چھپا سکتے تھے نہ اس امر سے خاموش رہ سکتے تھے۔ آپ اللہ کے نبی تھے اس قسم کا کوئی آپ کو ڈر نہیں تھا نہ آپؐ کو کوئی لالچ تھا کہ وہ اس دعا بعد نماز جنازہ کو چودھویں صدی کے زائغین کے لئے چھوڑ گئے تھے کہ وہ اس بدعت کو خود جاری کر لیں گے اور اس کا نام بدعت حسنہ یا بدعت ہدی رکھ لیں گے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مشہود لہا بالخیر میں بھی اس کا وجود نہیں تھا۔ نہ ان میں سے کسی نے یہ دعا مانگی نہ اس پر ان کا اجماع ہوا۔ انہی اصول کے ماتحت فقہاء احناف رحمہ اللہ علیہم نے چند اور چیزوں کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان کا وجود اور ثبوت بھی سابقون اولون مہاجرین و انصار اور تابعین کے زمانے میں نہ تھا اور وہ اب بھی ناجائز اور بدعت ہیں۔

مثلاً صاحب مجالس الابرار رقمطراز ہے۔

ان فعل ما فعله عليه السلام سنة	بیشک جس چیز کو نبی علیہ السلام نے کیا ہے۔
كذالك تركه ما تركه عليه السلام	اس کا کرنا سنت ہے۔ ایسے ہی جس چیز کو
مع وجود المقتضى و عدام	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترک کیا ہے۔
المانع سنة ايضا مثل الاذان	اس کا مقتضا ہونے کے باوجود بغیر عذر کے
فى الجمعة وتركه فى العيدين	اس کا ترک کر دینا بھی سنت ہے۔ جیسا کہ
كلاهما سنة۔	جمعہ میں اذان سنت ہے اور اذان کو ترک
(مجالس الابرار ص۱۳۵)	کرنا عیدین میں سنت ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عدم ثبوت ترک کی دلیل ہے نیز عدم فعل کراہت اور عدم جواز کی علامت ہے۔ اسی طرح شرع کا ساکت ہونا یعنی قرآن۔ سنت صحابہ کی سنت سب ساکت عن البیان ہوں تو یہ بھی عدم جواز اور کراہت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ ہدایہ باب العیدین میں ہے۔

لا يتنفل فى المصلى قبل صلوٰة	نہ نفل پڑھے عیدگاہ میں نماز عید سے قبل کہ
العيد لان النبى عليه السلام	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود حرص رکھنے
لم يفعله مع حرصه على الصلوٰة۔	نماز کے نہیں پڑھے۔

حضور نبی علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ میں اٹھارہ نمازیں عید کی پڑھائی ہیں اور کسی ایک نماز عید کے قبل نفل ادا نہیں کئے یہی دلیل قبل از نماز عید کے نوافل کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی ہے جو فقہا نے تصریحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۱۴۹ پر فرماتے ہیں کہ اتباع وحی باید کرد کہ بسا امر محمود کہ در حد

ذات فضیلت دارد اما در خصوص	کہ وحی کی اتباع کرنی چاہیے کیونکہ بہت سے
مقام وارد شدہ و درست نیامدہ	امور فی نفسہ محمود ہوتے ہیں اور فضیلت رکھتے
والزیادۃ فی مثلہ نقصان فی	ہیں مگر خصوصی مقام میں ان کا ثبوت نہیں ہوتا

الحقیقۃ کما یزاد فی الاذان	وہ درست نہیں ہوتے۔ پس زیادتی ایسی چیز
محمد رسول	میں حقیقت میں نقصان وہ ہے جیسے اذان میں
اللہ بعد	لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کی زیادتی
التھلیل	نقصان دہ ہے۔

اسی طرح مشکوۃ شریف کے صفحہ ۴۰۶ پر ہلال بن یساف سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سالم بن عبید کے پاس تھے کہ ایک آدمی نے قوم میں سے چھینک ماری پس کہا اس نے السلام علیکم پس کہا اس کو سالم نے وعلیک وعلیٰ امک۔ پس گویا اس آدمی نے اس بات کو برا منایا اپنے جی میں پس کہا سالم نے میں نے وہی بات کہی ہے جو نبی علیہ السلام نے فرمائی تھی یعنی علیک وعلیٰ امک پس جس وقت چھینک مارے تم میں سے کوئی ایک۔

فلیقل الحمد للہ رب العالمین ومن	پس جب چھینک مارے ایک تم میں سے
یرد علیہ یرحمک اللہ ولیقل	پس کہے الحمد للہ رب العالمین اور جواب
یغفر اللہ لی ولکم۔	دے وہ کہے یرحمک اللہ پھر وہ یغفر اللہ
(رواہ الترمذی وابوداؤد)	لی ولکم۔

اسی طرح ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ وسلام علیٰ رسول اللہ۔ تو ابن عمر نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ وسلام علیٰ رسول اللہ لیکن اس مقام پر ہم کہتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ مشکوۃ ص۴۰۶

دیکھو ان روایات میں سالم بن عبیدہ نے اس آدمی کو سلام علیک سے روک دیا اور حضرت ابن عمر نے الحمد للہ کے ساتھ سلام علیٰ رسول اللہ سے روک دیا اور صرف الحمد للہ رب العالمین پر کفایت کر لینے کا حکم صادر فرما دیا۔ حالانکہ السلام علیک اور سلام علیٰ رسول اللہ دونوں کلمے حسن اور محمود ہیں۔ لیکن یہاں ان الفاظ کے کہنے کا مقام نہیں تھا۔ اس لئے ان کو روک دیا۔ اس زیادت کو پسند نہ فرمایا اور جو سنت میسر تھی اس کو ہی نکھار کر جاری کر دیا۔ یہ ہے احیاء سنت۔ نیا طریقہ ایجاد کرنے کا نام احیاء سنت نہیں۔ جس کو حضور نے کیا ہی نہیں ہے۔

ان تمام محولہ بالا روایات سے چند اصول کا استخراج ہوتا ہے۔جن سے فقہی اصول استنباط کئے گئے ہیں اور فقہاء امت نے ان زیادتیوں کو خاص خاص مقامات میں ناپسند اور مکروہ گردانا ہے۔

۱۔ حضور نبی علیہ السلام کا فعل بھی سنت ہے۔صحابہ کا فعل بھی سنت ہے۔

۲۔ حضور نبی علیہ السلام نے جس کام کو ساری زندگی ترک رکھا۔وہ شریعت میں منع ہے۔اس کا جواز نہیں۔

۳۔ جو اس وقت دین نہ تھا وہ آج بھی دین نہیں۔جیسا کہ امام مالک کا قول ہے فما لم یکن یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا (الاعتصام شاطبی ۲ج) اور امام مالک کا دوسرا قول یہ ہے

۴۔ لن یاتی آخر ھذہ الامۃ باھدی مما کان علیہ اولھا یعنی اس امت کے آخری لوگ زیادہ ہدایت یافتہ اپنے پہلے یعنی صحابہ تابعین اور اتباع تابعین سے نہیں ہیں

۵۔ التزام اس چیز کا کرنا جو ضروری نہ ہو مکروہ ہے۔جیسے مسجد میں ایک جگہ کا معین کر لینا

عبادات میں اپنی طرف سے زیادت کرنا مکروہ ہے۔

عبادات میں یا احکام میں آگے پیچھے ارکان یا وظائف کا کرنا درست نہیں۔جیسا کہ کوئی شخص دوسری سورت کے بعد الحمد اللہ رب العالمین سورہ فاتحہ پڑھے یا سری بنادے یا سری کو جہری بنادے۔

۸۔ جب ایک چیز دائر ہو سنت اور بدعت کے مابین تو اس میں ترجیح بدعت کو ہوگی یعنی اس کو چھوڑنا ضروری ہوگا۔جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ رد المختار ص۶۴۵ ج۱

۹۔ اور جس کام کو آپ نے کبھی کبھی ترک کیا وہ اب ہمارے لئے بھی کبھی کبھی ترک کرنا سنت ہے۔

۱۰۔ دلائل اور اصول شرع چار ہیں۔۱۔کتاب اللہ۔ ۲ سنت رسول اللہ ۳۔اجماع امت۔ ۴۔قیاس۔

۱۱۔ احکام شرع کے آٹھ ہیں۔۱۔حلال ۲۔حرام ۳۔مکروہ تحریمہ ۴۔مکروہ تنزیہہ۔

۵۔ فرض ۶۔ واجب ۷۔ سنت ۸۔ مستحب۔

۱۲۔ وہ گناہ کی بات ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے سینے میں تردد پیدا کرے۔ الاثم ما حاك فی نفسك وتردد فی صدرك۔ (مشکوٰۃ ص۳۲) وہ گناہ ہے

۱۳۔ حلال کو حرام بنانا اور حرام کو حلال بنانا یا ان کو مکروہ تحریمہ یا تنزیہہ بنانا جائز نہیں۔ فرض کو واجب اور واجب کو فرض بنانا یا سنت کو فرض واجب بنانا درست نہیں۔ اسی طرح مستحب کو یا مباح کو فرض واجب کی طرح سمجھا جائز نہیں جیسا کہ محمد طاہر المفتی مجمع البحار کے ص۲۴۳ پر لکھتے ہیں۔ (ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع من رتبتہ) یعنی مندوب بھی کراہیت میں بدل جاتا ہے۔ جب اس کا رتبہ بڑھا دیا جاتے اور علامہ حلبی اور علامہ حموی تصریح فرماتے ہیں۔ کل مباح یودی الیہ مکروہٌ۔ کہ ہر مباح جسے لوگ سنت سمجھیں وہ مکروہ ہو جاتا ہے (کبیری ص۶۶۶ والاشباہ والنظائر ص۵۷) اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے ص۱۲ جلد۲ میں مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف علی بدعۃ و منکر۔	کہا طیبی نے جو شخص مندوب پر اصرار کرے اور اس کو لازم قرار دے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو اس کو شیطان کے گمراہ کرنے سے حصہ مل گیا۔ یہ مندوب کا حال ہے اور جو پہلے ہی سے بدعت اور منکر ہو۔ اس کا کیا حال ہو گا۔

ماسٹر صاحب اور دیگر ناظرین کرام ان تمام اصول، قواعد و ضوابط شرعیہ کو بنظر غائر دیکھیں کہ کیا یہ دعا بعد نماز جنازہ جو کہ نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔ نہ صحابہ۔ تابعین اتباع تابعین اور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہاء کی تصریحات سے اس کا کوئی نشان یا نقل یا کوئی اثر ملتا ہے اور بریلوی لوگ اس کو عزم بالجزم سے بلکہ فرض واجب سے بھی اہم سمجھ کر یہ دعائیں مانگتے ہیں اور اسی طرح کی اور چیزیں بھی انہوں نے چودھویں صدی کے

آغاز میں سے شروع کر رکھی ہیں۔ان کو اپنی عاقبت خراب کرنے سے بھی کوئی دریغ نہیں آیا کہ جس کو تمام امت کے فقہاء کرام نے بالاتفاق ممنوع اور بدعت یا مکروہ فرمایا۔ ہم کیوں بانس بریلی کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اللہ اور رسول کی شریعت حقہ سے منہ پھیر رہے ہیں اور اللہ کے مکمل دین میں وہ چیزیں شامل کر رہے ہیں۔ جن کا التزام شریعت حقہ سے ثابت نہیں ہے

ان اصول و قواعد سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اذان کے کلمہ لاالٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہنا جائز نہیں۔کوئی چھینک مارے تو اس کو الحمد للہ رب العالمین کے سوا اور کلمہ مثلاً السلام علیک کہنا یا بسم اللہ وسلام علی رسول اللہ کہنا جائز نہیں بلکہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق الحمد اللہ علیٰ کل حال کہنا جائز ہے اور اسی طرح نماز عیدین کے پہلے اذان نہیں اور نوافل نہیں حضور نے بعد نبوت عیدین کے پہلے نہ اذان دلوائی نہ نفل پڑھے اور ان کے بعد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے بھی عیدین کے قبل نہ اذان دلوائی اور نہ نفل پڑھے اور یہی مذہب فقہاء امت کا ہے۔ اسی بناء پر وہ تمام تصریحات میں فرماتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مقام اس دعا کے مانگنے کا نہیں کیونکہ اس کو حضور علیہ السلام نے بھی پسند نہیں فرمایا یا اس کا من جانب اللہ وحی کے ذریعے اشارہ ہو جاتا تو آپ ضرور فرماتے کیونکہ آپ ہر کام وحی کے حکم کے مطابق ہی عمل میں لاتے تھے یا زبان پر لاتے تھے اور یہ بھی نہیں کہ شریعت مکمل نہیں اس میں اور نئی چیزیں داخل ہو سکتی ہیں۔ شریعت بفضلہ مکمل اور اکمل ہے اس میں کئی نئی پرانی چیز کا اضافہ یا زیادت کسی طرح جائز نہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی پھر دیکھ لیجئے من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو ردٌ۔ جو نئی چیز ہمارے امر (شریعت) میں داخل کرے گا جو اس (امر شریعت) میں سے نہ ہوگی وہ مردود ہے۔ اس سے واضح تر ممانعت اور کیسی ہو سکتی ہے اور بریلوی ہیں کہ یہی رٹ لگائے پھرتے ہیں کہ ممانعت نہیں ممانعت نہیں۔ اور اس حسنہ اور حسینہ بدعت کو کبھی کسی حال میں چھوڑنا ہی پسند نہیں اور پھر اس کی پابندی کرنے اور ہر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے پر اتنا اصرار کہ نماز جنازہ (فرض کفایہ) رہ جائے تو بیشک رہ جائے مگر یہ دعا بعد نماز جنازہ نہیں بند ہونی چاہیئے۔ ان کے اس اصرار اور تکرار نے یہ بات

بالکل ظاہر ہوتی ہے کہ یہ اس دعا کو فرض سے بھی زیادہ اہم اور ضروری سمجھتے ہیں۔

جب میں نے تحقیق الدعا لکھی تھی ان کے مولوی صاحبان نے یہ چیز بھی پیش نہیں کی تھی کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا زیادت علیٰ صلوۃ الجنازہ کی وجہ سے جائز نہیں۔ اب یہ بریلوی اور ماسٹر یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذر کہ ہم کھڑے ہو کر دعا نہیں مانگتے ہم بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ کھڑے ہو کر دعا مانگنا تو زیادت ہے۔ مگر بیٹھ کر دعا مانگنا زیادت نہیں اور اسی طرح ایک اور بہانہ انہوں نے بنالیا ہے کہ ہم کسر صفوف کر کے دعا مانگتے ہیں۔ اور لا یقوم بالدعا لہٗ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اس میں کھڑے ہونے کی نفی ہے۔ دعا کی نفی نہیں ہے اور ہم بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں وغیرہ ذالک۔

ہم ان بریلوی مولویوں اور ان ماسٹروں سے پوچھتے ہیں کہ یہ نہ کھڑے ہو کر دعا مانگنے بیٹھ کر دعا مانگنے کی شرط جو تم لگا رہے ہو یا کسر صفوف کی شرط جو تم لگا رہے ہو اس کا حوالہ آپ نے کوئی نہیں دیا کہ فلاں مجتہد نے فلاں کتاب میں اس شرط کی تصریح کر دی ہے کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا تو زیادت نماز جنازہ پر ہونے کی وجہ سے ناجائز و مکروہ ہے لیکن بیٹھ کر اور کسر صفوف کے بعد دعا مانگنا درست اور جائز ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا اور نہ اس چودھویں صدی کے مجتہد کا انہوں نے نام لیا ہے نہ اس سے پہلے مجتہدین فقہاء کی اس بارے تصریحات پیش کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ صدیوں تک جتنے محدثین اور فقہاء اور صحابہ اور تابعین تبع تابعین وغیرہ گزر چکے ہیں۔ ان سب کے پیش نظر یہ شرائط اس دعا بعد از جنازہ کے بارے میں کوئی نہ تھیں۔ یہ صرف بریلوی علماء کے حصے میں آئی ہیں۔ کہ وہ خود ایجاد کر کے امر شریعت میں داخل کر لیں تاکہ بقول ان کے دین مکمل نہیں تھا۔ اب ان ہی لوگوں کے اضافات اور زیادات سے دین مکمل ہوگا۔

جواب لا یقوم و کسر صفوف

پہلے بھی میں اس لا یقوم پر بحث کر چکا ہوں۔ اور لغت کے اعتبار سے اس کے کئی معنے ہیں۔ جو احادیث اور قرآن حکیم کی آیات سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ قیام لیل۔

قیام رمضان کے معنے لغت کے اعتبار سے یہ ہیں رات کو کھڑا ہونا اور رمضان شریف میں کھڑا ہونا۔ لیکن قرآن۔ حدیث اور شریعت کی اصطلاح میں صرف کھڑا ہونا مراد نہیں بلکہ ان الفاظ سے رات کو نماز تہجد پڑھنا اور رمضان شریف میں نماز تراویح کا پڑھنا مراد ہے اسی طرح اقیموا الصلوٰۃ کا معنی لغت کے اعتبار سے نماز کو کھڑا کرو لیکن شریعت اور قرآن کی اصطلاح میں اس سے ہمیشہ نماز پڑھنا مراد ہے اور لما قام عبد اللّٰہ یدعوہ اور جس وقت اللہ کا بندہ دعا یعنی عبادت کرنے لگتا ہے اور یوم یقوم الحساب جس روز حساب ہو گا وغیرہ ذالک۔ اب یہ بات ان بریلویوں کو خود سوچنی چاہیئے کہ سورۃ مزمل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرمایا:۔

ان ربك يعلم انك تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك۔

بیشک رب تیرا جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات سے کم یا نصف اس کا یا ایک تہائی رات کو اٹھتا ہے اور ایک جماعت تیرے ساتھ۔

تو کیا اس آیت میں صرف کھڑا ہونا ہی مراد ہے یا نماز پڑھنا مراد ہے اسی طرح ہم نے

لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ المزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

نہ مانگے کوئی دعا بعد نماز جنازہ کے کیونکہ وہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

اور اسی طرح مرقاۃ ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ میں لکھا ہے۔

لا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

نہ دعا مانگے کوئی نماز جنازہ کے بعد کیونکہ وہ دعا نماز جنازہ میں زیادت کے مشابہ ہے۔

اب دونوں روایتوں میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں تصریح موجود ہے کہ نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعا نہ مانگنی چاہیئے اور ان دونوں میں کسر صفوف اور بیٹھ کر دعا مانگنے کی بھی کوئی تصریح نہیں ہے ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے جاہل کے لئے تو کئی دفتر علم وحکمت کے بھی بے سود ہوتے ہیں۔

کھڑے ہو کر دعا مانگنے کو تم بھی زیادت اور ناجائز سمجھتے ہو باقی کسر صفوف کا مسئلہ رہ گیا اس کے بارے میں بھی صحیح فیصلہ مغنی ابن قدامہ کی روایت میں دیکھ لیجئے۔

روی عن مجاھد انه قال اذا صلیت فلا برح مصلاک حتی ترفع قال ورئیت ابن عمر لا یبرح من مصلاہ اذا صلی علی جنازۃ حتی یراھا علی ایدی الرجال قال الاوزاعی لا ینقض الصفوف حتی ترفع الجنازۃ۔

ص ۴۹۲

روایت کیا گیا مجاہد سے تحقیق اس نے کہا۔ جس وقت تو نماز جنازہ پڑھے بس نہ ہٹ اپنی جگہ سے حتیٰ کہ جنازہ اٹھایا جائے۔ کہا اس نے میں نے دیکھا حضرت عبداللہ بن عمر کو وہ قائم رہتے تھے اسی نماز کی جگہ پر جب وہ نماز پڑھتے تھے۔ کسی جنازہ پر حتیٰ کہ وہ دیکھ لیں لوگ اس جنازہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا چکے ہیں۔ حضرت امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ صفوں کو نہ توڑا جائے یہاں تک کہ جنازہ اٹھایا جائے۔ (مغنی ابن قدامہ)

ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب دیکھ لیں کہ حضرت مجاہدؒ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور امام اوزاعی تو کسر صفوف کی اجازت ہی نہیں دیتے اور یہ وہ دعا کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مانگتے ہیں۔ اس روایت میں بھی اس دعا بعد نماز جنازہ کے عدم جواز اور مکروہ ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ ذرا تامل کی ضرورت ہے نیز نماز جنازہ ایک وجہ سے تو نماز ہے لیکن اکثر وجوہ کے اعتبار سے یہ دعا و استغفار للمیت ہے اس لئے مساجد کے لئے ایسے الفاظ آئے ہیں کہ بنی لاداء المکتوبات کہ مسجدیں مکتوبات نمازوں کے لئے بنائی گئیں۔ مکتوبات نمازیں بالاصل ہیں۔ اور باقی بالتبع مساجد میں ادا کی جاتی ہیں۔ اگر یہ مکتوبات مساجد میں با جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا تو مسلمانوں کے لئے مرکزی مقام کوئی نہ ہوتا۔ دوسری نمازیں جہاں کہیں چاہتے پڑھ لیتے نماز جنازہ کو مکتوبات پر قیاس کر کے بعد از نماز جنازہ کی دعا کو ثابت کرنا محال ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں اور نہ نماز جنازہ کو دوسری مکتوبہ نمازوں کے بعد کسر صفوف کی ضرورت ہے۔ فرائض مکتوبہ میں تو بعد سنن و نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ اس میں تو فرائض کی جگہ کو چھوڑ کر کسر صفوف کر کے نماز پڑھنا درست ہوگا لیکن یہ نماز جنازہ کے کسر صفوف کرنے اور بیٹھ کر دعا مانگنے کا کوئی جواز نہیں۔ نہ کسی

روایت سے ثابت ہے نماز جنازہ کے اندر نہ قرات فاتحہ نہ قراۃ باقی سورۃ نہ رکوع نہ تسمیع، نہ تحمید نہ قومہ نہ سجدہ نہ جلسہ استراحت نہ تسبیحات نہ التحیات ،آگے میت ہے جس کے سامنے نہ رکوع ہوسکتا ہے نہ سجدہ الخ۔ اس لئے نماز جنازہ حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم اور رب العزت کی طرف سے وحی سے ایک نماز مکتوبہ سے الگ صورت ہیں ثناء درود شریف اور دعا للمیت والمسلمین کیلئے مقرر کی گئی ہے۔ تو جس طرح مکتوبہ نمازوں کی جماعت ہوجانے کے بعد اسی وقت اسی جگہ اسی حالت میں اذان۔ اقامت کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح دعا للمیت میں بعد نماز جنازہ کے اسی جگہ اسی طرح جماعت کے ساتھ دعا مانگنا مکروہ اور بدعت ہوگا۔ اس دعا کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ دعا اہم اور فرض کفایہ ہے کہ بغیر دعا کے جنازہ نہیں ہوتا جب اس دعا للمیت کے بعد اسی جگہ پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعا مانگی جائے گی تو اس اہم اور فرض کفایہ دعا کا ضرور استخفاف ہوجائے گا۔ اسی استخفاف کی وجہ سے اور دوسرا فرمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کہ ہر بدعت رافع سنت ہوتی ہے یہ دعا بھی بدعت ہوگی۔ تو اس دعا کے بدعت ہونے کی تین علتیں ہوئیں۔ ایک استخفاف سنت دوسری رافع سنت تیسری اسی شان و شوکت سے با جماعت اور اس دعا کو ضروری اور اہم سمجھنا۔ بس ان تین علتوں کی بنا پر یہ دعا بدعت ہوگی اور مکروہ اور چوتھی علت یہ بھی ہے کہ اس دعا سے شریعت ساکت ہے اس سے بھی اس دعا کے ناجائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک اور وجہ مجھے یاد آگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دعا للجنازہ کا جو طریقہ بتایا اس میں یہی کھڑا ہونے کا طریقہ ہی بہتر اور موزوں تھا اور کوئی طریقہ بیٹھ کر دعا مانگنے کا ہوتا تو وہ بھی حضور کو بتا دیا جاتا جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بیٹھ کر دعا کرنا میت کے لئے درست نہیں ہوگا۔ قبر پر بھی کھڑے ہو کر دعا مانگی جاتی ہے۔ زیارت قبور میں بھی کھڑے کھڑے دعا مانگی جاتی ہے نہ یہ بیٹھنے کا تعامل نہیں۔

نیز لا یقوم سے یہ ثابت کرنا کہ کھڑے ہو کر دعا کرنا زیادت ہے۔ اور بیٹھ کر دعا کرنا جائز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی قرآن حکیم کے الفاظ لا تقم علی قبرہ کا یہ معنی لے گا کہ اس

سے قبر پر کھڑا ہونا منع ہے بیٹھنا منع نہیں۔ اسی طرح مسجد ضرار میں آپ کو جانے اور کھڑا ہونے سے ان الفاظ سے منع فرمایا دلا تقم فیہ ابدًا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس مسجد میں کھڑا ہونا تو درست نہیں بیٹھنا جائز تھا۔ یہ سب بریلویوں کی غلط تاویلات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب دعا نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے اور زیادت علی السنۃ ہونے اور بدعت و مکروہ ہونے کے چند اور وجوہ لکھے جاتے ہیں۔ فانظروا واعتبروا۔

وجہ اول:- دعا بعد نماز جنازہ قرآن کریم کی کسی آیت سے عبارتًا یا دلالتًا یا اشارۃً ثابت نہیں ہوتی۔

وجہ دوم۔ اثبات الدعا بعد صلوۃ الجنازہ کے بارے میں تمام کتب احادیث میں ایک روایت بھی نہیں۔

وجہ سوم۔ کسی محدث نے باب الدعا بعد صلوۃ الجنازہ کا عنوان قائم نہیں کیا نہ اس کا کوئی اشارہ کیا ہے۔

وجہ چہارم۔ کسی صحابی۔ تابعی سے ثابت نہیں کہ اس نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگی ہو۔

وجہ پنجم۔ کسی مجتہد امام نے کسی آیت یا روایت سے دعا بعد نماز جنازہ کو استنباط کر کے جائز قرار نہیں دیا۔

وجہ ششم۔ فقہ کی کسی مشہور و مستند کتاب میں دعا بعد نماز جنازہ کا جواز ثابت نہیں۔

وجہ ہفتم۔ تیرھویں صدی کے آخر تک کسی مفتی یا فقیہہ نے اس دعا کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

وجہ ہشتم۔ قرآن کریم کی آیت لا تصل علیٰ احد منھم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبرہٖ سے بطریق اشارۃ النص کے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے۔

وجہ نہم۔ فقہ کی اکثر و بیشتر کتابوں سے بیان ضرورت کے ضابطہ کے تحت نماز جنازہ کے بعد دعا کی نفی مستنبط ہوتی ہے۔

وجہ دہم :- اصول فقہ کی کتب میں مذکور ہے کہ السکوت فی موضع البیان بیان للنفی بیان کے موقع پر اور ضرورت کے موقع پر خاموش رہنا نفی اور ممانعت کی علامت ہے

(تلک عشرۃ کاملہ)

اثبات نفی الدعا بعد صلوۃ الجنازہ

ثبوت نمبر ۱:- ویسلم بعد التکبیرۃ الرابعۃ ولا یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ۔ (قاضی خاں ص۹)

اور سلام کہنے بعد تکبیر چوتھی کے اور نہ کہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ (یعنی دے ہم کو اے رب دنیا میں بھلائی)

ثبوت نمبر ۲- ویسلم عقبھا بلا دعاء بعد التسلیمتین۔

وبعد تکبیر چہارم کے دونوں طرف سلام پھیرے اور دعا نہ مانگے۔ ملتقی الابحر ص۱۸۴

ثبوت نمبر ۳- دوجی بعد درود پڑھیئے۔ تریجی بعد دعا۔ چوتھی بعد سلام کہیئے۔ ورت دعا نہ کا!

بعد فراغ نماز جنازے ڈھیل دعا نہ کریئے

نال شتابی چا کر میت کوں قبر دے دھریئے! (انواع بارک اللہ)

ثبوت نمبر ۴ - لا یدعوا بعد التسلیم

نہ دعا مانگے بعد تسلیم کے۔

مسائل مہمہ ص

ثبوت نمبر ۵ - لا یجوز الفاتحہ علی المیت قبل الدفن۔

نہیں جائز فاتحہ میت پر دفن کرنے سے پہلے۔

جامع الفواید ص۶۴

ثبوت نمبر ۶ - بعدہ ایستادہ نماند برائے دعا۔

فتاویٰ برہنہ ص۳۵۹

ثبوت نمبر ۷- لا یقوم الرجل بالدعاء

نہ ٹھہرے آدمی دعا کے لئے بعد

بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ قد دعا مرۃ لانہا اکثر صلوٰۃ الجنازۃ الدعاء

نماز جنازہ کیوں کہ وہ ایک بار دعا مانگ چکا ہے کیونکہ اکثر نماز جنازہ دعا ہی ہے۔

محیط برھانی ورق ۳۲۷ ص ۲۔

ثبوت نمبر ۸۔ لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعاء مرۃ۔ فتاویٰ سعدیہ ج۔ ص۸

نہ ٹھہرے دعا کے لئے بعد نماز جنازہ کے کیونکہ اس نے ایک دفعہ دعا مانگ لی ہے۔

ثبوت نمبر ۹۔ لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ۔

فتاویٰ بزازیہ ج۴ ص۸۳۔ بحر الرائق ج۲ ص۱۸۳۔

ثبوت نمبر ۱۰۔ لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

کشف الرمز علی الکنز سید الحموی ص۱۳۱

نہ کھڑا ہو بعد نماز جنازہ کے کیونکہ وہ زیادت کا شبہ رکھتی ہے نماز میں۔

ثبوت نمبر ۱۱۔ اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء۔ فتاویٰ سراجیہ ص۲۳

جب فارغ ہو جائے نماز سے نہ کھڑا ہو دعا کے لئے۔

ثبوت نمبر ۱۲۔ بعد از تکبیر چہارم سلام در راست وچپ بگوید و دراں حال دو دست بکشاید و بعد از سلام بقرآۃ قرآن و ہیچ دعا مشغول نہ شود کہ مسنون نیست۔

(مصباح الہدایہ قلمی ص۲۵)

بعد تکبیر چہارم کے سلام دائیں بائیں کہے اور اسی وقت دونوں ہاتھ کھول دے اور بعد سلام ساتھ قرأۃ قرآن و کسی دعا کے مشغول نہ ہو کہ سنت نہیں ہے۔

ثبوت نمبر ۱۳۔ (درمقام آخر گوید) حضرات از طحاوی آوردہ است کہ بعد از

(اور دوسرے مقام میں) حضرات میں طحاوی سے روایت لاتے ہیں بعد از

سلام راست وچپ امام چیزی خواندنی نیست۔ (مصباح الہدیٰ)

سلام دائیں بائیں امام کو کوئی چیز پڑھنے کی نہیں ہے۔

ثبوت نمبر ۱۴۔ درکراهت خواندن دعاء بعد از نماز جنازه درکنز وذخیره مے آرد که خواندن دعا بعد از نماز جنازه مکروه است زیرا که مشابه بزیادتی میشود (حاشیہ زاد الآخرة ص۳ فصل ۱۶-)

دعاء بعد نماز جنازہ کی کراہت کا ذکر کنز وذخیرہ میں آتا ہے کہ پڑھنا دعاء کا بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے کیونکہ مشابہ زیادتی کے ہوجائے گا۔ نماز ادا کرنا جنازہ پر کامل تمریات ہے۔

ثبوت نمبر ۱۵۔ لا یدعوا بعدہ ای (بعد التسلیم) صفحہ ۷۳ وفی صفحہ ۷۷ ولا یدعوا بعد السلام۔ درهم الکیس۔

نہ دعا مانگے بعد اس کے یعنی بعد تسلیم کے ص۷۳ اور صفحہ ۷۷ پر ہے۔ نہ دعاء مانگے بعد سلام کے۔ (درہم الکیس۔)

ثبوت نمبر ۱۶۔ لا یدعوا بعد السلام۔ اے ولا یقوم الامام بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة وعلیه الفتویٰ (کذا فی مجموعة الفتاویٰ) (حاشیہ جواهر النفیس ص۳۳)

نہ دعاء مانگے بعد سلام کے یعنی نہ ٹھیرے امام ساتھ دعاء کے بعد نماز جنازہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اسی طرح مجموعۃ الفتاویٰ میں۔ (حاشیہ جواہر النفیس ص۳۳)

ثبوت نمبر ۱۷۔ کرہ صلوٰة الجنازة فی مسجد جماعة وکذا القیام بعدها بالدعاء لانه یشبه الزیادة فیها۔ (رجابته الغفته ص۱۳۹)

مکروہ ہے نماز جنازہ جماعت والی مسجد میں اور اسی طرح مکروہ ہے ٹھیرنا دعاء کے لئے نماز جنازہ کے بعد کیونکہ یہ مشابہ زیادت کے ہے بیچ نماز کے۔

ثبوت نمبر ۱۸۔ ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ۔ (حاشیہ شرح الیاس صـ۲۳)
بے شک دعاء بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے۔ (حاشیہ شرح الیاس)

ثبوت نمبر ۱۹۔ در بعض کتب نوشتہ کہ بعد از نماز جنازہ نشستہ یا ایستادہ دعاء خواندن مکروہ است کمانی مسائل جہہ کہ بعد از نماز جنازہ بزودی او را دفن کنند و در دعاء وغیرہ کردن تاخیر کردن نہ دفن می آید۔ (وجیز الصراط صـ۲۴)
بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد نماز جنازہ کے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعاء پڑھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ مسائل مہر میں ہے۔ بعد نماز جنازہ کے جلدی اس کو دفن کردیں دعاء وغیرہ گزارنے میں دفن کرنے میں دیر ہو جائے گی۔

ثبوت نمبر ۲۰۔ وت سلام بجے اتے کھیے آکھے وت ہور دعا کھلو کے نہ پڑھے کیونکہ ہور دعاء پڑھنی بدعت ہے بعد جنازے دے (پکی روٹی صـ۵۵)
وت سلام بجے اتے کھیے آکھے وت ہور دعاء کھلو کے نہ پڑھے کیونکہ ہور دعاء پڑھنی بدعت ہے بعد نماز جنازے دے۔

ثبوت نمبر ۲۱۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بذل الجوائز میں لکھتے ہیں کہ ذخیرہ کبریٰ میں ہے
لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ: (بذل الجوائز صـ۹ بحوالہ ذخیرہ کبریٰ)
نماز جنازہ کے بعد دعاء کے لئے نہ ٹھیرے۔

مزید تبصرہ

ان تمام فقہاء کی تصریحات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ بعد نماز جنازہ کے کوئی دعاء پڑھنی مکروہ۔ بدعت اور مشابہت بالدعاء الصلوٰۃ ہے اس لئے بعد کی دعاء نہ مانگنی چاہیئے اور ثبوت نمبر ۱۹ میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعاء کرنا بھی مکروہ لکھا ہے۔ اس تصریح سے ماسٹر صاحب

کا اور ان کے ہم مشرب ساتھیوں کا مذرفلگ کہ کھڑے ہو کر دعا رنہیں مانگنی چاہیئے بیٹھ کر دعا ر بعد نماز جنازہ کے مانگنی جائز ہے اور مستحب ہے وہ بھی تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا، اب ماسٹر صاحب کوئی اور پناہ گاہ مکانوں کے گوشوں میں عنکبوت کی طرح تلاش کریں گے جیسا کہ وہ پہلے بھی کئی پناہ گاہیں بنا چکے ہیں اور بناتے رہیں گے۔

مزید تسلی کے لئے ہم وہ جگہ بھی اور وہ سنہ بھی بتلائے دیتے ہیں جس سال اور صدی میں یہ وبا بریلی سے پھوٹ کر مہاجرین کے ساتھ ساتھ جراثیم کی طرح پاکستان میں اور ہندوستان میں پھیلی دوسرے ممالک اسلامیہ میں اب تک اس وبار کے جراثیم نہیں پہنچے۔

سب سے پہلا شخص جس نے نماز جنازہ کے بعد دعار کے جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی ہیں جنہوں نے چودھویں صدی کے اوائل میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے ٹھیک تیرہ سو برس ۱۳۱۱ھ میں اس امر محدث کو امت کے اجماعی فیصلہ کے علی الرغم جائز قرار دیا ہے اور ہوا پرست لوگوں کے طریق پر بدعت کے جواز پر دلائل کا اختراع کیا ہے اور ابتداع کا دروازہ تمام بریلویوں اور مبتدعین کے لئے کھول دیا ہے اب ہر ایک ماسٹر اور غیر ماسٹر اور صوفی نیم ملا اسی راستے گامزن ہو رہے ہیں العیاذ باللہ۔

خانصاحب بریلوی نے فقہار کی عبارات میں بعید از قیاس تاویلات کی ہیں۔ پھر خانصاحب بریلوی کے بعد دوسرا نمبر مفتی احمد یار وغیرہ کا ہے۔ جنہوں نے خانصاحب بریلوی کی تقلید کی اور انہی کا مسلک اختیار کیا اور گوناگوں شبہات پیدا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کو پریشان کر دیا۔ ان کے شبہات فیلق الشیطان فی امنیتہ کے مشابہ اور ان کے استدلات ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ کے مصداق کچے دھاگے سے زیادہ کمزور اور تار عنکبوت سے زیادہ ناپائدار اور ان کی تاویلات جادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق کی تصویر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے خانصاحب بریلوی نے دو فتوے جاری کئے تھے پہلا عدم جواز دعار کا بعد نماز جنازہ کے اور دوسرا جواز دعار

کو بعد نماز جنازہ کے۔

پہلا فتویٰ خاں صاحب بریلوی نے عدم جواز کا دیا اس صورت میں دیا کہ جب جنازہ پڑھنے والے امام اور مقتدی بعد نماز اسی ہیئت پر کھڑے ہو کر دعا کریں تو ناجائز ہے جیسا کہ انہوں نے بذل الجوائز کے صہ۹ پر بحوالہ ذخیرۃ الکبریٰ لکھا ہے لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔ (یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھیرے) خانصاحب بریلوی بھی دعا بعد نماز جنازہ کے اثبات پر کوئی قرآن وحدیث سے ثبوت پیش نہیں کر سکے نہ ان کو کوئی دلیل مل سکی۔ البتہ فقہاء کرام رح کی عبارات میں ہیر پھیر کر کے چونکہ چنانکہ اور چنانچہ کی گردان کرتے ہوئے سادہ لوح معتقدین کو اعتبار دلاتے رہے۔ اور بیٹھ کر دعاء یا کسر صفوف کے بعد دعاء کا ثبوت پیش نہیں کیا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش   من انداز قدت را مے شناسم

خانصاحب بریلوی نے لا یقوم کے دو معنے کئے ہیں ایک کھڑے ہونے کے اور دوسرے ٹھیرنے کے خانصاحب لکھتے ہیں "دلائل احکام پر نگاہ ڈالی۔ معانی قیام کے دو نظر آئے برپا ایستادن کہ مخالف خفتن ونشستن کے ہیں وتوقف ودرنگ کردن کہ قبائل عجلت وشتاب ہے۔"

البوارق صہ۱۰۔ ماسٹر صاحب کی حالت زار دیکھئے کہ ان کے آقا خانصاحب لا یقوم کے معنے ٹھیرنے توقف ودرنگ کردن، کے کردیں تو ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ ان کی ہر ادا ان کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب تحقیق الدعاء میں لا یقوم کے معنی ٹھیرنے کے دیکھ پاتے ہیں یا دعاء مانگنے کے دیکھ لیتے ہیں تو انہیں ہرگز گوارا نہیں ہوتا اور اپنی کتاب میں صہ۱۰ پر اپنا اعمال سیاہ کرتے ہوئے ہیرا پھیری کا الزام لگاتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے حضور نبی علیہ السلام کو سورۃ مزمل میں حکم ہوا قم اللیل۔ انک تقوم تو اس کے معنے نماز پڑھنے کے مراد ہوں گے یا صرف کھڑا رہنے کے میں نے آگے لغت کے اعتبار سے کئی معنے لکھ دیتے ہیں۔ ماسٹر صاحب کو لا یقوم سے صرف دعاء کی نفی مقصود ہے کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر ہو کسر صفوف سے ہو یا بغیر کسر صفوف کے اور میں نے بچشم خود

دیکھا تھا کہ تم نے کس وقت عزیزم سرفراز حسین مرحوم کا جنازہ پڑھایا تھا تو تم سب بریلویوں نے کب کسر صفوف کرکے دعاء مانگی تھی یہ سب تمہاری ہیرا پھیریاں ہیں اور کچھ نہیں۔ اب کچھ ایسے حوالے فقہاء کرام کی تصریحات کے دوبارہ دیکھ لو کہ ان میں لایقوم کا لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ نہ زیادت کی تعلیل ہے۔

(۱) ثبوت نمبر ۱۹۔ بعد از نماز جنازہ نشستہ وایستادہ دعاء خواندن مکروہ است۔

(۲) لا یدعوا بعد التسلیم۔ اس میں لفظ قیام نہیں۔ (۲) حاشیہ قدوری میں ہے ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ۔ اس میں قیام نہیں۔

(۳) مسائل عبرمیں ہے لا یدعوا بعد التسلیم اس میں بھی نفی دعاء بلفظ قیام نہیں ہے

(۴) مصباح الہدایہ قلمی صہ ۲۵ بعد از سلام بقرأۃ قرآن وہیچ دعاء مشغول نشود کہ مسنون نیست اس میں بھی لایقوم نہیں اور نہ زیادت کا لفظ ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ سنت نہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس مقام پر دعاء مانگنا سنت نہیں اور ماسٹر بدعت کو سنت بنا رہے ہیں دیا للعجب

(۵) نفع المفتی والسائل میں ہے ای صلوۃ یکرہ الدعاء بعدھا قول ھی صلوۃ الجنازۃ۔ اس میں بھی لایقوم نہیں۔

(۶) مصباح الہدایہ میں ہے مضمرات از طحاوی نقل آوردہ کہ بعد از سلام راست ہیچ چیزے خواندنی نیست اس میں لایقوم نہیں۔

(۷) برحاشیہ تجہیز الجنازۃ صہ ۴۳ و صہ ۴۴ میں ہے لا یدعوا بعد سلام اس میں بھی لایقوم نہیں۔ (۷) فتاویٰ سعدیہ میں ہے بعد نماز جنازہ دیگر دعا خواندن از کراہت خالی نیست اس میں بھی لایقوم نہیں اور نہ ان میں شبہ زیادت کی تعلیل موجود ہے۔

اگر ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب بریلوی یہ جرأت رکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ فقہاء کرام کی اتنی کثیر تعداد میں فقہ کی کتابیں موجود ہیں ان کی کتابوں سے ایک دو حوالے پیش کرو جن میں یہ تصریح موجود ہو کہ بعد نماز جنازہ وتسلیم کے بیٹھ کر اور کسر صفوف کرکے دعاء مانگنا سنت ہے، اور یہ سنت صحابہ۔ تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، ائمہ فقہاء سے متوارث چلی آرہی ہے اگر آپ ایسا ثبوت پیش کردیں تو ہم آپ کو آٹھ آنے بطور انعام

دے دیں گے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

اور کھڑے ہو کر دعا، تو تم بھی ناجائز اور زیادت کے مشابہ کہتے ہو۔ اگرچہ اس سے پہلے کسی بریلوی نے کھڑے ہو کر دعا کا ناجائز اور زیادت ہونا نہ تسلیم کیا تھا نہ اس کا فتویٰ دیا تھا بس ان کو بریلی سے تار آتے ہیں پھر سے کوئی نئی بات نکال لیتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نقشبندی مجددی نہیں رہے۔ بلکہ انہوں نے خان بندی کی تقلید کورانہ شروع کر لی ہے۔

باب پنجم

بدعت پر نقد و تبصرہ

لغت کے اعتبار سے ہر نئی چیز کو اور نئی ایجاد کو بدعت کہنا ٹھیک ہے اور کہا جاتا ہے لیکن شرع میں اس کو بدعت کہنا چاہیئے جو صدر اول حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تابعین و تبع تابعین کے زمانہ مشہود لہا بالخیر میں نہ پایا جائے۔ ان کا زمانہ امانت، صداقت، عدل، دیانت میں درایت و تفقہ میں، استنباط احکام و اصابت آرائے و اجتہاد میں پچھلے تمام زمانے کے لوگوں سے سبقت لے گیا اور یہ بقرون اولون کہلائے ہیں ان کے قول و فعل کو سنت کہا جاتا ہے اور کہلا جانا چاہیئے اور جو چیزیں اس زمانے کے بعد جاری ہوئیں اور شریعت میں داخل کر کے ان کو فرض، واجب، سنت مستحب سمجھ لیا گیا وہ سنت ھدیٰ نہیں ہو گی بلکہ بدعت ہو گی جیسا کہ تحقیق الدعا میں پہلے لکھ دیا گیا ہے حنفا کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک و مذہب ہے۔ ماسٹر صاحب نے بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں اس کے بعد بدعت حسنہ کی تین قسمیں بنائی ہیں بدعتؔ واجب۔ بدعتؔ مستحب، بدعتؔ جائز اور بدعت سیئہ کی صرف دو قسمیں بیان کی وہ (۱) بدعت اعتقادیہ (۲) بدعت مکروہ۔

جواب اس کا کئی طرح سے ہے۔

اولاً اس عبارت میں شوافع کے مذہب کی رعایت کی گئی ہے اور ان کا بیان معلوم ہوتا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ اس میں یہ بھی لکھا ہے واما مکروھۃ کزخرفۃ

المساجد وتزئین المصاحف یعنی عند الشافعیۃ واما عند الحنفیہ فمباح واما مباحۃ کالمصافحہ عقیب صلوۃ الصبح والعصر ای عند الشافعیۃ ایضًا والا عند الحنفیہ فمکروہ ۔ (ترجمہ) اور مکروہ ہے جیسا کہ مساجد میں ملمع کے نقش ونگار اور مصاحف کو سجانا شافعیہ کے نزدیک اور حنفیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

اس عبارت میں سے عند الشافعیہ وعند الحنفیہ دونوں جگہ سے ماسٹر صاحب نے جان بوجھ کر یہ الفاظ چھوڑ دیئے ہیں اور مکروہ کو مباح اور مباح کو مکروہ بنا دیا ہے اور کچھ عبارت اس کے بعد بھی جان بوجھ کر چھوڑ دی ہے وہ یہ ہے کہ قد اختلف فی کراھیۃ بعض ذالك کما قد مناہ ۔ (ترجمہ) تحقیق اختلاف کیا گیا ان چیزوں کی کراہیت میں بعض نے یہ ہیرا پھیری ماسٹر شبیر کی ہے تاکہ اصل بات پر پردہ ہی پڑا رہے اور ہم کتمان حق اور تلبیس حق کے جرم سے بری ہو جائیں ؎

رات کو پی صبح کو توبہ کر لی — رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ثانیًا جو تعریف بدعت کی ہم نے تحقیق الدعا میں کی تھی وہی ٹھیک اور درست ہے۔ تمہاری اس تعریف میں تمام بدعات آجائیں گی چاہے وہ بدعات حسنہ ہوں یا بدعات سیئہ۔ ہر شخص جو بدعت نکالتا ہے یا اس پر عمل کرتا ہے وہ حسنہ ہی سمجھتا ہے اس کو سیئہ نہیں سمجھتا اور اس کے پاس کچھ دلائل بھی اس کے حسنہ ہونے کے موجود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

افمن زین لہٗ سوء عملہ فراٰہ حَسَنًا۔ — جس شخص کو اس کا برا کام زینت دیا گیا ہو وہ اس کو حسن دیکھتا ہے۔

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کے علم وعقل میں تفاوت ہوتا ہے کئی انسان اچھے کام کو اچھا اور حسن ہی خیال کرتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں جو بری (سیئہ) کو بھی حسنہ تجویز کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ قدریہ ۔ جبریہ کو یہی بیماری لاحق ہوئی تھی کہ انہوں نے ضروریات دین کا انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے مجوس ھذہ الامۃ کہلائے ۔ قدریہ بھی یحسبون انھم یحسنون صنعًا ۔ یہی

خیال کر بیٹھے کہ ہم اچھے کام کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ بُرا کام تھا۔ ماسٹر صاحب! جس چیز کو تم پسند کرو گے یا حسنہ سمجھو گے وہ حسنہ نہ ہوگی۔ وہی چیز حسنہ اور پسندیدہ ہوگی جس کو خدا اور رسول ص نے ہمارے لیے پسند کیا۔ دیکھو تم نے اپنے باپ کی قبر پختہ بنائی اور اس پر اچھاڑ چڑھائے یا چڑھوائے یا منت نذر و نیاز اس پر چڑھنے لگی اس کام کو تم نے حسنہ یا بدعت حسنہ سمجھا یا سنت نبی اکرم علیہ السلام کی سمجھا ہے اگر اس فعل کو جو تم نے کیا ہے نبی علیہ السلام کے فرمان کے سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام خلاف سنت ہے اور بقول تمہارے جو خلاف سنت ہو وہ بدعت ضلالہ ہے پھر اس بدعت ضلالہ کے تم عامل ہوئے اور سنت نبی علیہ السلام کے تم تارک بھی ہوئے۔

حضرت جابر رض روایت کرتے ہیں۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ صحیح مسلم ص۳۱۲	منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ قبر پکی بنائی جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے اور اس پر کوئی مکان بنایا جائے۔

جس سے ثابت ہوا کہ پکی قبریں بنانا نبی علیہ السلام کے حکم کے خلاف ہیں اور آپ نے تجصیص قبور سے منع فرمایا ہے تو آپ کا پکی قبر بنانا سنت کے اور نبی علیہ السلام کے امر کے خلاف ہوا۔ یہ قصور آپ کا صرف نہیں، آپ کے اکثر و بیشتر افراد خصوصاً جو تم میں سے گدی نشین اور پیرزادہ ہیں ان کی ضرور پکی قبریں بنائی جاتی ہیں اور ان پر کئی مفاسد شروع ہو جاتے ہیں۔ قبور کو سجدے کئے جاتے ہیں ان پر چڑھاوے اور نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہیں حالانکہ قبروں کو سجدہ کرنا بھی حضور علیہ السلام کے فرمان کے خلاف ہے اور نذر و نیاز ان کے نام کی دینی اور چڑھانی وہ بھی بالکل منع ہے کیونکہ نذر و نیاز غیر اللہ کی اور صاحب قبور کی عبادت ہو جاتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے اور ظلم عظیم جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ لیکن آپ ہیں کہ اس کو مزے سے کھاتے ہیں

اور نام اس کا ایصال ثواب رکھا ہے کہ ہم پر کوئی اعتراض نہ کر سکے تم سب کا نعرہ ہی یہی ہوتا ہے کہ نذر اللہ نیاز حسین، جس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ آپ کے نزدیک جیسے اللہ کی نذر جائز ہے اور صحیح ہے بعینہ اسی طرح نذر ونیاز امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی جائز ہے اور کار ثواب ہے آپ لوگوں نے امام حسین رض کو بھی خدا کے ساتھ اس نذر ونیاز میں جو کہ خاص عبادت ہے اس میں شریک ٹھہرالیا۔ اسی بات سے یہ ثابت اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ بار بار ممانعت کی رٹ لگاتے ہو اس میں قبر پکی بنانے میں تو صریح ممانعت بھی موجود ہے۔ اور ایک اور اس میں قباحت موجود ہے وہ یہ کہ صرف نبی علیہ السلام میں یہ خصوصیت تھی کہ ان کو اسی حجرے میں جس میں آپ نے رحلت فرمائی دفن کیا گیا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کو کسی مکان کے اندر دفن کیا جائے یا اس پر مکان تعمیر کیا جائے لیکن بریلوی لوگوں نے قبروں پر مکان قبے بھی بنائے اور حضور نبی علیہ السلام کی جو خصوصیت تھی کہ وہ اسی حجرے میں دفن ہوئے جہاں وہ رحلت فرما چکے تھے اس خصوصیت پر بھی آپ لوگوں نے عجیب طریقے سے ڈاکہ مارا کہ کئی پیروں کے مزار پختہ اور ان پر گنبد پختہ بنائے ہیں دیکھئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۸۹ھ کیا فرماتے ہیں۔

ولا نری ان یزاد علیٰ ما خرج منه وتکره ان یجصص او یطین الیٰ ان قال النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم نهی عن تربیع القبور وتجصیصها قال محمدؒ به ناخذ وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار امام محمدؒ ص ۹۶-۹۰)۔

ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے (آگے فرمایا) اس لئے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے اور اس کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

اس روایت سے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے قول اور امام محمدؒ کے قول سے حنفیوں

کا مذہب یہ معلوم ہوا کہ پکی قبر بنانے سے حضور نبی اکرم علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے۔ بقول امام محمد و امام اعظم ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ماسٹر صاحب اور ان کے ہم پیالہ و نوالہ پکی قبریں اپنے باپ دادا پیر کی بنواتے ہیں اور ان پہ چڑھاوے چڑھاتے کھاتے پھرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں ہم اہل سنت والجماعت ہیں مجددی نقشبندی ہیں حاشا وکلا۔

ثالثاً۔ ماسٹر صاحب نے بدعت کی جو تعریف کی ہے بالکل غلط کی ہے جو کام حضور اکرم علیہ السلام کے بعد خلفاء راشدینؓ نے کتاب وسنت سے استنباط کئے اور جاری فرمائے ان کو ان لوگوں نے بدعت حسنہ کہا جیسے تراویح کا باجماعت ادا کرنا۔ جمعہ کی اذان تیسری بڑھانا۔ حضرت عثمانؓ کا قرآن مجید لکھوانا اور دوسرے ممالک میں بھجوانا وغیرہ حضرت عمرؓ نے جماعت تراویح کو نعمت البدعۃ کہا تو صرف لغت کے اعتبار سے فرمایا ہے ورنہ حضور نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق وہ بھی سنت ہے جیسا کہ حضور کی سنت ہے علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المھدیین اس پر فرمان مصطفویٰ شاہد ہے اور ان کا فعل ہمارے لئے سنت ہے۔ اور ان کا کسی کام کو ترک رکھنا یا ترک کرنا بھی سنت ہے، وہ ہمارے لئے معیار حق ہیں۔ انتم شھداء اللہ فی الارض ہیں۔ کلھم عدول ہیں حق پر قائم تھے حق کی تبلیغ کرنے والے تھے صحابہ، تابعین تبع تابعین کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کام کو بزعم خود اچھا اعتقاد کر کے اس کو جاری کر سکے۔ ان بریلویوں نے جس کام کو وہ اپنے خیال میں بہتر سمجھتے ہیں اس کو جاری کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ دنیا کے سامنے ان کی ایجاد کردہ بدعات موجود ہیں۔ جن کا کوئی نشان حضور نبی علیہ السلام کی سنت میں اور صحابہ کی سنت میں موجود نہیں ہے آج اگر کوئی آدمی عید کی نماز سے قبل اذان کہے تو ہم ضرور کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور رافع سنت ہے اور پھر یہ لوگ بدعت کو جاری کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حسنہ ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان جاری فرمائی تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم عید کے قبل اذان دو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات سے بھی صحیح کہ جو شخص دین میں کوئی چیز جاری کرتا ہے اور اس کو حق اور صحیح سمجھتا ہے وہ دراصل

دین کو نامکمل بھی سمجھتا ہے اور خود نبی جیسا اپنا مرتبہ سمجھتا ہے یا اس سے کم صحابہ جیسا اپنے آپ کو سمجھتا ہے کہ جب ان کی جماعت تراویح کی زیادتی اور اذان کی زیادتی مقبول ہے اور ہم کیوں نہ زیادتی کر کے دین میں اضافہ کریں اور دین کی تکمیل کریں۔ اور یہ بات اللہ تعالےٰ کے حکم الیوم اکملت لکم دینکم کے بالکل خلاف ہے اور اس کا انکار ہے اصل میں بدعت کی تعریف وہی صحیح ہے جو ہم نے تحقیق الدعار میں درج کر دی تھی پھر دیکھ لیجئے حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ روایت کرتی ہیں

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد۔ متفق علیه۔ مشکوٰۃ ص۲۷ — جو شخص کوئی نیا کام ہمارے اس امر دین میں جو اس میں سے نہیں جاری کرے وہ مردود ہے۔

فھو رد کے حاشیہ پر اس کی شرح میں لکھا ہے یعنی جو دین اسلام میں کوئی کام جس کی کتاب، سنت سے سند ظاہر یا خفی، ملفوظ یا مستنبط نہ ہو وہ بدعت ہے اور مردود ہے جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کتاب و سنت سے سند کو تلاش کرنا اور ظاہر حکم سے یا خفی حکم سے یا ملفوظ سے کسی حکم کو استنباط کرنا یہ مجتہد کا کام ہے اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں بعد کے تمام لوگوں سے زیادہ اجتہاد تفقہ فی الدین اور درایت و روایت میں دیانت و امانت کا مادہ تھا اسی وجہ سے ان کی سنت کی اقتدار کرنا ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا۔ اسی بات کو فقہا عظام نے واضح کیا ہے جو اس وقت ان کے عہد مشہود لہم بالخیر میں دین نہ تھا وہ آج بھی دین نہیں ہے۔

بریلوی لوگوں نے اس بدعت حسنہ کی آڑ میں کئی کام جاری کر لئے ہیں اور ان کو بدعت حسنہ یا نعمت البدعۃ سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ان کاموں کو صرف لغوی اعتبار سے بدعت فرمایا تھا شرعی بدعت انہوں نے ان کاموں کو نہیں فرمایا اور جو کام انہوں نے تجویز فرمائے ہیں کتاب و سنت کے احکام ظاہرہ و خفیہ سے ہی استنباط فرماتے ہیں اور وہ عین سنت ہیں۔ جیسا کہ علامہ سعدالدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

ان البدعۃ المذمومۃ ھو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عھد الصحابۃ والتابعین ولا دل علیه دلیل — مذموم بدعت وہ ہے جو دین کے اندر ایجاد کی جائے اور حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے عہد میں نہ ہو اور نہ اس پر کوئی دلیل

الشرعی۔ (تنویر متامد) شرعی دلالت کرتی ہو۔

اسی طرح علامہ عبدالعزیز فرہاروی رد بدعت میں فرماتے ہیں۔

هو کل ما حدث فی الدین بعد زمن الصحابة بلا حجة شرعیة۔ بدعت ہر وہ چیز ہے جو حضرات صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد بلا حجت شرعیہ دین میں نکالی جائے۔ (صلا)

ہر وہ چیز یا کام جو دین میں نیا ایجاد ہو جو صحابہ تابعین تبع تابعین کے عہد میں نہ تھا اور نہ اس پر دلیل شرعی قائم ہو وہ بدعت مذمومہ ہے۔ چاہے وہ عقائد کی بات ہو یا اعمال میں ہو اور جو دنیوی امور میں نئی ایجادات ہوتی رہتی ہیں وہ بدعات مذمومہ نہیں۔ ان کا استعمال اور ان پر عمل ہر زمانے میں جائز ہوتا ہے اور مباح ہے ان پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ آپ بھی دنیادی کام کرتے ہم بھی کرتے رہتے ہیں ہاں ایک اعتراض تمہارا بالکل بیجا ہے اور افترا ہے کہ دیوبند کے جلسہ میں اندرا گاندی کو صدارت جلسہ کی سپرد کی گئی۔ حالانکہ اندرا گاندھی کو نہ کسی نے دعوت دی اور نہ اس کو صدارت کسی نے سپرد کی۔ اس نے خود جلسہ میں آنے کی اجازت طلب کی اور علماء دیوبند اور صدر جلسہ نے اس کو جلسہ میں آنے کی بھی اجازت نہ دی۔ بعد میں وہ خود جلسہ گاہ میں آگئی اور پھر اس نے جلسہ میں تقریر کی اور کچھ رقم بھی پیش کی لیکن علماء دیوبند اور منتظمین نے وہ رقم بھی قبول نہ کی اور وہ چلی گئی۔ بس اتنی سی بات تھی جسے طوفان بنا دیا۔

بدعت اعتقادیہ

ماسٹر شبیر نے بدعت اعتقادی کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ کل بدعت سے یہی بدعت اعتقادیہ مراد ہے اور عملیہ بدعت کو ماسٹر صاحب نے بدعت سمجھا ہی نہیں ہے۔ جس کے شواہد ہم بیان کر چکے ہیں کہ بدعت عمل میں ہوتی ہے اگر یہ بات باوجود دلیل و حجت صریحہ ہونے کے نہ ملنے تو اس کا علاج بھی رب العزت واحد قہار کے پاس ہے۔ ہمارے پاس نہیں۔

بدعت اعتقادیہ میں ماسٹر صاحب نے قدریہ کو شمار کیا ہے کہ تقدیر کے منکر ہیں ہم ضرور کہیں گے جو عقائد میں کوئی بدعت اختیار کرے وہ بدعت نہایت مذمومہ ہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مردود ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف تقدیر کا منکر ہی کافر ہے یا کوئی اور چیز بھی اعتقاد میں شامل ہے جس کا انکار کفر ہے اور کیا کوئی منکر تقدیر اپنے اس انکار پر کوئی دلیل قرآن وحدیث سے پیش بھی کرتا ہے یا نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی ارقام فرماتے ہیں۔

زیراکہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدہ خودرا بزعم فاسد خود از کتاب وسنت اخذمی کند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازینہا معتبر نباشد۔

کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے فاسد خیال کے مطابق کتاب وسنت سے اخذ کرتا ہے لیکن ہر معنی معانی مفہومہ میں سے حجت اور معتبر نہیں ہو سکتا۔

مکتوبات حصہ سوم صٓ (مکتوب ۱۹۳)

حضرت عمر بن عبد العزیز نے منکرین تقدیر کے ایک مغالطے کو (کہ قرآن کریم میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن سے تقدیر کی نفی معلوم ہوتی ہے) دور کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا۔

لقد قرءوا منه ما قرأتم وعلموا من تاويله ما جهلتم وقالوا بعد ذلك كله بكتاب وقدر۔

ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹

یعنی حضرات صحابہ کرام و تابعین و سلف صالحین نے یہ آیتیں بھی پڑھی ہیں جن کو تم پڑھتے ہو لیکن وہ اس کے مطلب کو سمجھتے ہیں اور تم نہیں سمجھتے اور انہوں نے ان سب آیات کو پڑھنے کے باوجود تقدیر کا اقرار کیا ہے۔

حضرت مجدد صاحب کے بیان اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی تصریح سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ ہر مبتدع اور ضال اپنی بدعت اور گمراہی پر قرآن وسنت سے دلیل پکڑتا ہے جیسا کہ ماسٹر صاحب نے بھی قرآن وسنت سے دعاء بعد جنازہ کی بدعت کے دلائل بنائے ہیں لیکن فقہاء امت نے ان کی تردید فرما دی ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے سچ فرمایا ہے صحابہ تابعین اور سلف صالحین نے قرآن مجید کو پڑھا اور اس کو سمجھا

اور اسی طرح حدیث اور فرمان نبی علیہ السلام کو سنا اور دیکھا مگر یہ بات جو تم کہتے ہو یہ بات انہوں نے نہ کبھی اور اس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ کلہ بکتاب و قدر کہ ہر چیز نوشتہ تقدیر کے مطابق ہو رہی ہے اور منکرین تقدیر کا رد فرمایا۔ اسی طرح دعا بعد از نماز جنازہ کو بدعت اور مکروہ قرار دیا اور اس دعا بعد نماز جنازہ کو چودھویں صدی تک تمام فقہاء امت مکروہ اور بدعت ہی کہتے ہیں۔ فریق مخالف نے ایک روایت بھی کسی فقیہ کی اس کے جواز میں پیش نہیں کی۔ جس میں صریح طور پر یہ لکھا ہو کہ بعد از نماز جنازہ و تسلیم کے بیٹھ کر اور ٹھیر کر دعا مانگنی جائز ہے۔

چند اور اعتقادیہ بدعات

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے۔

اذ قال ربك للملئكة انى خالق بشرا من طين ۝ فاذا سويته ونفخت فيه من روحى فقعوا له ساجدين ۝ فسجد الملئكة كلهم اجمعون الا ابليس استكبر وكان من الكافرين ۝ قال يا ابليس ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدى استكبرت ام كنت من العالين ۝ قال انا خير منه خلقتنى من نار وخلقته من طين ۝ قال فاخرج منها فانك رجيم ۝

پ ۲۳ ع ۱۴

جب تمہارا رب نے فرشتوں کو تحقیق یہ کہا ڈالا ہوں ایک بشر مٹی سے جس وقت میں اس کو مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنے کے لئے گر پڑو پس سجدہ کیا اس کو سب کے سب فرشتوں نے مگر ابلیس نے تکبر کیا اور ہو گیا کافروں سے کہا (رب) نے کس نے منع کیا تجھ کو سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ کیا تکبر کیا تو نے تو سرکش ہو گیا۔ کہا (ابلیس) نے میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے پس اللہ نے کہا نکل جا تو رجیم (مردود) ہے۔

اس آیۃ مبارکہ سے حضرت بشر کا مع روح کے مسجود ملائکہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور شیطان کا سجدۂ بشر سے انکار کرنا اور تکبر کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ تیسرا اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان نے حضرت بشر کو محض خاکی اور ردی الخلق سمجھا ہے۔ چوتھا ابلیس اسی سجدۂ بشر کے انکار اور اس کو ردی الخلق سمجھنے کی بنا پر اور جو تعظیم بشر کی رب تعالیٰ کرانا چاہتے تھے۔ اس سے گریز کرنے کی وجہ سے شیطان رجیم (مردود) قرار پاتا ہے۔ بالکل اسی عقیدہ کی تائید میں ماسٹر صاحب کے دادا پیر سید نور الحسن شاہ صاحب کیلانی اپنی کتاب الانسان فی القرآن کے صفحہ ۱۶۷ پر نہایت بے باکانہ انداز میں لکھتے ہیں۔

"روح کے بغیر صرف بتِ انسان کو بشر سے نامزد کیا ہے اور لغت میں بشر کے معنی ردی الخلق چمڑے کے ہیں۔ بعض بزرگوں نے بھی آپ کو سید البشر فرمایا ہے لیکن اس لحاظ سے تو میرے نزدیک حضور کے لئے یہ خطاب بھی مذموم ہی ہے۔ اس واقعہ سے پہلے حضرت باری تعالیٰ نے بھی قبل از ظہور جب بشر اور بشریت کا نام تک نہ تھا، انسان فرمایا ہے۔"

هل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ (سورہ دھر) بیشک آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں سے کہ نہ تھا کچھ چیز ذکر کی گئی۔

پیر نور الحسن شاہ صاحب کی اس عبارت کے بعد دوسری جگہ قرآن حکیم کی آیات سے اللہ تعالیٰ کا صحیح فیصلہ ملاحظہ فرمایئے جس میں انسان اور بشر کو ایک ہی جگہ پر ذکر فرمایا ہے جس سے اس کے تقدم و تاخر اور کمتری اور بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی بلکہ بشر انسان کی برتری اور فضیلت ثابت اور اظہر من الشمس ہوتی ہے اور اگر ردی الخلق خاکی حقیر حضرت انسان اور حضرت بشر کو سمجھا تو شیطان رجیم نے سمجھا تھا اور رد و درود اللہ تعالیٰ کو کہنے لگا۔ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ چودھویں صدی میں پھر وہی بات لوگوں کے ذہن میں ڈالی جا رہی ہے۔ حضرت بشر کو ردی الخلق، چمڑا کہا جا رہا ہے اور سید البشر کہنا بھی مذموم کہا جا رہا ہے۔ آیات پڑھئے اور غور فرمایئے۔

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من   اور تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو کھنکھناتے

حماء مسنون ٥ والجان خلقناه من
قبل من نار السموم ٥ واذ قال ربك
للملئكة انی خالق بشرا من صلصال
من حماء مسنون ٥ فاذا سويته
ونفخت فيه من روحی فقعوا له
ساجدين ٥ فسجد الملئكة
كلهم اجمعون ٥ الا ابليس ط
ابی ان يكون مع الساجدين ٥
قال يا ابليس مالك الا تكون
مع السجدين ٥ قال لم اكن
لاسجد لبشر خلقته من صلصال
من حماء مسنون ٥ قال فاخرج
منها فانك رجيم ٥ وان عليك
اللعنة الی يوم الدين ـ
(پ۱۴ ع۲)

سنے ہوتے گارے سے اور جان کو بنایا
ہم نے اس سے پہلے لو کی آگ سے اور
جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں
بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوتے
گارے سے پھر جب ٹھیک کرلوں اس کو
اور پھونک دوں اس میں میں روح سے
تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوتے ۔
تب سجدہ کیا ان سب فرشتوں نے مل کر
مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے
والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ
ساتھ نہ ہوا سجدہ کرنے والوں کے بولا میں
وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو
نے بنایا کھنکھناتے سنے ہوتے گارے سے
فرمایا تو نکل جا یہاں سے تجھ پر مار ہے اور تجھ
پر پھٹکار ہے اس دن تک کہ انصاف ہو۔

ان آیات میں حضرت انسان اور حضرت بشر کو یکے بعد دیگرے ذکر فرمایا ہے انسان، بشر، آدم تینوں نام ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارادۂ تکوین میں تھے اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں تقدم و تاخر نہیں ہوتا یہ نہیں کہ ذاتی نام انسان ہے اور باقی بشر اور آدم صفاتی نام ہیں بلکہ قرآن حکیم کے اندر جہاں بھی رسول یا رسل یا نبی کے الفاظ آئے ہیں وہاں ان کی ذات کے اظہار و بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بشرا رسولا کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ بھی انسانا رسولا کے الفاظ نہیں فرمائے جس سے اصلیت اور حقیقت یہی آشکارا ہوتی ہے کہ انسان کی ذات کے اظہار کے لئے بشر سے زیادہ اصح، اوضح اور انسب اور کوئی لفظ نہیں اور پھر یہ بات بھی روز روشن

کی طرح ظاہر و بین ہے کہ یہ نام بشر کا بھی اللہ تعالیٰ نے ہی اس اشرف المخلوقات کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ یہ ماد شما کی تجویز نہیں کہ ہم اس کو ردی الخلق چمڑا کہیں اور سید البشر کہنا بھی مذموم سمجھیں یہ بات کہنا یا سمجھنا اللہ تعالیٰ کے فرمان اور تجویز کردہ نام کی بہت سخت توہین کے مترادف ہے۔ ان کے مرید اور پیر دونوں بے پر کی اڑاتے رہتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ پیر جی تم نے یہ کیا لکھ دیا ہے۔ یہ کفر ہے خدا پر بھی تم اعتراض کرنے سے نہیں شرمائے اور پھر تم نے سید البشر کہنا بھی مذموم سمجھا اور لکھا ہے۔

بشر میں تین حروف ہیں ب۔ش۔ر۔ اور انہی حروف سے بشیر مشتق ہے۔ بشر بنا ہے بشریٰ نکلا ہے اس کے معنیٰ لغت میں بھی احسن ہیں۔ مثلاً روئے زمین، ماطہر بنا تہا۔ طلق الوجہ (روشن چہرے والا) خندہ رو خوش اخلاق وغیرہ بشارت بھی اسی سے مشتق ہے۔ جس وقت بشیر کسی کو کسی اچھی چیز کی خوشخبری دیتا ہے تو پہلے بشیر کا چہرہ ہی خوشی سے چمک اٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قل سبحان ربی هل كنت الا بشرًا رسولاً۔ — کہو تم میرے رب کی ذات پاک ہے ہیں اور کوئی نہیں مگر بشر رسول ہوں۔

اس سے واضح اور اکمل اور کیا دلیل اور سند ہو سکتی ہے۔ جو کچھ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بالکل حق اور سچ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے پیغامبر اور رسول آئے ہیں ان کی بشریت کے ساتھ رسالت کو جمع کیا گیا ہے ان دونوں میں سے یعنی بشریت کو ردی الخلق چمڑے والا کہنا حضور کی ذات پر دھبہ ہوگا وہ بھی سخت توہین ہے اور اگر آپ کی رسالت پر کوئی صوفی یا مولوی اعتراض کرے یا طعن کرے تو وہ بھی کفر و توہین ہوگی۔ ہمارے نزدیک دونوں نام واجب الاحترام اور نہایت مکرم و معظم ہیں۔ نہ بشریت آپ کی رسالت سے جدا ہو سکتی ہے اور نہ رسالت بشریت سے منفک ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہو سکتی یعنی جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہو سکتا اور جو رسول ہے وہ بشر

نہیں ہو سکتا۔

اب ماسٹر صاحب اور ان کے پیر اور ہم مشرب قرآن حکیم کی آیات کی ایسی غلط تاویل کر کے نہایت خوش و خرم ہو رہے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل ٹھیک اور درست ہے اور اس کتاب پر یہ دھمارکس بھی دے رہے ہیں کہ یہ کتاب ایمان کو تازہ کرنے والی ہے۔ اس سے زیادہ شرمناک بات اور کیا ہو گی۔

یاصاحب الجمال ویا سید البشر   من وجہک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقہ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۲۔ ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب بریلوی قرآن کریم کی آیات کی تاویل غلط کر کے ایک فتنہ برپا کر رہے ہیں اور اپنے دلوں میں زیغ کی بیماری کو جگہ دے رہے ہیں اور حدیث نبی علیہ السلام اور ان کے حکم کی صریح مخالفت کرتے ہوئے پکی قبریں بناتے ہیں۔ قبروں پر غلاف (اچھاڑ) چڑھاتے ہیں۔ ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ قبروں کا طواف کرتے ہیں اہل قبور سے حاجت مراد مانگتے ہیں جیسا کہ مالابدمنہ کے صفحہ ۸۱ پر لکھا ہے۔ مسئلہ۔ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیاء طواف گرد قبور کردن و دعاء ازانہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا ازاں بکفر میرساند پیغمبر علیہ السلام برآنہا لعنت گفتہ و ازاں منع فرمودہ و گفتہ کہ مرا بُت نہ کنند (ترجمہ) انبیاء و اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور قبروں کا طواف کرنا دعا کر کے ان سے کچھ مانگنا۔ ان کے لئے نذر و نیاز قبول کرنا حرام ہے بلکہ بعض چیزیں ان میں سے کفر تک پہنچاتی ہیں پیغمبر علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنانا جیسا کہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد (صحیح مسلم ص۲۰۱)   لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا

اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

لا تجعل قبری وثنا یعبد۔   یا اللہ میری قبر کو وثن نہ بنادینا کہ اس کی عبادت ہو

اور یہ بھی آپ کا ارشاد صحیح مسلم میں موجود ہے۔

لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا۔ ص۳۱۲ — قبر کے اوپر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھو۔

ارباب بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ پکی قبر کے بنانے سے کتنے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کے انسداد کے لئے نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ قبریں پکی نہ بنائی جائیں۔ پکی قبر بنانے سے جو مفاسد اور ناجائز کام شروع ہو جاتے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ ان قبروں کو سجدے کئے جاتے ہیں۔ قبروں کا طواف کیا جاتا ہے۔ ان اہل قبور سے حاجات مانگی جاتی ہیں ان پر نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں وغیرہ ذالک۔ نبی علیہ السلام نے منع فرمادیا کہ قبروں کی طرف منہ کرکے نماز بھی نہ پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا آپ نے مانگی کہ یا اللہ میری قبر کو ایسی جگہ نہ بنانا کہ جس کی عبادت کی جایا کرے۔

اب ماسٹر صاحب کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر ان کے دل میں حکم نبی کی کوئی قدر و منزلت ہے اور اس حکم کو وہ ممانعت سمجھتے ہیں جس ممانعت کے متعلق وہ کہتے رہتے ہیں کہ ممانعت دکھلاؤ ہم نے پکی قبر بنانے کی ممانعت حدیث نبویہ سے دکھا دی ہے۔ اب ماسٹر صاحب کو چاہیے کہ سب کاموں سے پہلے اپنے باپ کی قبر کی تمام پکی اینٹیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور صرف وہی خام مٹی جو قبر سے نکلی تھی اس مٹی سے قبر کو استوار کر دیں اور اچھاڑ بھی اتار کر جلا دیں۔ اگر ماسٹر صاحب یہ کام نہ کریں گے تو ہم یہ بات سمجھ جائیں گے کہ ان کے دل میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے امر، حکم اور نہی کی کوئی قدر نہیں اور نہ ان کے دل میں قرآن حکیم کے فرمان کا کوئی احترام ہے نہ اس کو واجب الطاعت سمجھتے ہیں۔

ان حوالوں کے بعد حنفاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔ حضرت امام محمد المتوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں۔

ولا نری ان یزاد علی ماخرج منہ وتکرہ ان یجصص او یطین الی — ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے

ان قال ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہی عن تربیع القبور وتجصیصھا قال محمد بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ (کتاب الآثار ص۹۶-۹۷)

اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے (آگے فرمایا) اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے سے اور اس کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

حضرت ملا علی القاری حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی شرح تحریر فرماتے ہیں۔

وھی انکرہ ائمۃ المسلمین کالبناء علی القبور وتجصیصھا۔ (مرقاۃ ج۱ ص۲۱۶)

بدعت ضلالہ وہ ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہو جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور ان کو پختہ بنانا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔

آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بناء میکنند وچراغاں روشن میکنند وازیں قبیل ہرچہ میکنند حرام است۔ (مالابد منہ ص۹۵)

وہ جو کچھ اولیاء کرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں حرام کرتے ہیں۔

ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب اگر حنفی المذہب اور اہل سنت والجماعت ہیں تو خلفاء کرام اور حدیث نبی علیہ السلام کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے ضرور ایسی تمام قبروں کو گرا دینا چاہیے جب ان کو قبریں پختہ بنانے کا حکم نہیں ہے تو ان کو ڈھانے کا حکم دیتو ہے اور اگر کسی غیر کی جگہ پر قبر بنائی گئی ہے جو اپنے ملک میں نہیں تو اس کو معدوم کر دینا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت ابوالہیاج الاسدی جو فوجی افسر تھے وہ فرماتے ہیں۔

قال لی علی الا ابعثك علیٰ ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا تدع

مجھے حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تجھ میں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ کوئی

تماثلاً الّا طمسۃ ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ۔ — تصویر اور بت مٹائے بغیر نہ چھوڑنا اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اس کو دوسری قبروں کے برابر کر دینا۔

(مسلم جلد۱ ص۳۱۲ و مشکوٰۃ جلد۱ ص۱۴۸)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی تفسیر روح المعانی ج۱۵ ص۲۱۹، میں لکھتے ہیں۔

اور واجب ہے کہ اونچی قبروں کو اور جو ان پر قبے ہیں ان کو گرا دیا جائے کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں اس وجہ سے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ آپ نے تو اونچی قبروں کو ڈھانے کا حکم دیا ہے اور یہ واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل اور چراغ ہو اس کو دور کر دیا جائے۔ الخ

یہ امر مسلم ہے کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی اور فرمان صحیح کے خلاف کیا جائے وہ نہایت درجہ مذموم، گمراہی اور قعر ذلت میں ڈال دینے والا ہوگا۔ اس بنا پر ہم ماسٹر صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں کہ یہ کام جو تم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح اور صحیح حدیث کے خلاف اپنے باپ کی قبر بنائی ہے اور تمہارے ہم مشرب بھائی بناتے ہیں پختہ قبریں یا ان پر مکان تعمیر کرتے ہیں یا قبے بناتے ہیں یہ کام سنت کے خلاف ہیں۔ اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں اور عند اللہ تائب ہو کر سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو ان پختہ قبروں کو گرا کر دوسری قبروں کے برابر کر دیں تاکہ تمہاری سابقہ نافرمانی کا ازالہ ہو جائے۔ ہمارا کام بتا دینا ہے اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ آپ کے ذمہ ہے۔ ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے — خصوصاً اس رضاخانی وبا سے

یہ بدعت کو بنا لیتے ہیں سنت — تمسخر کر رہے ہیں مصطفیٰؐ سے

باب ہشتم ایصال ثواب

ہر ایک شرعی کام کے لئے کچھ شرعی قواعد ہوتے ہیں مثلاً روزہ ماہ رمضان کا فرض بیشک ہے لیکن اس روزہ رکھنے کے کچھ حدود اور قواعد جو شریعت میں مقرر ہیں ان حدود و قواعد

یا شرائط سے روزہ مقبول ہوگا۔ اگر کوئی آدمی سحری دیر تک کھاتا ہے یا شام کو قبل از غروب آفتاب روزہ افطار کرے تو روزہ خراب ہو جائے گا اور اس کی قضاء لازم ہوگی یا روزہ کو غروب آفتاب کے بعد دیر سے افطار کرے تو روزہ مکروہ ہو جائے گا۔ اسی طرح ایصال ثواب کے لئے بھی کچھ حدود اور قواعد ہیں۔ ان کی رعایت کرتے ہوئے اگر ایصال ثواب کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچے گا ورنہ میت کو نہ ثواب پہنچے گا اور ایصال ثواب کرنے والے کو کوئی فائدہ یا ثواب ہوگا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے کسی نے سوال کیا۔

سوال: ربیع الاوّل کے دنوں میں کھانا پکا کر خدا کے لیے دینا اور اس کا ثواب روح پر فتوح حضرت سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچانا یا حضرت امام حسین علیہ السلام کو محرم میں یا دوسری آل اطہار سید مختار کو پہنچانا۔ صحیح ہے یا نہیں۔

جواب: برائے ایں کار وقت و روز متعین نمودن و ماہے مقرر کردن بدعت است آرے اگر وقتے بعمل آرند کہ در آں ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ عمل بندہ مومن بہ ہفتاد درجہ ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیرا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآں ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ ہر چیزیکہ برآں ترغیب صاحب شرع وتعیین وقت نباشد فعل عبث است و مخالف سنت سید الانام و مخالفت سنت حرام است پس ہرگز روا نباشد و اگر دلش خواہد مخفی خیرات کند در ہر روزے کہ باشد تا نمود نشود۔ (فتاوی عزیزیہ ص۹۳) ترجمہ:۔ اس کام کے لئے وقت اور دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے ہاں اگر ایسے وقت میں یہ کام کریں کہ اس میں ثواب زیادہ ہو جیسا کہ ماہ رمضان میں کسی مومن کا کوئی نیک کام کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے اس میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی ہے بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کے کیونکہ جس چیز کی صاحب شرع نے ترغیب اور تعیین وقت کی نہ کی ہو وہ فعل عبث ہوتا ہے اور سید الانام کی سنت کے مخالف ہے اور مخالفت سنت کی حرام ہے۔ پس ہرگز روا اور جائز نہ ہوگی اور اگر اس کا دل چاہے پوشیدہ طور پر خیرات کرے جس دن

میں ہو سکے تاکہ نمائش و نمود نہ ہو۔ الخ

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے یہ چند قواعد تصریحاً ثابت ہوتے ہیں۔ اولاً اس ایصال ثواب کے لئے یا ختم کے لئے وقت، دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے۔ ثانیاً اگر اس کام کو ماہ رمضان کے کسی دن میں کرے تو اس سے مومن کے عمل کا ثواب ستر درجہ زیادہ ہو جاتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ ثالثاً جس چیز کی صاحب شرع کی طرف سے ترغیب اور تعیین وقت نہ ہو وہ فعل عبث ہے اور مخالف سنت سید دنیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوگا اور مخالفت سنت نبی علیہ السلام حرام ہوتی ہے جائز نہ ہوگی۔ رابعاً اگر وہ ایصال ثواب کرنا چاہتا ہے تو خیرات صدقہ مخفی طریقے سے کرے۔ تاکہ نمائش اور ریا نہ ہو۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق ماله رئاء الناس (ترجمہ) اپنے صدقات کو ساتھ احسان جتانے کے اور تنگی دے کر باطل نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو مال اپنا خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کے لئے اور اسی طرح سورۃ ماعون میں فرمایا ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون الذین ھم یرآؤن ترجمہ:۔ عذاب ہے ان نمازیوں کو جو اپنی نماز سے بیخبر بھولے رہتے ہیں اور نماز دکھاوے کی پڑھتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کے لئے تداعی نہ ہونی چاہیئے، اجتماع نہ ہو۔ وقت۔ دن۔ مہینہ کا تعین نہ ہو۔ ریا اور نمائش سے پاک ہو، سنت کے خلاف نہ ہو اور سب سے افضل اور احسن طریقہ یہ ہے کہ وہ صدقہ خیرات خفیہ طور پر ہو تاکہ نمائش کا امکان ہی نہ رہے۔ اس کے علاوہ پاک کمائی سے صدقہ دیا جائے یا غیر کے مال سے بغیر اس کے اذن کے نہ دیا جائے۔ یتیم کا مال نہ ہو نابالغ لڑکوں کا مال نہ ہو۔ جن کا اذن بھی معتبر نہیں ہوتا اور حرام مال جیسا کہ وما اھل بہ لغیر اللہ جو چیز کسی نبی ولی یا قبر پر نذر و نیاز کی صورت میں تقرباً دی گئی ہو اس میں سے بھی ایک حبہ تک اس میں شامل نہ ہو ورنہ سارا مقصد ایصال ثواب کا ضائع اور برباد ہو جاتے گا اور ایمان

اسلام سے وہ شخص خارج ہوجائے گا شال کے طور پر چاول حلال ہیں چینی حلال ہے۔ دودھ حلال ہے گری۔میوہ۔ بادام حلال ہیں اس میں تھوڑا سا خون یا گوشت مردار کا ڈال دیا جاتے پھر اس کی کھیر پکائی جائے تو سارا کھانا حرام اور نجس ہوجاتا ہے اسی طرح ما اھل لغیر اللہ کی شمولیت سے کھانا بھی حرام اور ایصال ثواب بھی نامراد ہوگا۔ بلکہ حرام چیز کو ایصال ثواب میں دینا کسی غریب کو کھلانا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ کی روایت جو ماسٹر صاحب نے ایصال ثواب کی تائید میں پیش کی ہے اس سے یہ دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک انہوں نے حضور کے فرمان کے مطابق کنواں کھودا اور اس کے بعد کہا یہ کنواں صدقہ ہے ام سعد کے لئے دوسرا سعد بن عبادہ نے اجتماع اور تداعی کا کوئی اہتمام نہیں کیا بلکہ یہ دعا کی کہ یہ ام سعد کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ حضرت سعد تو صحابی تھے ان کی خلوص نیت پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا لیکن چودھویں صدی کے جاہل لوگ جب یہ کہیں گے یا کہتے ہیں کہ فلاں چیز حضور غوث پاک کی گیارھویں کے لئے ہے اس میں آپ ان جاہلوں کی ترجمانی نہ کیجئے کہ اس چیز کا ثواب حضور غوث پاک کی روح کو ہو۔ دنیا جہان میں مختلف ذہن و دماغ کے انسان ہیں اور مختلف عقاید رکھتے ہیں۔ اکثر جہال بلکہ پڑھے لکھے لوگ اس بیماری میں مبتلا ہیں وہ ایصال ثواب کے لئے گیارھویں نہیں دیتے بلکہ وہ پیر صاحب کی گیارھویں بطور ان کی نیاز کے تقرباً دیتے ہیں جو ما اھل بہ لغیر اللہ کی زد میں آ جاتی ہے ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب ہماری بگڑی بنا دیتے۔ ہماری دستگیری فرماتے ہیں وغیرہ ذالک ہم نے یہ الفاظ گیارھویں دینے والوں کی زبان سے خود سنے ہیں اور اگر نیت صرف ایصال ثواب کی ہے تو پھر اس کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ میں اللہ کے نام پر یہ صدقہ دیتا ہوں اور اس کا ثواب یا باری تعالیٰ ان کی روح کو پہنچا دیجئے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں بعد میں یہ دعا مانگتے ہیں کہ اس نفلی نماز کا ثواب میرے والدین کی روح کو پہنچا دے یہ طریقہ احسن اور

اسلم ہے کیا نفلوں کے پہلے ہی تم دعا مانگو گے کہ ان نفلوں کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دیا جائے ابھی تو تم ان نفلوں کے ثواب کے مستحق نہیں ہوئے۔ جب تم صدقہ دے لو۔ نماز پڑھ لو اور قرآن مجید کی تلاوت کر لو اس کے بعد تمہارا حق ہو گا کہ تم ایصال ثواب کرو اور یہی اسلم طریقہ اور سنت ہے اور اسی طرح سعد بن عبادہ نے کیا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے عمل سے پہلے دعا نہیں کی۔ کنواں کھود کر مکمل کر کے دعا مانگی ہے اور جو پہلے دعا ہوتی ہے وہ برکت کے لئے ہوتی ہے۔ ایصال ثواب کے لئے نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ماسٹر صاحب نے خود لکھ دیا ہے۔ بقول ماسٹر بھی یہی ثابت ہوا کہ ایصال ثواب عمل خیر کے بعد ہوا کرتا ہے عمل سے پہلے ایصال ثواب بے معنی ہے کیونکہ جو چیز ہمیں حاصل نہیں ہوئی اس کا ہدیہ دوسرے کو کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت بھی یہی ہے آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا بعد میں آپ نے دعا مانگی یا اللہ یہ قربانی قبول فرما میری طرف سے اور تمام میری امت کی طرف سے" ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عمل خیر کے بعد ایصال ثواب ہونا چاہیے۔ کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کی دعا کرنا عبث کام یہ سنت کے خلاف ہے اور ماسٹر شبیر نے خود اس ہمارے موقف کی تائید میں لکھ دیا ہے اثبات الدعا کے صـ ۹۲ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ لکھتا ہے کہ میرے والد الحاج پیر سید عنایت علی شاہ بخاری کیلانی مرحوم و مغفور کی روح کو ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کریں" یہی ہم کہتے ہیں۔ پڑھ کر عمل خیر کر کے صدقہ خیرات کر کے بعد میں ایصال ثواب کی دعا ہونی چاہئے یہ سنت طریقہ ہے۔ ؎

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید　　　　که ہرگز بمنزل نخواہد رسید

رسم عرس

یہ رسم بھی اسلامی رسم نہیں ہے حضرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام ۔۔۔

بھی منع فرمادیا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لاتجعلوا قبری عیدًا (نسائی مشکوٰۃ ص۸۶) تم میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

اسی اجتماع کا نام عرس ہے جس سے آپ نے منع فرمایا۔ شراح حدیث نے جو معانی و مطالب اس کے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

لا تجتمعوا للزیارۃ اجتماعکم للعید۔

تم زیارت کے لئے اس طرح جمع نہ ہو جیسے تم عید کے لئے جمع ہوتے ہو۔

المراد الحث علیٰ کثرۃ الزیارۃ ای لا تجعلوا کالعید الذی لا یاتی فی السنۃ الا مرۃ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ ص۱۸۶)

اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کثرت زیارت پر آمادہ کیا جائے کہ تم میری قبر کو عید کی طرح نہ بناؤ جو سال میں صرف ایک بار آتی ہے۔

عرس بھی سال میں ایک مرتبہ کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا اس حدیث کے خلاف ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر پر عرس اور میلہ لگانا درست نہیں تو کسی اور کی قبر پر کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث لکھتے ہیں۔

لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدًا اقول ھذا اشارۃ الی سد مدخل التحریف کما فعل الیھود والنصٰری بقبور انبیاءھم جعلوھا عیدًا وموسمًا بمنزلۃ الحج۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۷۷ (طبع مصر))

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے انبیاء کرام کی قبروں کو حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا۔

جناب قاضی ثناء اللہ صاحب حنفی لکھتے ہیں۔

لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشھداء من السجود والطواف حولھا واتخاذ السرج والمساجد

جاہل لوگ حضرات اولیاء کرام اور شہداء کی [illegible] طواف کرتے ہیں وہ سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور

الیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسا۔ (تفسیر مظہری ج۲ ص۴۵) | ان کے گرد طواف کرنا اور ان پر چراغ جلانا اور ان کی طرف سجدے کرنا اور ہر سال میلہ کی طرح جمع ہونا جس کا نام عرس ہے۔

اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیران پیر حضرت شاہ حمزہ صاحب مارہروی المتوفی ۱۱۹۸ھ نے یہ وصیت کی تھی کہ فاتحہ برسی بالکل نہ کریں کہ حکم اسی طرح سے ہے۔ (انوار العارفین ص۳۱۹)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے عرس سے پیر نور الحسن شاہ صاحب واپس آئے تو کشمیری بازار میں میری ان سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ اس وقت اپنے مریدوں سے پیر نور الحسن شاہ صاحب فرمارہے تھے کہ ہم تو میاں صاحب کے عرس میں شامل ہونا حج سے بھی زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہیں۔ ان کی اس بات سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے بمنزلہ حج کہنے کی تائید ہوتی ہے کہ واقعی یہ لوگ اس عرس کو حج کی طرح ہی سمجھتے ہیں جس سے اس عرس کی اور زیادہ قباحت ظاہر ہوتی ہے۔ پیر نور الحسن شاہ صاحب کے یہ الفاظ سن کر مجھے نہایت حیرت ہوئی اور غیرت دینی نے مجھے ان سے الگ ہونے پر مجبور کر دیا اور میں اپنے مکان کی طرف چل دیا۔

باب ہفتم بریلویوں کی ہیرا پھیریاں اور خیانتیں

میں تو اب تک ان کیلانیوں کو بریلوی فرقہ سے الگ ایک صوفی جماعت ہی سمجھتا تھا۔ لیکن اب ان کے عقاید و اعمال اور اس کتابچہ اثبات الدعا کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ سب کیلانی اپنے جادۂ طریقت کو چھوڑ کر علانیہ طور پر فرقہ بریلویہ میں داخل ہو چکے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں کی امت میں مکمل طور پر شامل ہو چکے ہیں نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی تکفیر کی مشین گن سے کسی عالم باعمل اور لیڈر کو چھوڑا تھا اور نہ یہ کیلانی یا ان کے مرید اس تکفیر بازی سے کسی کو چھوڑتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دین اور مشغلہ ہی کفر سازی ہے اور بس۔

ان کے تعصب کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کو کوئی کافر نہ کہے تو وہ بھی کفر کے زمرے میں داخل کر لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۷۔ دسمبر ۱۹۶۲ء
نمبر ۱ ہیرا پھیری ۱:- خدا کا خوف کرو ہاں خدا کا خوف کرو۔

میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے ارشاد پر ڈاکہ

خزینہ معرفت حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و ارشادات کا مجموعہ ہے اس کا ضمنی عنوان ہے "تذکرہ عاشق ربانی شیر یزدانی" سب سے پہلے مولوی محمد ابراہیم قصوری نے ترتیب دیا تھا اس کے صفحہ ۲۸۴ پر دیوبند میں چار نوری وجود ایک ملفوظ تھا۔ ہم حضرت قبلہ صاحب قدس سرہ کا یہ ارشاد چٹان کے ۲۔ دسمبر کے شمارہ میں نقل کر چکے ہیں۔ اہل بدعت کی دیانتداری ملاحظہ ہو کہ مرتب کی وفات کے بعد ان لوگوں نے دوسرے ایڈیشن میں یہ حصہ حذف کر دیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۹
تیسرا ایڈیشن میاں غلام احمد صاحب سجادہ نشین و مالک مکتبہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ عنوان اور عبارت دونوں غائب ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۳۔ اب ان لوگوں کی دیانت کے بارے میں کوئی کیا رائے قائم کر سکتا ہے جو اپنا جرم پر بھی نہیں شرماتے۔ سچ۔ ان کے بس میں ہو تو ناموس پیمبر نہ بچے (ماخوذ از چٹان)
میاں صاحب ... یہ تو خیر کہا دیوبند میں چار نوری وجود ہیں۔ ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں جیسے بڑے مسلمان" نامی کتاب مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور کے صفحہ ۲۸۸ پر بھی ہے۔
نمبر ۲ ہیرا پھیری:- سید عظمت علی شاہ بریلوی گیلانی نے اثبات العلم پر تقریظ لکھی ہے جس میں انہوں نے یہودیوں کی مثال دے کر چودھویں صدی کے علماء پر دھبہ لگایا ہے کہ یہ حلال چیز کو حرام بناتے ہیں اور استدلال اس آیت سے پکڑا ہے۔ فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین اور اس آیت کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے اس آیت کا پہلا حصہ ہے۔ کل الطعام حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ جس کے معنی یہ ہیں سب کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے مگر جو حرام کئے حضرت یعقوب

علیہ السلام نے اپنے نفس پر توراۃ نازل ہونے سے پہلے۔ اس آیت سے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے نفس پر اونٹ کا گوشت حرام کرنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ چودھویں صدی کے علماء میں سے تھے اور یہ واقعہ تورات اور قرآن کے نزول سے قبل کا ہے۔ لیکن عظمت علی شاہ صاحب کی ہیرا پھیری ملاحظہ فرمائیے وہ یہ کہتے ہیں۔ نزول قرآن کے وقت علماء یہود نے کئی حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا اور اس کام کو اپنے تقدس اور پرہیزگاری کی دلیل بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام پر تنبیہ فرمائی اور ان سے فرمایا پس لے آؤ توراۃ اور پڑھو اگر ہو تم سچے۔

اس عبارت میں یہ فقرے خاص طور پر ملاحظہ کے قابل ہیں کہ علماء یہود نے حلال چیزوں کو حرام بنا رکھا تھا۔ حالانکہ اونٹ کا گوشت اپنے نفس پر یعقوب علیہ السلام نے حرام کیا تھا اور وہ یہودی نہ تھے کیونکہ یہودی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی امت میں سے تھے۔ جو توراۃ کے نزول کے بعد پیدا ہوئے یہ ہیرا پھیری اللہ کی کتاب میں ہوئی اور پھر حلال کو حرام بنانے کا الزام چودھویں صدی کے علماء پر دھر دیا کہ انہوں نے حلال کو حرام بنا دیا ہے۔ یہ بھی جھوٹ اور ہیرا پھیری ہے۔ حالانکہ مسئلہ ہمارے مابین متنازعہ یہ تھا نماز جنازہ کے بعد دعاء مانگنا بدعت اور مکروہ ہے اور زیادت نماز جنازہ پر ہے حالانکہ فقہاء عظام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہ دعاء بدعت اور مکروہ ہے اس سے ان کے قول کے مطابق اس حلال کو حرام یا جائز کو ناجائز بنانے کی زد میں تمام فقہاء کرام آجاتے ہیں اور ہماری پوزیشن ثانوی رہے گی۔ یہ بھی ان کی خیانت، گستاخی اور ہیرا پھیری ہے۔

نمبر ۲ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ ماسٹر شبیر حسین کی جس نے اثبات الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ مرتب کی ہے، اور تمام فقہاء کرام کے خلاف یہ فتویٰ دیا ہے کہ دعاء بعد نماز جنازہ کے جائز و مستحب ہے بدعت اور مکروہ نہیں یعنی تمام فقہاء کی تصریحات کو غلط قرار دے کر اپنا قیاس کر کے یہ بات بتائی اور پھر آخر میں یہ تاویل کی کہ کھڑے ہو کر نماز جنازہ کے بعد دعاء نہیں مانگنی چاہیئے بیٹھ کر دعاء مانگنی چاہیئے سید شبیر حسین

کی بدحواسی اور ہیرا پھیری ہے جو عند اللہ قابل معافی نہیں ہے۔ شریعت میں کوئی کام نیا جو شریعت میں سے نہ ہو جاری کرنا بدعت مذمومہ ہے جس کی شریعت میں کوئی دلیل اور جواز نہ ہو۔ بفرمان مصطفوی من احدث فی امرنا (امر شریعت) ما لیس منہ فھو ردٌ۔

نمبر ۴ ہیرا پھیری اور خیانت:۔ اثبات الدعاء کا مقدمہ حافظ محمد سعید صاحب نے لکھا ہے جس میں انہوں نے مولانا سرافراز احمد خاں صاحب صفدر کے مقدمہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ پر اعتراضات کئے ہیں کہ مولانا سرافراز صاحب نے مقام ابوحنیفہ اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ صوم الدہر بظاہر حدیث کے الفاظ سے منع معلوم ہوتا ہے اور تین دن کم مدت میں قرآن کریم کو ختم کرنے کی بظاہر حدیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اس کے بعد مولانا ممدوح نے تعامل و اجماع صحابہ سے چند بزرگوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ صوم الدھر رکھتے تھے اور ایک شبانہ روز میں ختم قرآن کیا کرتے تھے چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ امام وکیع ابن الجراح صائم الدہر تھے۔ حضرت امام بخاری صائم الدہر تھے۔ امام شعبہ ابن الحکم صائم الدہر تھے۔ اسی طرح ختم قرآن کے بارے میں مولانا ممدوح نے لکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ائمہ اسلام میں حضرت امام شافعی، امام وکیع ابن الجراح امام یحییٰ بن سعید قطان اور امام بخاری رحمہم اللہ کا ذکر کیا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر حدیث کے ظاہر الفاظ سے صوم الدہر کی ممانعت اور تین دن سے کم مدت میں قرآن مجید کے ختم کرنے کی ممانعت مترشح ہوتی ہے لیکن جو کچھ صحابہ کرام رضؓ اور ائمہ کبار رحمہم اللہ علیہم نے ان احادیث سے مفہوم اور مراد سمجھی ہے وہی حق ہے اور اسی پر انہوں نے عمل کیا ہے، اور جن کاموں کی ممانعت ان احادیث سے عام انسانوں کو یا حافظ صاحب کو معلوم ہوتی ہے وہ ممانعت نہیں بلکہ اس کے اندر جواز کی صورت پنہاں ہے جو عوام کی نظروں سے اوجھل ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام نے ان پر عمل کر کے یہ پردہ اٹھا دیا کہ یہ عمل جائز ہے یعنی صوم الدھر سوائے ایام منوعہ

کے جائز ہے اور تین دن سے کم مدت میں قرآن حکیم کو ختم کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ میں نے مولوی عبدالحمید صاحب گکھڑ اور نزول کے گڑھا والے کو خود اسی طرح رات کو شبینہ میں قرآن حکیم ختم کرتے ہوئے سنا ہے جو شبیر حسین ماسٹر کے استاد بھی ہیں۔ گویا ختم قرآن کم مدت میں پڑھنا اور صوم الدھر عزیمت نہیں لیکن اس کی رخصت ضرور ہے جیسا کہ صحابہؓ اور ائمہ رہ کے عمل سے ثابت ہے۔

اور اسی طرح حافظ محمد سعید صاحب نے صلوٰۃ الضحیٰ کو بدعت لکھا ہے حالانکہ نماز ضحیٰ حضور علیہ السلام کے فرمان سے سنت یا مستحب ثابت ہوتی ہے، اور اس معاملہ میں جو کچھ حافظ محمد سعید صاحب نے لکھا ہے عبارتوں میں پس وپیش اور ہیرا پھیری کر کے مجرمانہ خیانت سے کیا ہے، مولانا ممدوح کی عبارتوں سے یہ باتیں ہرگز ثابت نہیں کہ صوم الدھر اور تین دن سے کم مدت میں قرآن کریم ختم کرنا بدعت ہے۔ ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھی اپنے امام البریلویہ کی طرح اسلاف کے نقش قدم پر، ہیرا پھیری کے عادی ہیں اور خیانت و تحریف معنوی بھی کر جاتے ہیں۔ ہم نے جو مقدمہ کا جواب لکھا ہے اس میں ان کی خیانت اور ہیرا پھیری ظاہر ہوتی ہے۔ فلینظر ثمہ

نمبر ۵ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ بحوالہ اخبار چٹان ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء بعنوان اور مسلمان کون ہے؟ صرف احمد رضا خاں جو کافر گری اور کافر سازی کی اس ٹکسال بلکہ یوں کہیئے کہ لمیٹڈ کمپنی کے مینجنگ ڈائرکٹر تھے۔

ان کی بابت وصایا شریف مرتبہ مولانا مولوی حسین رضا خاں صاحب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"

یہ وصایا شریف الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں طبع ہوئی اور ہمارے پاس محفوظ ہے لیکن لاہور کے نوری کتب خانہ داتا صاحب نے اب جو ایڈیشن چھاپا ہے۔ اس میں، جانے کس خوف سے ترمیم کر دی ہے یعنی کم کی جگہ اور زیادہ لکھ دیا۔ اب عبارت

یہ ہے۔

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق اور زیادہ ہوگیا یعنی اعلیحضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو کسی کو کافر نہیں بنایا تھا تو پھر احمد رضا خاں کیسے مظہر اتم ہوگئے ؟

نمبر۲۔ ہیرا پھیری اور خیانت :۔ ماسٹر شبیر حسین نے ایک عجیب بات صفحہ ۱۴ پر لکھی ہے وہ یہ کہ "جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے والوں کو یقین ہے کہ ہم جماعت میں داخل نہیں ہماری دعاء مردود ہے تو مانگنے کا کیا فائدہ اسی لئے وہ دعا نہیں مانگتے اگر یہ بات واقعی درست ہے تو وہ لوگ بزعم خویش سچے ہیں دما دعاء الکفرین الا فی ضلال۔"

ماسٹر صاحب کا کتنا خیال غلط ہے کہ نماز جنازہ کو انہوں نے دعا نہیں سمجھا، ان کے نزدیک صرف یہی خانہ ساز دعا ہی فرض کفایہ ہے حالانکہ نماز جنازہ کو نبی علیہ السلام نے بوحی الٰہی جاری فرمایا ہے جس کو انہوں نے دعا ہی نہیں سمجھا اس بات سے نماز جنازہ جیسی اہم اور فرض دعاء اور فرمان مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت توہین ہوئی اور پھر خود ساختہ بریلوی جماعت والوں کی دعا جو نہیں مانگتے ان پر دما دعاء الکفرین الا فی ضلال چسپاں کرکے ان کو کافر بنا رہے ہیں یا للعجب۔

آیئے ہم دکھاتا ہوں کہ یہ آیت کس بڑی آیت کا آخری حصہ ہے جس سے تمہاری خیانت اور ہیرا پھیری خوب ظاہر ہو جائے گی۔ ارشاد رب العزت یہ ہے۔

لہٗ دعوۃ الحق ط والذین یدعون من دونہ لایستجیبون لھم بشئ الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وَمَا ھُوَ ببالغہ ط وما دعاء الکفرین الا فی ضلال۔	اسی کا پکارنا سچ ہے اور جن لوگوں کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہ نہیں کام آتے ان کے کچھ بھی مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ آپہنچے اس کے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اس تک اور جتنی پکار ہے

(پ ۱۳، رکوع ۸) کافروں کی سب گمراہی ہے۔

ناظرین اس آیت کو خوب غور سے پڑھیں کہ یہ آیت کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے رہتے ہیں تاکہ وہ ان کی غائبانہ مدد کریں جو قبروں کی پوجا کرتے ہیں ان پر چڑھاوے چڑھاتے رہتے ہیں، سجدے کرتے ہیں اُن پر عرس و میلے کرتے ہیں اوران کا سارا دارومدار ہی قبر پرستی پر ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا دعار کرنا بالکل بیکار ہے جس طرح ایک آدمی کنویں کی منڈیر کھڑا ہوکر یہ کہتا رہے کہ اے پانی میرے منہ میں آجا وہ پانی ہرگز اس کے منہ میں نہیں پہنچے گا یہ ایک مثال ہے کہ ان کافروں اورمشرکوں کی دعا بھی اسی طرح بیکار ہے۔ مثال بالکل واضح ہے بت پرست کسی نبی ولی کا بت بناکر اس کی عبادت سجدہ کی کرتے ہیں یاان سے حاجتیں مرادیں مانگتے ہیں یہی حال قبر پرستوں کا ہے کہ ان بریلی نے یہ لوگ وہی معاملہ کرتے ہیں جو انہوں نے بتوں سے کیا تھا اس لئے حضور نبی کریم رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کے حضور یہ دعا مانگی تھی لا تجعل قبری وثنا یعبد۔

آخر میں دو چار حوالے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے لکھے جاتے ہیں:

وہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں (عرض) کھانے کے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے؟

(ارشاد) ہاں کافی ہے۔ بغیر بسم اللہ شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جانے سے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔

(ملفوظات صـ۱۲۴ ج ۲)

ہاں بسم اللہ شریف حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ (ملفوظات صـ۱۲۴ ج ۲)

حقہ کے متعلق فتویٰ۔ جس نے حقہ پیا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔ تغلیظاً۔ (احکام شریعت صـ۲۸۰ ج ۳ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

ان ملفوظات سے چند باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ

کر کھانا کھانا چاہیئے، مروجہ ختم کی ضرورت نہیں، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس کام میں بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اس میں سے برکت اُڑ جاتی ہے۔ خاں صاحب اگر حقہ پیتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھتے تھے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ شیطان ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہو گا۔

خاں صاحب کی آخری وصیت

اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء میں سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ خواہ بکری کا۔ شامی کباب پراٹھے اور بالائی فیرینی۔ ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں۔ سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف۔ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو۔ (وصایا شریف ص۸)

علماء ہندوستان و پنجاب وغیرہ نے انگریزوں کے زمانہ میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان دار الحرب اور انگریزوں نے کئی علماء کو شہید کر دیا تھا۔ اس وقت خاں صاحب نے اوڈوائر نامی ظالم گورنر کو سپاسنامہ دیا اور اس میں ہندوستان کو دار السلام کہا۔ دیکھئے بمقابلہ انگریزوں کے کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

(۱) ہندوستان بفضلہ تعالیٰ دار الاسلام ہے۔ (عرفان شریعت ص۲ ج۱۔ احکام شریعت ص۳ ج۲)
(۲) مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں (دوام العیش ص۱۲ مصنفہ احمد رضا خاں) (اخبار پاکستانی ۱۵ جولائی ۱۹۵۸ء ص۶ ششم)

مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں لیڈر (یعنی خلافتی مسلمان رہنما) ہم غریب اہل سنت رضا خانیوں کو نصاریٰ کا طرفدار اور رشوت خوار اور ترکوں کا دشمن بتاتے ہیں۔ (تمہید حمید ص۱۱ مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

خانصاحب کے فتووں کی تائید میں صاحبزادہ صاحب کا اتنا بیان ہی کافی ہے۔ رشوت خوار رشوت لینے کھانے کا ہرگز اقرار نہیں کرتے فھو المراد۔

کیا یہی اسلام ہے

مانگ کر انگریز سے خونِ شہیدانِ حرم — آب طرّوں کی بڑھاؤ کیا یہی اسلام ہے؟
خواجۂ کونین کے اسلام کی بنیاد و بیخ — اپنے ہاتھوں سے گراؤ کیا یہی اسلام ہے؟
حسبِ احمد رضا ہیں مفتیان بدزبان — سامنے آکر بتاؤ کیا یہی اسلام ہے؟
حاشیہ ادرک کی چٹنی کا پھریری دال میں — قورمہ - فرنی - پلاؤ - کیا یہی اسلام ہے؟
عاقبت کے نرخ پر شگوفۂ تکفیر سے — آگ ہر گھر میں لگاؤ کیا یہی اسلام ہے؟

شورش کاشمیری - چٹان لاہور ۱۵-۱۰-۶۲

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو اس آخری عمر میں یہ ہمت و توفیق بخشی کہ میں اثبات الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کا جواب لکھنے کے قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرما دیں۔ اس کے بعد میں اپنے تمام احباب، اقرباء کو یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرا آخری وقت ہے پتہ نہیں کس وقت داعی اجل کو لبیک کہہ جاؤں۔ آپ سب صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت مالی، بدنی، قلبی کرتے رہیں۔ شرک اور غیر اللہ کی عبادت قبروں کو سجدہ کرنے اور ان سے حاجات طلب کرنے اور ان پر نذر و نیاز چڑھاوے چڑھانے سے قطعی پرہیز رکھیں۔ اس کے بعد بدعت و محدثات سے جن کا ثبوت قرآن حکیم، سنت رسول اور اجماع صحابہ سے نہ ہو اس سے پرہیز کریں۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کل بدعۃ ضلالۃ۔ نماز روزہ - حج - زکوٰۃ کی پابندی لازم رکھیں کیونکہ یہ اسلام کی بنیاد ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول رب العالمین واصحابہ وآلہ الطاہرین۔

ہم نے جو بات کہی عین شریعت سے کہی — علم سے حکمت و اجماع طریقت سے کہی
زیغ ہے فتنہ و تاویل ہے بدعت تیری — حق نے جو بات کہی عین حقیقت سے کہی [illegible]

بریلی کے فتویٰ کا سستا ہے بھاؤ — جو بکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین
خدا نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی — وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِیْنٌ

مولانا ظفر علی خاں صاحب مرحوم۔

(ختم شد)

مصنف کی دیگر کتب

النور والبشر ———————— (زیرِ طبع)
الدین القیم ———————— (زیرِ طبع)
اہل البیت ولیطہرکم تطہیرا ———— (زیرِ طبع)
سوانح مولانا عزیز علی شاہ صاحب ———— ۱۵/- روپے

مکتبہ حنفیہ کی مشہور مطبوعات

بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان از استاد المفسرین مولانا حسین علی صاحب ۱۸۰/- روپے
ترتیب نزول قرآن، حکیم اجمل خاں ۳۶/-
قرآنی دستور انقلاب، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ۳۰/-
قرآنی اصول انقلاب، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰/۵۰
قرآنی فکر انقلاب، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ۱۲/-
عنوان انقلاب، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ۳۰/-
جنگِ انقلاب، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ۲۷/-
قرآنی اساسِ انقلاب، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی ۱۸/-
ایشیاء کا عظیم انقلابی لیڈر یعنی شیخ الہند ۱۰/۵۰
سیرت یوسف علیہ السلام قرآن کی روشنی میں ۷۵/-
بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب اور رئیس التبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب
کے حیرت انگیز واقعات ۱۸۰/-

رابطہ کے لیے

مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان
المحمود اکیڈمی اردو بازار لاہور، پنجاب، پاکستان
مکتبہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور، پنجاب، پاکستان